انوار خطابت

جلد دوم

رجب المرجب تا ذی الحجہ

تالیف

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری

شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ و بانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

ناشر

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، X روڈ، حیدرآباد، الہند

www.ziaislamic.com

ph:9032857993-9032003473

zia.islamic@yahoo.co.in

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : انوار خطابت جلد دوم، رجب المرجب تا ذی الحجۃ الحرام

تالیف : مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ
وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

صفحات : جلد اول 648 / جلد دوم 644...... جملہ صفحات ﴿1292﴾

طبع سوم : شعبان المعظم 1436ھ، م مئی 2015ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار (1000)

قیمت : 550 روپئے

ناشر : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد دکن

مطبع : مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی، جامعہ نظامیہ حیدرآباد

تزئین وکتابت: محمد عبدالقدیر قادری، اہل کار شعبہ تدریس جامعہ نظامیہ، حافظ احمد محی الدین رفیع، کامل الفقہ جامعہ نظامیہ

کمپوزنگ : ابوالبرکات کمپیوٹر سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد، دکن فون نمبر: 040-24469996

پروف ریڈنگ : مولانا حافظ محمد حنیف قادری صاحب، مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب، مولانا حافظ محمد عارف اشرفی صاحب
مولانا حافظ سید احمد غوری نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد بہاء الدین زبیر نقشبندی صاحب

ملنے کے پتے:

- جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن
- ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد
- شیخ الاسلام لائبریری انڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، شبلی گنج، حیدرآباد
- دکن ٹریڈرس، متصل GHMC آفس چار مینار، حیدرآباد......
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد
- گیارہ سیڑھی بارگاہِ بندہ نواز، گلبرگہ شریف
- برانچ AHIRC جامع مسجد کیمپ، پونے
- دیگر تاجران کتب، شہر ومضافات

اجمالی فہرست

……فہرست……

حصہ ہفتم

حضرت خواجہ غریب نواز، حیات وتعلیمات (649)

نماز، تحفۂ معراج (665)

حصہ ہشتم

﴿...... ضرورت فقہ اور مقامِ امام اعظم رضی اللہ عنہ ......﴾ (757)

حصہ نہم

﴿...... روزہ' دنیوی واخروی فوائد کا مظہر ......﴾(849)

حصہ دہم

﴿...... عید کا آفاقی پیام انسانیت کے نام ......﴾ (964)

حصہ یازدہم

حصۂ دوازدہم

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ' حیات وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ . صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ .

دین اسلام حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کی تعلیم دیتا ہے،دوسروں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنے کی ہدایت دیتا ہے،اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دینے اور اپنے محسنوں اورکرم نوازوں کاشکرادا کرنے کا درس دیتا ہے،اللہ تعالی کاارشاد ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ .	کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا' بھی کچھ ہوسکتا ہے؟۔(احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔)

(سورۃ الرحمن،آیت:60)

برادران اسلام! کوئی کسی مصیبت زدہ وتنگدست شخص کی اعانت کرکے احسان کرتا ہے تو کوئی کسی نادار وخستہ حال کی امداد کرکے احسان کرتا ہے،کوئی کسی غمزدہ کے ساتھ غمخواری کرکے احسان کرتا ہے تو کوئی کسی پریشان حال وشکستہ دل کے ساتھ ہمدردی کرکے احسان کرتا ہے،کوئی کسی بے سہارا کوسہارا دیکر احسان کرتا ہے تو کوئی کسی خوف

زدہ شخص کے لئے مونس بن کر احسان کرتا ہے اور کوئی کسی مریض کا علاج کروا کر احسان کرتا ہے تو کوئی کسی بیوہ ویتیم کا تعاون کر کے احسان کرتا ہے۔

اس طرح کے احسانات کرنے والا ہمارا محسن تو ہے لیکن اس کا یہ احسان سب سے بڑا احسان نہیں، کیونکہ مال و دولت خرچ کر کے کسی کی جان بچانا یہ اتنا عظیم احسان نہیں بلکہ اپنی انتھک محنتوں اور مخلصانہ کاوشوں کے ذریعہ کسی کا ایمان بچانا سب سے بڑا احسان ہے۔

حضرات! غور کرنا چاہئے کہ جب دین اسلام نے دنیوی احسان کرنے والے محسن کے احسان ماننے اور اس کی شکر گزاری کا اس طرح حکم دیا ہے تو پھر اس محسن کے احسان پر ہمیں کس درجہ شکر گزار رہنا چاہیئے جس نے ہمیں نہ صرف دنیوی زندگی کے اصول سکھائے بلکہ دین وایمان ہم تک پہنچایا، جس نے ہمیں زندگی کا سلیقہ اور بندگی کا طریقہ سکھایا، اصول معیشت سے آگہی بخشی اور آداب معاشرت سے روشناس فرمایا اور حسن اخلاق، پاکیزہ عادات، عالی اقدار اور بلندئ کردار کی تعلیم دی۔

وہ ذات عالی وقار محسن امت، غواص بحر معرفت، امام الاولیاء، قدوۃ الاصفیاء، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین سجزی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین پر اسلام کی شمع کو روشن کیا، حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے مصطفوی اخلاق کا وہ نمونہ پیش کیا کہ آپ کے اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی دیکھ کر لوگ تنہا تنہا اور جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے باشندگانِ ہند کو دولت اسلام اور نعمت ہدایت دے کر جو احسان فرمایا، اس کی احسان مندی اور شکر گزاری کرتے ہوئے

آپ کا تذکرہ کرنا اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے ضروری ہے۔

جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ . جس نے لوگوں کا شکرادا نہیں کیا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہوتا۔

(جامع ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الشکر لمن أحسن إليك،حديث نمبر:2082)

حضرات! سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے گراں قدر احسانات کا ہم کوئی بدلہ تو نہیں چکا سکتے بلکہ آپ کا ذکر خیر کر کے اور آپ کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں، اور یہ مبارک تذکرہ ہمارے گناہوں کا کفارہ قرار پاتا ہے، جیسا کہ جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں روایت ہے:

ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةُ الذُّنُوْبُ . انبیاء کرام کا ذکر کرنا عبادت ہے اور اولیاء وصالحین کا ذکر کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

(جامع الأحاديث ،حرف الذال،حديث نمبر۔12503۔الجامع الكبير للسيوطی، حرف الذال، حديث نمبر۔ 12685 ۔كنز العمال،كتاب الفضائل من قسم الأفعال،حديث نمبر:32247)

﴿مبلغین وداعیان اسلام کے لئے حضرت غریب نواز کا اسلوب مشعل راہ﴾

خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیمات اسلامیہ کی ترویج واشاعت نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دی، جنہیں آج تک کسی نے فراموش

کیا ہے نہ کوئی ان کی عالی خدمات کونظر انداز کرسکتا ہے، جب آپ نے پرچم حق بلند کیا تو مخالفین نے مخالفت کی دشمنوں نے عداوتوں کے مظاہرے کئے ہر طرف مکروفریب کے جال بچھائے جانے لگے ایسے وقت اگر آپ چاہتے تو سختی کے ساتھ دشمنوں سے انتقام لے سکتے تھے اور اُنہیں دنداں شکن جواب دے سکتے تھے لیکن آپ نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ حکمت ونصیحت کے اسلوب کو اختیار کیا، جس کی برکت اسطرح ظاہر ہوئی کہ لوگ آپ کے صدق وصفا کو دیکھ کر صداقت شعار و باصفا ہو گئے، آپ کے حلم و بردباری، جود وسخاوت اور بلند اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ عمدہ اخلاق کے حامل اور پاکیزہ صفات کے پیکر ہو گئے، آپ کے محض دہلی سے اجمیر تک سفر کے دوران نو دلاکھ (90,00,000) افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آج کے اس پرفتن دور میں تعلیمات اسلامیہ عام کرنے اور اشاعت دین کے لئے نصیحت وموعظت کا اسلوب اپنانے کی ضرورت ہے کیونکہ اسلام کا پیام باہم محبت و الفت کا فروغ اور امن وسلامتی کی اشاعت ہے، ہمیں اسلاف کرام وصالحین عظام کے اسلوبِ تبلیغ کو اپنانا چاہئے۔خواجۂ ہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ہندوستان میں شمع اسلام کو روشن کیا اور اسلام کے پیغام کو عام کیا جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو اپنے ساتھ لشکر جرار، تیر وتلوار لے کر نہیں آئے بلکہ اخلاقِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم بلند کردار اور اسلامی اقدار لے کر آئے، حضرت سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے تو آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور بزرگان دین کے اقوال واعمال کا ذکر فرما کر لوگوں کی اصلاح فرماتے، جس کا یہ اثر ہوتا کہ لوگ بے دینی سے توبہ کر کے آپ کے عقیدتمندوں میں شامل ہو جاتے، آپ کی مبارک مجالس میں شریعت وطریقت

اور حقیقت ومعرفت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جاتا اور فرائض وسنن کی ادائیگی، ریاضت ومجاہدہ، پاکیزگی وخلوص، طہارت ونفاست، صدق وصفا، خوف خدا اور مخلوق خدا کی خدمت کی تعلیم دی جاتی۔ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اشاعت اسلام کی ذمہ داری دیکر روانہ فرمایا۔

آپ ہی کا احسان ہے کہ دیار ہند کے ہر گوشہ میں اسلام کا پیام عام ہوگیا۔ اس سنہرے انقلاب سے متعلق سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت سید محمد بن مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: حضرت کی کرامت یہ ہے کہ ہندوستان کی مملکت میں مشرق کے آخری سرے تک ہر طرف کفر وبت پرستی کا دور دَورہ تھا، لوگ دین اور شرائع دین سے غافل تھے، خدا اور رسولِ خدا سے بے خبر تھے، اہل یقین کے اس آفتاب عالمتاب کے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین میں کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور ہر سُو اسلام کا اجالا پھیل گیا، آپ واقعۃً دین کے معین ہیں، اس سرزمین پر جو شخص بھی مسلمان ہوا اور لوگ آئندہ مسلمان ہوتے رہیں گے تا قیامت ان کا ثواب شیخ الاسلام خواجہ حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتا رہے گا۔

(سیر الاولیاء، ص: 57)

﴾ ولادت مبارک ونسب عالی ﴿

ایران کے صوبہ سجستان میں واقع مقام سجز میں 14 رجب المرجب 536ھ بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت ہوئی، آپ بواسطۂ والد گرامی حسینی اور بذریعہ والدہ محترمہ حسنی سادات سے ہیں۔ سلسلہ پدری بارہ واسطوں اور سلسلہ مادری

گیارہ واسطوں سے حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

سادات گھرانے کے چشم و چراغ ہونے کی حیثیت سے آپ پر سعادت کے آثار نمایاں تھے، والدہ محترمہ کا نام ''ام الورع'' تھا، آپ کی والدۂ ماجدہ اپنے نام کے مطابق تقوی و پرہیزگاری کا سرچشمہ تھیں، والد ماجد کا نام ''سید غیاث الدین حسن الحسینی'' تھا، جو تہجد گزار، شب زندہ دار بزرگ تھے۔

(ملخص از اقتباس الانوار، ص 346)

﴿شکم مادر میں کرامت کا ظہور﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی والدۂ محترمہ حضرت ام الورع رحمۃ اللہ تعالی علیہا بیان فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ زمانۂ حمل میں جس وقت سے معین الدین حسن کے جسم میں روح ڈالی گئی اس وقت سے ان کی ولادت تک میں ہر دن اپنے کانوں سے آواز سنا کرتی کہ وہ نصف شب سے دن چڑھنے تک کلمۂ طیبہ ''**لا الـــہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' کا ورد کیا کرتے۔

(سیرت خواجہ غریب نواز، ص:168)

﴿جامع علوم ظاہری و باطنی﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پندرہ سال کی عمر مبارک کو پہنچے یا آپ کی عمر اس سے بھی کم تھی کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہوگیا، دو سال بعد والدہ ماجدہ کا بھی وصال ہوگیا، ترکہ میں ایک باغ تھا، آپ عبادت واذکار میں مشغول رہتے ہوئے باغبانی کیا کرتے، لیکن جب حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ سے نعمت ملی تو آپ کو مزید

طلبِ علم وکمال کا اشتیاق ہوا،اورآپ علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے لئے نیشاپورتشریف لے گئے اوراعلی علوم حاصل کرکے ایسے باکمال ہوگئے کہ وقت کے مشہور علماءآپ کی خدمت میں اپنے اشکالات وسوالات پیش کرتے اورآپ اُنہیں اشکالات کے حل بتلاتے اورسوالات کے تشفی بخش جوابات دیتے۔

(ملخص ازمراٰۃ الاسرار:طبقہ17،ص:593)

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعدآپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضرہوکرارادت مندہوئے،بیس(20)سال خدمت کی،سفروحضر،جلوت وخلوت،آٹھوں پہرحضرت شیخ کی صحبت میں رہتے،آپ پرشیخ کی خصوصی توجہ رہی،باطنی کمال وروحانی مرتبہ ایساحاصل کیاکہ خودپیرومرشدکوآپ پرنازتھا۔

﴿نورفراست اورعلمی جلالت﴾

حضرت شیخ فیض الدین بلخی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ''مجھے چندمسائل درپیش ہوئے،جن کی وجہ سے میں سخت پریشان تھا،مجھےان کاحل نہیں مل رہاتھا،میں ان سوالات کوایک کاغذپرلکھ کرحضرت غریب نوازرحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا،حاضرین کی کثرت کی وجہ سے میں اپنے سوالات پیش نہ کرسکا،میں مجلس میں خاموش بیٹھارہا،کچھ دیربعدحضرت نے مجھےقریب بلایااورایک کاغذعنایت فرمایا،جب میں نے اس کاغذکوکھولاتواس پرمیرےانہی دریافت طلب سوالات کے تشفی بخش جوابات تھے''۔

(سیرت غریب نواز،ص:308)

﴿دربارنبوی سےقطب المشائخ کاخطاب﴾

خواجہ غریب نواز سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے ملفوظات مبارکہ 'انیس الارواح' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''یہ دعا گو اضعف عباد اللہ معین الدین حسن سجزی شہر بغداد شریف میں گیا، حضرت خواجہ عثمان ہارونی کو تلاش کیا، لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ جنید بغدادی کی مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے ہیں، یہ سن کر میں حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ کی مسجد میں گیا اور مولائی و مرشدی حضرت عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ کی زیارت وقدم بوسی سے مشرف ہوا' اس وقت بہت سے مشائخ کبار خدمت اقدس میں حاضر تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھو! میں نے حکم کی تعمیل کی، آپ کھڑے ہوگئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی جانب منہ کیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ الٰہی! میں ان کو تیرے سپرد کرتا ہوں، اسکے بعد بغداد شریف سے روانہ ہو کر مکہ معظّمہ تشریف لائے اور یہ درویش ہم رکاب تھا' آپ مجھے پاپیادہ کعبہ شریف لے گئے اور فقیر کے حق میں دعاءِ خیر کی، آواز آئی کہ ہم نے معین الدین حسن سجزی کو قبول کیا' وہاں سے روانہ ہوکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، میں بھی ہمراہ تھا' جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر پہنچے تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سلام کرو! میں نے سلام عرض کیا! روضۂ مبارک سے آواز آئی ''وعلیکم السلام یاقطب المشائخ'' اس آواز کے آنے پر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا معاملہ درجۂ کمال کو پہنچا۔''

(حیات خواجہ۔ص:21/20)

☆......معمولات شریفہ......☆

﴿تلاوت قرآن کریم﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان المبارک کے علاوہ عام دنوں میں یہ معمول تھا کہ ہر روز دن ورات میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے، اور ہر مرتبہ آواز آتی: ''ہم نے تمہارے ختم کو قبول کیا ہے'' آپ نے حدیث شریف کی روشنی میں فرمایا کہ جو شخص کلام اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہے اور تلاوت کرتا ہے اللہ تعالی اسے دو ثواب عطا فرماتا ہے، ایک قرآن کریم پڑھنے کا اور دوسرا دیکھنے کا، اور ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔

﴿شان غریب نوازی﴾

برادران اسلام! حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں صفت کرم نوازی وشان غریب نوازی ابتداء ہی سے موجود تھی، چنانچہ آپ کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ ابھی آپ کی عمر مبارک تین (3) سال ہی تھی کہ آپ اکثر اپنے ہم عمر ساتھیوں کو گھر لاتے اور بڑی محبت کے ساتھ انہیں کھانا کھلاتے۔

(سیرت خواجہ غریب نواز، ص:170)

﴿غریب لڑکے کے لئے اپنی خوشیاں قربان فرمادینا﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ نہایت عمدہ اور نفیس لباس زیب تن فرما کر عید گاہ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک نابینا لڑکا پھٹے پرانے کپڑے پہنے بیٹھا ہے، آپ سے اس کی غریبی ولاچاری، مفلسی واداسی دیکھی نہ گئی، فورا آپ اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے، اپنا نیا اور قیمتی لباس اسے دے دیا اور خود سادہ لباس

زیب تن فرمایا اور اس غریب کے ساتھ نماز عید ادا فرمائی۔

(ملخص از:سیرت خواجہ غریب نواز،ص:171)

﴿غرباء کی امداد اور مفلسوں کی فریادرسی﴾

حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ مفلسوں کی فریادرسی فرماتے ،غریبوں ناداروں کی امداد فرماتے ، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری فرماتے ،غرباء ومحتاجوں کا تعاون فرماتے چنانچہ آپ ہر روز نماز اشراق کے بعد اپنے محلّہ کی بیوگان اور عمر رسیدہ وضعیف خواتین کی خبر گیری فرماتے اور ان کی مدد فرماتے۔

آپ کے ملفوظات میں ہے: جو شخص بھوکوں کو سیر کرتا ہے تو اس کے اور دوزخ کے درمیان سات حجابات حائل ہوجاتے ہیں،اور ارشاد فرمایا کہ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالی اس کی ہزار حاجتیں پوری کردیتا ہے،اسے دوزخ سے چھٹکارا ملتا ہے اور جنت میں اس کے لئے ایک محل تیار ہوتا ہے۔

(دلیل العارفین)

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے پاس عاجزوں کی فریادرسی،حاجت مندوں کی حاجت برآری اور بھوکوں کو کھانا کھلانے سے بڑھکر کوئی اور طاعت نہیں۔اسی لئے آپ کے مطبخ میں روزانہ اس قدر کھانا پکایا جاتا کہ شہر کے تمام غرباء ومساکین سیر ہوکر کھاتے،خانقاہ کے خرچ کے لئے خدام حاضر ہوتے،آپ اپنے مصلے کا گوشہ اٹھا کر فرماتے: جس قدر رقم درکار ہو یہاں سے لےلو!۔

آپ کی سخاوت وفیاضی سے متعلق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سائل یا فقیر کو آپ کے در سے محروم جاتے نہیں دیکھا۔

﴿خوف وخشیت﴾

برادران اسلام! حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولایت کے عالی مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ کے خوف وخشیت کا یہ عالم رہتا کہ آپ خوف الٰہی وخشیت خداوندی کے سبب کانپتے تھے اور ارشاد فرماتے: اے لوگو! اگر تم کو زیر خاک سوئے ہوئے لوگوں کا ذرا سا بھی حال معلوم ہو جائے تو تم (مارے خوف ودہشت کے) ٹھہرے ٹھہرے پگھل جاؤ گے اور نمک کی طرح گھل جاؤ گے۔

(مسالك السالكين)

﴿تعلیمات وملفوظات﴾

برادران اسلام! حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی خدمت خلق کے جذبہ کے ساتھ گزاری، آپ نے انسانی اقدار کا کس درجہ پاس ولحاظ رکھا، مخلوق خدا کے ساتھ آپ نے کس طرح الفت ومحبت کا برتاؤ کیا؛ آپ کے ان ملفوظات اور تعلیمات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

﴿صفات حمیدہ کیا ہیں؟﴾

اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ محبوب کون سی صفات ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (1) غمگین افراد کی فریاد سننا (2) مسکینوں کی حاجت پوری کرنا اور (3) بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ اور فرمایا: جس میں تین خصلتیں ہوں سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے: (1) دریا کی طرح سخاوت (2) سورج کے جیسی شفقت اور (3) زمین کی طرح انکسار وتواضع۔

(سیر الاولیاء۔56)

﴿ادائی فرائض وسنن کی تلقین﴾

آپ نے ادائی فرائض وسنن کی تاکید کرتے ہوئے فقیہ ابواللیث کی کتاب

کے حوالہ سے فرمایا کہ ''روزانہ ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: جو شخص خدا کا فریضہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالی کی بخشش سے دور ہوجاتا ہے، دوسرا فرشتہ کہتا ہے: جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو ترک کرتا ہے وہ آپ کی شفاعت سے محروم ہوجاتا ہے''۔

(دلیل العارفین)

﴿طہارت و پاکیزگی کی اہمیت﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جو بندہ باوضو سوتا ہے فرشتے اس کی روح کو عرش الہی کے نیچے لیجاتے ہیں، اللہ تعالی کا حکم ہوتا ہے کہ اسے نور کی خلعت پہناؤ اور جو شخص بے طہارت سوتا ہے اس کی روح فرشتے پہلے آسمان سے گرادیتے ہیں۔''

﴿وصال مبارک﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ اوراحسانات کی برکت سے ظلمت کدۂ کفر، انوارِ توحید ورسالت سے جگمگانے لگا، آپ نے تمام مخلوق خدا پر شفقت ومحبت، رأفت ورحمت کے پھول برسائے، آپ محبت خدا اور رسول کا درس دیتے رہے، جب سفر آخرت کا وقت آیا تو چند اولیاء اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرمارہے ہیں: ''اللہ کے دوست معین الدین سجزی آرہے ہیں، ہم ان کے استقبال کیلئے آئے ہیں''۔

وصال کے وقت آپ کی جبین اقدس پر یہ نورانی تحریر جگمگا رہی تھی: 'هـــذا حبيب الله مات فی حب الله' یعنی یہ اللہ کے محبوب ہیں جو محبت الٰہی میں وصال کرگئے۔

(سير الاقطاب)

آپ کی ذات مبارکہ سے بلالحاظ مذہب وملت سبھی اکتساب فیوض وبرکات

کیا کرتے ہیں، آپ کی سنہ ولادت اور سنہ وصال سے متعلق مختلف اقوال وارد ہیں،
آپ کا وصال مبارک 6/ رجب المرجب 633ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

﴿ازواج واولاد امجاد﴾

''معین الارواح'' میں مذکور ہے کہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو حضرت بی بی امۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا سے دو شہزادے: (1) حضرت خواجہ فخر الدین ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور (2) حضرت خواجہ حسام الدین ابو صالح رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور ایک شہزادی: حضرت بی بی حافظ جمال تاج المستورات رحمۃ اللہ تعالی علیہا ہیں۔

اور حضرت بی بی عصمت اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا سے ایک شہزادہ: حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو سعید رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں۔

﴿کرامات﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بے شمار کرامات ہیں، یہاں حصول سعادت کے لئے چند کرامتیں ذکر کی جاتی ہیں:

﴿اناساگر ایک کوزہ میں﴾

ایک مرتبہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم اناساگر سے وضو کے لئے پانی لینے گئے تو وہاں خلاف معمول راجہ کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے، جب خادم نے کوزہ میں پانی بھرنا چاہا تو سپاہیوں نے سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ اب تم اس کو نہیں چھو سکتے' تالاب کے پانی کو گندہ مت کرو۔ خادم نے کہا کہ پانی تو جانوروں پر بھی بند نہیں کیا جاتا' ہم تو انسان ہیں۔

اس پر سپاہیوں نے کہا کہ تم حیوانوں سے بھی بدتر ہو۔ خادم نے آ کر جب آپ کو سارا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا کہ سپاہیوں سے کہو کہ اس مرتبہ ایک کوزہ پانی لے لینے دو پھر ہم اپنا کوئی اور انتظام کر لیں گے۔ آپ کے حکم پر جب خادم دوبارہ تالاب پر پانی لینے گیا تو سپاہیوں نے تمسخر کیا خادم نے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق اناساگر سے فرمایا اے اناساگر تجھے خواجہ نے بلایا ہے بس کیا تھا کہ اناساگر اک کوزہ میں سمٹ آیا۔ راجپوت سپاہیوں کیساتھ ساتھ مسلمان خادم پر بھی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے وہ یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے کہ اناساگر کا سارا پانی ایک چھوٹے سے برتن میں سمٹ کر آ گیا۔ جس تالاب پر سپاہی تکبر کر رہے تھے وہ پانی سے خالی ہو چکا تھا۔ اس قوم کے نزدیک یہ جادوگری کا ایک عظیم الشان مظاہرہ تھا۔ یہ دیکھ کر راجپوت سپاہی وہاں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ کے خادم بھی حضرت کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ پورے شہر اجمیر میں ہنگامہ برپا تھا اناساگر کے خشک ہونے کی خبر سب کیلئے حیران کن تھی۔ پرتھوی راج مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو ہر صورت میں روکنا چاہتا تھا' مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ اس مسلمان فقیر کا مقابلہ ہندو جادوگر ہی کر سکتے ہیں۔

لیکن اس سے پہلے شہر اجمیر کے چند معززین اناساگر کی سابقہ پوزیشن بحال کرنے کی استدعا لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اگر تالاب کا پانی اسی طرح خشک رہا تو بہت سارے انسان پانی کے بغیر مر جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اسلام کی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ تو حق کے نافرمانوں کیلئے ایک چھوٹی سی جھلک ہے، ورنہ ہمارا مذہب تو کسی کتے کو بھی پیاس سے تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ یہ فرما کر آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ برتن کا پانی تالاب میں واپس ڈال دیا جائے۔ جب کوزہ کا پانی آپ کے حکم سے تالاب میں ڈالا گیا تو لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تالاب

ایک بار پھر پانی سے لبالب اور بھرا ہوا ہے۔

حضرات! بت پرستوں اور پرتھوی راج کیلئے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے یہ ایک بہت بڑا پیغام تھا، جسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے وہ سرکشی پر اتر آیا اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں رچانے لگا' حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی خدمت میں رہنے والے درویشوں پر زیادتیاں کرنے لگا۔

﴿لشکر اسلام کو ہند میں آنے کی اجازت﴾

جب پرتھوی راج اپنے بغض وعناد سے باز نہیں آیا اور مظالم کی انتہاء کر دی تو حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانی قوت کے ذریعہ ظلم وجبر کی سلطنت کا تختہ الٹ دیا اور سرزمین ہند میں امن وآشتی کی فضا ہموار کرتے ہوئے حکومت کی باگ ڈور سلطان معز الدین عرف شہاب الدین غوری کے حوالہ فرمادی اور قوم کو پرتھوی راج کی بربریت سے نجات دلا دی، جیسا کہ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ پتھورارائے (پرتھوی راج) کے دور حکومت میں اجمیر تشریف لائے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے، پتھورارائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا، ایک روز اس نے آپ کے ایک مرید کو کسی وجہ سے ستایا، آپ نے کہلا بھیجا کہ اسے مت ستاؤ! لیکن اس کا سر غرور وتکبر سے بھرا ہوا تھا، وہ باز نہ آیا اور اس مرید کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے تو آپ نے فرمایا: پتھورا را زندہ گرفتہ بدست لشکر اسلام دادم یعنی پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے میں نے لشکر اسلام کے ہاتھ میں دے دیا، ادھر شہاب الدین غوری کے خواب میں تشریف لا کر ہندوستان فتح ہونے کی بشارت دی چنانچہ وہ لشکر لیکر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے، پتھورا نے مقابلہ کیا لیکن اللہ کے حکم سے زندہ گرفتار ہوگیا۔

(اخبار الاخیار، ص:55، مراۃ الاسرار، ص:599، سیر الاولیاء۔ص 56)

﴿مشت خاک کی کرامت﴾

جوں جوں اسلام عام ہوتا گیا، مخالفین اسلام کے دلوں میں آتش غیظ وغضب بھڑک اٹھی، ایک شخص ناپاک ارادہ سے آپ پر حملہ آور ہوا، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، نماز سے فراغت کے بعد جب خادموں نے اطلاع دی تو آپ اٹھے اور مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اس پر آیۃ الکرسی دم کی اور دشمنوں کی طرف پھینک دی، وہ مٹی جس شخص پر پڑی اس کا جسم خشک ہوگیا، اور وہ بے حس ہوکر رہ گیا، یہ دیکھ کر سب لوگ وہاں سے بھاگ گئے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت غریب نواز کی ولایت محمدی تھی، غرض یہ کہ جب دشمنوں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ ممکن نہیں تو انہوں نے لڑائی ترک کردی۔

(اقتباس الانوار، ص:362/363)

حضرات! یہاں بطور اختصار حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شخصیت، حیات، افکار وتعلیمات سے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی مبارک زندگی کا ہر پہلو تابناک اور ہر گوشہ روشن ومنور ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق خیر مرحمت فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفید فرمائے۔ آمین

صَلَّى اللهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

b

نماز تحفۂ معراج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ کِتبًا مَوْقُوتًا.

(سورۃ النساء،آیت: 103)

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمارے پیدا کیے جانے کا مقصد بھی بتایا اور اپنی بارگاہ سے رابطہ مضبوط و مستحکم کرنے کی ہدایت فرمائی، حضرات انبیاء کرام کو اسی مشن کے ساتھ بھیجا، وہ حضرات بندگان خدا کو بارگاہ رب العزت سے جوڑتے رہے، تقاضے بدلتے گئے، طریقے ضرور مختلف ہوئے لیکن سبھوں نے انسانوں کو ایک ہی مقصد بتایا، خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا، حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عبادتِ خداوندی کی دعوت دی، لوگ جیسا جیسا حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے، اپنے مولیٰ کی بندگی سے بھی آشنا ہوتے گئے۔

معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تحفے عطا فرمائے ہیں ان عظیم بابرکت تحفوں میں ایک تحفہ نماز ہے، روزہ، زکوۃ، حج تمام عبادتیں زمین پر فرض کی گئیں اور ان عبادتوں کا حکم زمین میں دیا گیا، لیکن نماز عالم بالا میں ساتوں آسمانوں کے اوپر فرض کی گئی، نماز کا حکم اس وقت عطا ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ماورائے عرش عظیم پر دیدار الٰہی سے مشرف ہو رہے تھے۔

برادران اسلام! اس بات سے ہر مسلمان بخوبی واقف ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں، ان پانچوں ارکان میں جو رکن بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہ عقیدۂ توحید و رسالت ہے' اس کے بعد نماز و روزہ اور حج و زکاۃ کا درجہ ہے، اگر رکن اول عقیدہ مستحکم نہ ہو تو دیگر ارکان بھی رائگاں ہو جاتے ہیں، واضح رہے کہ اسلام کے نظام عبادت میں سب سے زیادہ اہمیت اور اولیت نماز کو حاصل ہے، کتاب و سنت میں نماز سے متعلق بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں، روزہ، زکوۃ کا جہاں تک معاملہ ہے، ان کی فرضیت سال بھر میں صرف ایک مرتبہ عائد ہوتی ہے، روزہ رکھنے کے لئے طاقت وتوانائی ضروری ہے تو زکوۃ کی ادائی کے لئے سال بھر تک مال کے مقررہ نصاب کا مالک ہونا شرط ہے اور حج کیلئے صرف ماہ ذی الحجہ کے مخصوص پانچ ایام مقرر ہیں' پھر اس کی ادائی بھی استطاعت رکھنے والے پر عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے' لیکن نماز ہر روز پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا بیمار، سفر میں ہو یا حضر میں' حالت امن میں ہو یا حالت جنگ میں، راحت میں ہو یا مصیبت میں' کوئی بالغ مسلمان اس سے علحدہ نہیں۔ نماز ذکر کے تمام طریقوں پر مشتمل ہے' وہ اس طور پر کہ نماز میں ذکر جہری بھی ہے اور ذکر سری بھی' نماز میں تلاوت قرآن بھی ہے اور درود شریف بھی، نماز کو اجتماعی طور پر بھی ادا کیا جاتا ہے اور انفرادی طور پر بھی، نماز دعاء کا طریقہ سکھاتی ہے، نماز رحمت کے نزول کا باعث ہے اور استغفار کا ذریعہ ہے۔

عربی زبان میں نماز کو ''صلوٰۃ'' کہا جاتا ہے، لفظ صلوۃ کے معنی، دعا، رحمت اور استغفار کے آتے ہیں، نماز کو ''صلوٰۃ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ مذکورہ تمام معانی اس

عبادت میں پائے جاتے ہیں،نماز میں دعا کی جاتی ہے،نماز کی وجہ سے رحمت کا نزول ہوتا ہےاورنماز میں بندہ اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے۔

نماز تمام عبادتوں میں سب سے اعلی درجہ وفضیلت رکھتی ہے،نماز دین کا رکن اوراسلام کا ستون ہےاورنماز میں جولطف ولذت ہےاگرنمازی اس سے آشنا ہوجائے تو کبھی سلام پھیرنا، پسند نہ کریگا،نماز بندہ اور رب کے درمیان سرگوشی کا ذریعہ ہے،نماز کے وسیلہ سے نمازی دربارالٰہی میں حاضری دینے والا ہوتا ہے،نماز گناہوں کا کفارہ ہے،نمازمومن وکافر کے درمیان امتیاز وفرق ہے،نمازمنافقین پر بھاری گزرتی ہے،نماز مومنین کی معراج ہےاورنماز میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مقدس کی ٹھنڈک ہے،نماز نامۂ اعمال سے گناہ مٹادیتی ہے،نماز طہارت ونظافت کا عادی بناتی ہے،نماز غضب الٰہی کوٹھنڈا کرتی ہے،نمازی کوصدیقین اورصالحین کا درجہ ملتا ہے۔

﴿نماز'اسلام کاایک اہم رکن﴾

نمازایسی عبادت ہے جوسب سے پہلےفرض ہوئی، پانچ نمازوں میں جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہےتو ایک مسلمان کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ فریضۂ نمازادا کرے، بجائے اس کےبعض لوگ مصروف ہونے کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاروبار کی وجہ سے وقت نہیں نکلتا ہے،آج کا دورعدیم الفرصتی کا دور ہے، ہر شخص مصروف ہے'بہت ساری مصروفیات کے باوجود آدمی تمام معاشرتی وسماجی رسم ورواج کی تکمیل کررہا ہے،تعلیمی وتجارتی امورانجام دے رہا ہے،غرض یہ کہ آدمی معاشرہ اورسماج کواہمیت دیتا ہے'اسی لئے اس کے رواج کے مطابق کاموں کی تکمیل بھی کرلیتا ہے،تعلیم وتجارت کی اس کے پاس قدر ہے'اسی لئے ان سے متعلقہ امور کےانجام کی فکر

کرتا ہے، اگرچہ مصروفیات بہت ساری ہیں لیکن ان امور کے لئے وقت نکالتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو چاہئے کہ نماز جیسی اہم عبادت کی اہمیت کو جانے، اسلام میں اس کے مرتبہ کو پہچانے!، نماز وہ اہم ترین عبادت ہے کہ قرآن کریم میں بارہااس کا ذکر کیا گیا مختلف اسلوب وانداز سے اس کا حکم دیا گیا، اللہ تعالی نماز کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔	تمام نمازوں کی حفاظت اور پابندی کرواور خاص طور پر درمیانی نماز عصر کی۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:238)

﴿اوّلیں پرسش نماز بود﴾

قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا حساب لیا جائے گا،سب سے پہلے جس عمل سے متعلق سوال ہوگا وہ نماز ہےاور جس عمل کے بارے میں پہلے پوچھا جائے بندہ اسی میں ناکام یا ناقص ہوتو وہ دوسرے اعمال میں بھی ناقص یا ناکام ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عبدالله بن قرط رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول مایحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة	حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروزحشر سب سے پہلے بندہ سے جس عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ نماز ہے،

فـان صـلـحـت صـلـح	اگر وہ صحیح ہوتو سارے اعمال صحیح ہیں اور
سائرعمله وان فسدت فسد	اگر وہ بگڑ جائے تو سارے اعمال
سائر عمله .	بگڑ جائیں گے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی،باب الالف ،من اسمه احمد،حدیث نمبر1929)

نماز،ایمان کی علامت ونشانی

نماز وہ اہمیت والی عبادت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمانوں اورغیرمسلموں کے درمیان' خط فاصل اوروجہ امتیاز قرار دیا' ارشادنبوی ہے:

عـن جـابـر ان النبی صلی	سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
الـلـه عـلـيـه وسلم قال بين	کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
الـكـفـر والايـمـان تـرك	ارشادفرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان
الصلوة .	فرق نماز چھوڑنا ہے۔

(جامع الترمذی ،ابواب الایما ن،باب ماجاء فی ترك الصلوة ، حدیث نمبر: 2827)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جوشخص نماز پڑھتا ہےاس کے پاس نشانی ہے کہ وہ مسلمان ہے، اور جونماز نہیں پڑھتا اس کے پاس بظاہر مسلمانوں کی علامت نہیں ، ظاہر ہے کہ غیر مسلم نماز نہیں پڑھتے اور یہ بھی نماز نہیں پڑھتااس طرح جس شخص نے نماز ترک کردی اس نے غیر مسلموں جیسی حرکت کردی' نماز ترک کرکے اس نے غیرمسلموں کے طریقہ کواختیار کیا ،ایسے شخص کو چاہئے کہ نمازوں کی پابندی کرے! تاکہ مسلم اور کافر کا فرق واضح ہو،نماز سے وابستہ ہوجائے تاکہ ترک نماز کے عمل سے صرف غیر مسلم افراد پہچانے جائیں،مسلمان نہیں۔

نماز کا انکار کرنے والا کافر اور اسکو چھوڑنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، علماء احناف کے پاس تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا، جب تک کہ وہ نماز کا پابند نہ ہو جائے اور امام شافعی و امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے پاس تارک نماز اگر چہ کافر نہیں مگر واجب القتل ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 301)

﴿ تاکید نماز، تربیت اولاد کا اہم عنصر ﴾

حضرات! مذہب اسلام میں تربیت اولاد کی بڑی تاکید کی گئی، کیونکہ کمسن بچے نرم و نازک شاخ کی طرح ہوتے ہیں، شاخ کو جس طرف موڑ دیا جائے وہ اسی حالت میں تن آور درخت بن جائیگی، اسکے بعد جیسا چاہے موڑ دینا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح کم سنی میں جس طور طریق پر اولاد کو ڈھالا جائے گا وہ مستقبل میں اسی حالت و کیفیت پر قائم رہیں گے۔ نماز چونکہ دربار الٰہی میں حضوری کا زینہ ہے، اسی لئے اسلام نے بچوں کو بچپن ہی سے نماز کی تاکید کرنے اور اس کا پابند بنانے کا حکم دیا جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مروا اولادكم بالصلاة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها	حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ انکی عمر سات سال ہو اور نماز نہ پڑھنے پر انہیں (ہاتھ سے) مارو

وھم ابناء عشر سنین	جبکہ وہ دس سال کے ہوں اور انکے بستر
وفرقوا بینھم فی المضاجع.	علحدہ کردو۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ،باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ،حدیث نمبر495)

سات سال کی عمر میں بچے بلوغ کی عمر کے نصف حصہ تک پہنچتے ہیں، اسی وقت سے انہیں نماز کا پابند بنایا جائے تو حد بلوغ کو پہنچنے کے بعد' بے حیائی و بے راہ روی سے دور رہیں گے، کیونکہ سات سال کی عمر سے اگر نماز کی پابندی کی جائے تو اسکے برکات وانوار سے بچوں کے قلوب پاک وصاف رہیں گے، یقیناً نماز وہ عبادت ہے جو بے حیا انسانوں کو بھی شرم وحیا کا پیکر بناتی ہے اور انہیں گناہوں سے روکتی ہے، بچے تو ابتداء سے فطری طور پر باحیا ہوتے ہیں اور برائیوں سے دور رہتے ہیں۔اِس حالت میں انہیں نماز کا پابند کردیا جائے تو اُس منزل پر پہنچ کر بھی وہ نہ بھکیں گے، جس میں اکثر انسان بھٹک جاتے ہیں، رب کائنات نے نماز کا یہ وصف بیان فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برائیوں سے روکتی ہے، ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ	بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے
الۡفَحۡشَاءِ وَالۡمُنۡکَرِ.	روکتی ہے۔

(سورۃالعنکبوت،آیت:45)

﴿نماز گناہوں کا کفارہ ہے﴾

انسان خطا ونسیان کا مجسمہ ہے، جب اس پر نفس وشیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے تو خطا وگناہ صادر ہوتے ہیں، گناہوں کو مٹانے کیلئے توبہ واستغفار سے کام لیا جاتا ہے، لیکن دنیا میں انہماک اور غفلت کی چادر تنی رہنے کے سبب انسان کو اکثر توبہ واستغفار کا

خیال بھی نہیں آتا، اسکے باوجود رؤوف ورحیم رب کریم نے غافلوں کی بخشش فرمانے کی خاطر نماز کو گناہوں کا کفارہ بنایا، کسی نمازی سے ایک نماز کے بعد جو گناہ ہوجائیں دوسری نماز ان گناہوں کو مٹادیتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات ما بينهن اذا اجتنب الكبائر.	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے: پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ، ایک رمضان دوسرے رمضان تک، یہ سب انکے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹاتے ہیں ،جبکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیاہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة...... مکفرات، حدیث نمبر 574)

﴿پانچ نمازوں کی مثال﴾

پانچ وقت نماز پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ ایک دن میں اس نے پانچ بار غسل کیا، غسل کرنے سے بدن پرمیل کا نشان بھی نہیں رہتا ہے، اسی طرح پنج وقتہ نماز سے قلب وبدن پر گناہوں کا اثر نہیں رہتا اور گناہ اسکے نامۂ اعمال سے بھی مٹادئے جاتے ہیں:

عن ابی هريرة رضى الله عنه	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارأیتم لو ان نهرا بباب احدکم یغتسل منه کل یوم خمس مرات هل یبقی من درنه شئ قالوا لا یبقی من درنه شئ قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحو الله بهن الخطایا.	انہوں نے فرمایا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہتی ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ بار نہاتا ہے، کیا اس کے بدن پر میل باقی رہیگا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: نہیں کچھ میل باقی نہ رہیگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پنجوقتہ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالی ان نمازوں کے ذریعہ خطاؤں کو مٹاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ، حدیث نمبر 528، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلوۃ......، حدیث نمبر 1554)

﴿نماز، گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ﴾

نماز میں دنیوی واخروی بے شمار فوائد ہیں یہ فوائد اسی نمازی کا مقدر بنتے ہیں جو خشوع وخضوع کے ساتھ خوشنودئ الہی ورضاء حق تعالی کیلئے نماز ادا کرتا ہے اور اپنے قلب وخواطر پر بحالت نماز قابو رکھتا ہے، تصورات کو منتشر ہونے نہیں دیتا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں

خـــرج زمـــن الشتـــاء	باہرتشریف لائے جب کہ درخت کے پتے جھڑ
والـــورق يتهـــافت قـال	رہے تھے، ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی
فـقـــال يـــا ابـاذر ! قلت	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! میں
لبيک يا رسول الله قال	نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر
ان العبد المسلم ليصلی	خدمت ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
الـصـلاة يريد بها وجه	فرمایا: یقیناً مسلمان بندہ نماز صرف اس لئے
الـلـه فتهـافت عنه ذنوبه	پڑھتا ہے کہ اللہ تعالی راضی ہو جائے تو اس سے
كـمـا تهافت هذا الورق	گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسا کہ اس درخت
عن هذه الشجرة	سے یہ پتے جھڑتے ہیں۔

(مسندالامام احمد،حدیث ابی ذر الغفاری،حدیث نمبر22177)

﴿بروزحشر نمازی کیلئے نور و برہان﴾

برادران اسلام ! قیامت کے دن گنہگاروں کے چہرے سیاہ رہیں گے، معصیت ونافرمانی کے سبب دنیا میں جودل کالے ہو چکے تھے قیامت کے دن اسکا اثر چہروں پر ظاہر ہوگا۔کیسی شرمندگی ورسوائی کا حال ہوگا کہ ابتداء کائنات سے انتہاء تک آنے والے تمام انسان ایک میدان میں جمع ہونگے' انبیاء کرام واولیاء اللہ کے حضور جب یہ بد حالی ظاہر ہوگی تو کتنی شرمندگی وفضیحت ہوگی۔اس پریشان کن حالت میں نمازی کیلئے نور ہوگا، اسکا چہرہ اور بدن سب کچھ روشن ومنور ہوگا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو بن	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ

العاص عن النبی صلی الله	عنہما سے روایت ہے،حضور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم انہ ذکر الصلاۃ	علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا، پھر
یوما فقال من حافظ علیھا	ارشاد فرمایا: جس نے نماز کی پابندی کی
کانت لہ نورا وبرھانا ونجاۃ	قیامت کے دن اسکے لئے نماز نور وبرہان
یوم القیامۃ ومن لم یحافظ	اور نجات کا باعث ہوگی اور جس نے اسکی
علیھا لم تکن لہ نورا ولا	پابندی نہ کی اسکے لئے نہ وہ نور وبرہان ہوگی
برھانا ولا نجاۃ وکان یوم	اور نہ وہ نجات کا باعث ہوگی اور وہ
القیامۃ مع قارون وفرعون	(شخص) قیامت کے دن قارون 'فرعون'
وھامان وابی بن خلف.	ہامان اورابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(مسند الامام احمد،مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص،حدیث نمبر 6733،شعب الایمان،باب فی الصلوۃ،حدیث نمبر 2697،سنن الدارمی،باب فی المحافظۃ علی الصلوۃ،حدیث نمبر 2777)

مذکورہ حدیث شریف میں نماز پڑھنے والوں کے لئے خوشخبری سنائی گئی اور بے نمازی کے لئے سخت وعید بیان کی گئی کہ قیامت کے دن وہ بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ ہوگا،افسوس! کتنا بڑا خسارہ اٹھانا پڑے گا اور اس وقت کیسی رسوائی ہوگی ،اللہ تعالی تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

﴿نماز اللہ تعالی کے پاس سب سے محبوب عبادت﴾

توحید ورسالت کی گواہی کے بعد سب سے افضل عبادت نماز ہے اور وہ اللہ تعالی اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہے،نماز وہ عبادت ہے

جسے فرشتے بھی ادا کرتے ہیں، فرشتوں میں بعض ایسے ہیں کہ جب سے انہیں پیدا کیا گیا نماز میں مشغول ہیں، بعض رکوع وسجود میں اور بعض قیام وقعود میں رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ما افترض الله على خلقه بعد التوحيد احب اليه من الصلاة ولو كان شئ احب اليه منها لتعبد به ملائكته فمنهم راكع ومنهم ساجد ومنهم قائم وقاعد.	اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر توحید کے بعد نماز سے زیادہ محبوب کوئی عمل فرض نہیں فرمایا، اگر کوئی عمل اسکے پاس نماز سے زیادہ محبوب ہوتا تو ضرور فرشتے بھی وہ عمل کرتے، ان میں بعض فرشتے رکوع میں ہیں اور بعض سجدہ ریز ہیں، بعض قیام میں ہیں تو بعض قعدہ میں ہیں۔

(احیاء العلوم، ج:1ص:152، فضيلة المكتوبة)

﴿سجدۂ قرب الٰہی کا اعلیٰ درجہ﴾

بندہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، ویسے تو نماز کا ہر حصہ، ہر رکن، قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، لیکن حالت نماز میں نمازی سجدہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کا سب سے

مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ.

زیادہ قرب اُس وقت حاصل کرتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود .حدیث نمبر1111)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کو معلوم ہو جائے کہ نماز کیا ہے؟ وہ ہر مشغلہ چھوڑ دے گا اور اللہ تعالی کی عبادت کے لئے نماز میں کھڑا ہو جائے گا۔

﴿نماز یکسوئی اور اطمینان سے ادا کی جائے﴾

حضرات! واضح رہے کہ اگر نماز میں اسکے فرائض وواجبات ادا نہ ہوں تو نماز نہیں ہوتی اور اس کی سنتیں ترک کرنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور نمازی اس کے پورے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، ارکان نماز میں جلدی کرنا، رکوع وسجود میں آداب کا لحاظ نہ رکھنا بڑی غفلت کی بات ہے، اس طرح نماز میں غفلت کرنے پر حق تعالی اپنی نظر رحمت نہیں ڈالے گا، ایسے لوگ نماز ادا کرنے کے باوجود اس کی لذت سے ناآشنا اور اسکے ثواب سے محروم ہوتے ہیں، نماز کے واجبات اور سنتوں میں غفلت کرنا تو درکنار، اگر کوئی نماز میں رکوع اور سجدہ کے درمیان جس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہیے تھا، سستی اور غفلت کرتے ہوئے نہیں کھڑا ہوتا تو ایسا شخص بھی قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے گا' چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی العبد لا یقیم صلبہ بین رکوعہ وسجودہ.

اللہ تعالی اس بندہ کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں رکھتا، یعنی ارکان نماز میں آداب وسنن کی رعایت نہیں رکھتا۔

(احیاء علوم الدین، ج:1، ص:153، فضیلۃ اتمام الارکان)

اس کے برخلاف جونماز کے فرائض بھی اچھی طرح ادا کرتا ہےاوراس کی سنن ومستحبات کا بھی لحاظ رکھتا ہےتو اس کی نماز اس شان سے بلند ہوتی ہے کہ اسکی روشنی چاروں سمت پھیل جاتی ہے،حدیث شریف میں ہے:

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من صلى الصلاة لوقتها، وأسبغ لها وضوء ها ، وأتم لها قيامها وخشوعها وركوعها وسجودها خرجت وهي بيضاء مسفرة ، تقول : حفظک الله كما حفظتني، ومن صلى الصلاة لغير وقتها فلم يسبغ لها وضوء ها ، ولم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهي سوداء مظلمة، تقول :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص وقت پر نماز پڑھےاوراسکے لئے اچھی طرح وضوکرے،نماز میں قیام اور رکوع وسجود خشوع وخضوع کے ساتھ اچھی طرح کرےتو وہ نماز روشن اور چمکدار بن کر یہ کہتے ہوئے بلند ہوگی :اللہ تعالی تیری حفاظت کرے! جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی ۔اور جوشخص وقت پر نماز نہ پڑھے، اچھی طرح وضو نہ کرے،اسکے رکوع وسجودخشوع وخضوع کے ساتھ اچھی طرح ادانہ کرےتو وہ نماز سیاہ وتاریک بن کر یہ کہتے ہوئے بلند ہوگی :اللہ تعالی تجھے ضائع کرے! جیسا کہ تو نے مجھے

ضیعک الله کما ضیعتنی ، حتی إذا کانت حیث شاء الله لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه.

ضائع کیا، یہاں تک کہ وہ نماز اللہ تعالی جہاں تک چاہے پہنچتی ہے پھر اسے ایسا لپیٹ دیا جاتا ہے جیسا کہ بوسیدہ کپڑا لپیٹا جاتا ہے، پھر وہ نمازی کے چہرہ پر ماردی جاتی ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی،باب الباء،من اسمه بکر،حدیث نمبر3213)

اس سے معلوم ہوتا ہے نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ، یکسوئی ودلجمعی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے، کیوں کہ جس نماز میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا وہ رائگاں ہوجاتی ہے اوراس نماز کونماز میں کوتاہی کرنے والے کے چہرہ پرہی ماردیا جاتا ہے۔

﴿نماز میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے وعید﴾

نماز ایک عظیم عبادت ہے،اس سے غفلت نہیں کی جانی چاہئے،نماز کی ادائیگی میں سستی وکاہلی برتنا یالاپرواہی سے کام لینا ایسا گناہ ہے کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ. الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ .

تو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت کرنے والے ہیں۔

(سورة الماعون،آیت: 4/5)

آیت کریمہ میں جن نمازیوں کے لئے وعید بتلائی گئی وہ ایسے لوگ ہیں جو غفلت کی وجہ سے نماز پڑھتے ہی نہیں یا نماز پڑھتے بھی ہیں تو اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں،اس کے معاملہ میں لاپرواہی کرتے ہیں اوراپنی نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادانہیں کرتے ۔بلکہ افکار وخیالات میں گم ہوتے ہیں، نماز میں پڑھی گئی سورتوں سے غافل رہتے ہیں، رکعتوں کی تعداد سے بےخبر رہتے ہیں،حقیقت میں یہ

قابل افسوس بات ہے' ایک بندۂ مومن کو نماز کے بارے میں غفلت اور بے توجہی سے اجتناب کی بے حد ضرورت ہے۔

﴿نماز میں چوری﴾

نماز میں تعدیل ارکان کا خیال رکھنا ضروری ہے، لہذا رکوع اور سجدہ ادا کرنے کے دوران اطمینان ملحوظ رکھنا چاہیئے ، جو شخص اس کا خیال نہیں رکھتا اور رکوع اور سجدہ جلد بازی کے ساتھ ادا کرتا ہے اس سے متعلق حدیث پاک میں وعید وارد ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں سب سے بدترین چور اس شخص کو کہا گیا جو نماز کے ارکان رکوع، سجدہ وغیرہ میں کمی کرتا ہے اور اطمینان سے ارکان ادا نہیں کرتا، جیسا کہ مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسوأ الناس سرقة الذى يسرق صلاته.	چوری کے اعتبار سے سب سے بدترین وہ شخص ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔

(مسندالامام احمد،حدیث ابی قتادةالانصاری،حدیث نمبر 23311،المستدرك على الصحيحين، كتاب الصلوة،اما حديث انس،حديث نمبر799)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصلاة مكيال فمن اوفى استوفى ومن طفف فقد علم ما قال الله فى المطففين.	نماز اک پیانہ ہے جو مکمل ادا کرے گا وہ پورا ثواب پائے گا اور جو کمی کریگا تو اسے معلوم ہے اللہ تعالی نے کم ناپنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے، (کہ ان کے لئے ہلاکت و بربادی ہے۔)

(احیاء علوم الدین، ج:1، ص:154 ،اتمام الارکان)

﴿نماز ترک کرنے والوں کے لئے وعید﴾

حاضرین گرامی! ابھی آپ نے سنا کہ نماز اور مسلمان کا تعلق اس قدر گہرا ہے کہ کسی مسلمان سے نماز چھوڑنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، نماز سے بے تعلق رہنا، غیر مسلموں کا طریقہ ہے، نماز نہ پڑھنا، اہل کفر کا شعار ہے، اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان امتیاز یہ ہے کہ ہم اہل اسلام نماز پڑھتے ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے، جس کی صراحت ہمیں صحیح مسلم شریف کی اس حدیث پاک سے ملتی ہے:

عَنْ أَبِی سُفْيَانَ قَالَ	حضرت ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے
سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ	انہوں نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله	سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت رسول اللہ
عليه وسلم يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ	صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کے
الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ	درمیان اور شرک وکفر کے درمیان نماز کا چھوڑنا
وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلاةِ .	ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب الايمان ، باب بيان اطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة ، حديث نمبر:256)

اگر کوئی مسلمان نماز چھوڑ دے تو یقیناً اس نے اہل کفر کا عمل کیا، عملی طور پر ان میں شامل ہوگیا، مسلمانوں کو چاہئے کہ اس فرق وامتیاز کو باقی رکھیں اپنے شعار کی حفاظت کریں، جس طرح قرآن کریم وحدیث شریف میں نماز کی اہمیت بتلائی گئی ہے اسی طرح ہم اپنے اعمال کے ذریعہ اسے اہمیت دیں، جس طرح ہم اعتقادی طور پر نماز کو اہمیت دیتے ہیں اسی طرح نماز کی پابندی کرکے عملی طور پر اسے اہم قرار دیں، جو شخص

نماز چھوڑتا ہے اس کے لئے احادیث شریفہ میں وعیدیں وارد ہیں جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَرَكَ صَلاةً لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے٬ انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی نماز چھوڑ دی تو وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔

(المعجم الکبیرللطبرانی،حدیث نمبر:11617)

﴿صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی نماز﴾

نماز افضل ترین عبادت ہے،نماز میں بندہ بارگاہ الہی میں رہتا ہے،صحابہ کرام وتابعین عظام وخاصانِ خدا٬ خصوصاً نماز کی لذتوں سے خوب آشنا اور اسکے اسرار کے رازداں ہوتے ہیں،انوارِالہی وتجلیات خداوندی کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ بحالت نماز دائیں، بائیں دیکھنا یا افکار وتخیلات میں گم رہنا غفلت کی علامت ہے،اہل قلب ونظر کی نمازیں اس شان کی ہوتی ہیں کہ انکے خشوع کا کروڑواں حصہ بھی نماز میں غفلت کرنے والوں کومیسر آئے توانکا بیڑا پار ہوجائے۔

﴿حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نماز﴾

افضل البشر بعدازانبیاء،سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ، جملہ صحابہ کرام کے درمیان تمام احوال وکیفیات میں سب سے افضل واعلی ہیں،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز سے متعلق صحیح بخاری شریف میں روایت مذکور ہے:

فكان يصلى فيه	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کے آنگن
ويقرأالقران فيتصفق عليه	میں نماز ادا کرتے ،قرآن کریم کی تلاوت فرماتے
نساء المشركين وابنائهم	تو مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا ہجوم ہوجاتا ، وہ
يعجبون وينظرون اليه	آپ کو دیکھ کر تعجب کرتے ،حضرت ابوبکر رضی اللہ
وكان ابوبكر رجلا بكاء	عنہ بارگاہ الٰہی میں بہت زیادہ رونے والے تھے
لايملك دمعه حين	جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو اپنے
قرأالقران .	آنسوؤں پر قابو نہ رکھتے۔

(صحيح البخاری ، كتاب الكفالة، باب جوار ابی بكر فی عهد النبی صلی الله عليه وسلم وعقده ، حديث نمبر: 2297)

نماز میں آپ کا خشوع اور توجہ کی کیفیت سب سے زیادہ کمال پر تھی، چنانچہ آپ کے خشوع سے متعلق روایت ہے،حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز ادا فرماتے تو اس اطمینان سے قیام فرماتے جیسے کوئی لکڑی زمین میں گاڑ دی گئی ہو،یعنی لکڑی جس طرح بے حس و بے حرکت ہوتی ہے، غایت درجہ خشوع کے باعث نماز میں آپ کا بھی وہی حال رہتا:

عن مجاهد قال كان	حضرت مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت
ابن الزبير إذا قام فى	ہے،انہوں نے کہا کہ جب حضرت عبد اللہ بن
الصلاة كأنه عود من	زبیر رضی اللہ تعالی عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو
الخشوع قال مجاهد	خشوع کی وجہ سے گویا لکڑی معلوم ہوتے۔حضرت
وحدثت أن أبا بكر	مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے

كان كذلك. کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبه، ج2، ص237)

﴿حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نماز﴾

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سینہ، خوف الٰہی سے ایسا لبریز تھا کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور آہیں بلند ہوتیں:

عن عبد الله بن شداد بن الهاد قال سمعت نشيج عمر رضى الله عنه وانا فى آخر الصفوف فى صلاة الصبح وهو يقرأ سورة يوسف حتى بلغ اِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّى وَحُزْنِى اِلَى اللّٰهِ.

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد بیان فرماتے ہیں: میں نماز فجر کے موقع پر آخری صف میں تھا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی، اس وقت آپ سورۂ یوسف کی تلاوت فرمارہے تھے حتی کہ اس آیت پر پہنچے: اِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّى وَحُزْنِى اِلَى اللّٰهِ. (میں اپنے رنج وغم کی فریاد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔)

(كنز العمال، حرف الفاء، فضائل الفاروق رضى الله عنه)

﴿حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی نماز﴾

نماز سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال واوصاف بہت مشہور ہیں، آپ کی نماز سے متعلق منقول ہے:

كان على بن ابى طالب اذا حضر وقت الصلاة يتزلزل ويتلون وجهه فقيل له

جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جسم پر لرزہ طاری ہوتا اور چہرہ انور متغیر ہوجاتا، آپ سے اس کے متعلق

مـالک یـا امیـر المؤمنین؟	پوچھا جاتا: اے امیر المومنین کیا بات ہے؟
فیـقـول جـاء وقـت امـانة	تو فرماتے: اس امانت کی ادائی کا وقت آچکا
عـرضهـا اللـه علـى	ہے جسے اللہ تعالٰی نے آسمانوں، زمین اور
السـموات والارض	پہاڑوں پر پیش فرمایا تو انہوں نے اسے
والجبال فابين ان يحملنها	اٹھانے سے عاجزی کا اظہار کیا اور اس سے
واشفقن منها.	گھبرا گئے۔

(احياء علوم الدين، كتاب اسرار الصلوة ومهماتها، الباب الاول، فضيلة الخشوع)

﴿حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز﴾

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز ادا فرماتے تو دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا کہ کوئی درخت کا تنہ ہے اور نماز میں آپ کے استغراق کی یہ کیفیت ہوتی کہ داہنی جانب یا بائیں جانب منجنیق سے سنگ باری بھی کی جائے تو آپکو اسکا احساس نہ ہوتا، جیسا کہ منقول ہے:

عـن ابن المنكدر لو رأيت	حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے
ابـن الـزبيـر وهو يصلـى	انہوں نے فرمایا اگر تم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی
لـقـلـت غـصـن شـجـرة	اللہ عنہما کو نماز پڑھتے دیکھتے تو ضرور یہ کہتے: ایک
يـصـفـقـهـا الـريـح إن	ایسا تنہ ہے، جسکے پتوں کو ہوا نے جھاڑ دیا، آپ
الـمنجنيق ليقع ههنا وههنا	کے اطراف اگر منجنیق پھینکی جاتی تب بھی آپ کو
ما يبالى	اسکی پرواہ نہ ہوتی۔

(حلية الاولياء، عبدالله بن زبير)

﴿نماز کی اہمیت وفضیلت پر صحابۂ کرام کے اقوال﴾

...... ﴿سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصلاۃ امان الله فی الارض. نماز، زمین میں اللہ تعالی کی طرف سے امن وسلامتی کا سبب ہے۔

(کنزالعمال، کتاب الصلوۃ، الباب الاول فی فضلھا و وجوبھا، حدیث نمبر: 21617)

...... ﴿حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **لا اسلام لمن لم یصلّ.** یعنی جونماز نہ پڑھے اسکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

(کنز العمال، حدیث نمبر: 21620)

...... ﴿حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صلاۃ الرجل فی بیته نور واذا قام الی الصلاۃ علقت خطایا فوقه فلا یسجد سجدۃ الا کفر الله عنه بھا خطیئة. آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا نور ہے، جب وہ نماز کیلئے کھڑا ہوتو اسکی خطائیں اس کے اوپر لٹکائی جاتی ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اللہ تعالی سجدہ کی وجہ سے اسکی خطاؤں کو مٹادیتا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الطھارۃ، باب ما یکفر الوضوء والصلوۃ۔149)

...... ﴿حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما دمت فی صلاۃ فأنت تقرع باب الملک ومن تم جب تک نماز میں ہو اللہ تعالی کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور جو اللہ تعالی کا دروازہ

یقرع باب الملک یفتح له. کھٹکھٹائے اسکے لئے دروازہ ضرور کھولا جائیگا۔

(حلیة الاولیاء ،عبد اللہ بن مسعود،مصنف عبد الرزاق،کتاب الصلوۃ،باب الصلوۃمن اللیل ۔ 7435)

آخر میں رب کائنات کے دربار میں دعاء ہے کہ ہم سب کونماز پڑھنے کی توفیق دے ،عبادت کی لذتوں سے آشنا کردے ،نماز کی حلاوت وشیرینی عطافرمائے،اورہمیں نماز کے تمام فوائدوبرکات سے سرفرازفرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

☆☆☆

a

k

سفر معراج اور برزخی احوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا. صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ .

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضور اکرم،رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقہ وطفیل اس امت پر بے انتہاء احسانات فرمائے،اسے بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور مشقتوں کو دور کرکے اس امت کے لئے ہر معاملہ میں آسانی وسہولت عطا فرمائی۔

انہی آسانیوں میں یہ ہے کہ امتیوں سے گناہ سرزد ہوتے ہی فوراً مؤاخذہ نہیں کیا جاتا، بلکہ اُنہیں گناہوں سے بازآنے اور توبہ کرنے کے لئے مہلت دی جاتی ہے،ان پر عمومی عذاب نازل نہیں کیا جاتا۔

وقتاً فوقتاً عجیب وغریب نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں، کبھی سورج کو گہن لگتا ہے تو کبھی چاند کو گہن، کہیں زلزلہ آتا ہے تو کہیں وبائی امراض جنم لیتے ہیں،کوئی مقام سیلاب وطوفان کی زد میں آتا ہے تو کوئی علاقہ سونامی کی لہروں سے متأثر ہوتا ہے۔

قدرت کی یہ نشانیاں، عذاب الہی کی یہ علامتیں، کس لئے بھیجی جاتی ہیں؟ اس

کی وجہ قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا. ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لئے۔

(سورۃ الاسراء۔59)

یہ ساری نشانیاں اسی لئے ظہور میں آتی ہیں کہ خواب غفلت میں رہنے والا انسان بیدار ہوجائے ، گنہگار ومعصیت شعار آدمی' متقی وپرہیزگار بن جائے' دنیاداری ودنیا طلبی میں منہمک افراد آخرت کی طرف متوجہ ہوجائیں' اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور دنیا کے معاملات بھی دینداری کے ساتھ انجام دیں۔

حضرات! اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم سفر معراج سے متعلق گفتگو کریں گے اور معجزۂ معراج کے ان تابناک گوشوں سے روشنی حاصل کریں گے جن سے ہماری دنیا وآخرت سنورتی ہے،اس سفر معراج میں امت کے لئے دو پیغام ملتے ہیں:

(1) عقائد کی اصلاح۔(2) اعمال کی اصلاح۔ہم آج سفر معراج کے حوالہ سے اعمال کی اصلاح کی بابت گفتگو کریں گے۔

﴿احوال برزخ' امت کے لئے معراج کا اصلاحی گوشہ﴾

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب بہت احوال ملاحظہ فرمائے ،آپ نے نیکوکاروں کو بہترین حالت میں دیکھا،اور بدکاروں کو بدترین حالت میں دیکھا' اورامت کی اصلاح کے لئے اسے بیان فرمایااوران واقعات میں ہم امتیوں کے لئے سبق ہے، اچھے احوال سے ہمیں نیک اعمال کرنے کی جستجو پیدا کرنی چاہیے ، بُرے احوال سے عبرت حاصل کرتے ہوئے بدعملی ترک کرنے کا پختہ ارادہ کرنا چاہیے ،شب معراج دکھائے جانے

والے صالحین کے واقعات ہمارے لئے خیر وبھلائی کرنے میں مددگار اور حوصلہ افزا ہیں اور دین ودنیا میں کامیابی کے لئے مشعل ہدایت ہے،اسی طرح گنہگاروں کے واقعات ہمارے لئے عبرت ہیں اور اس میں ہمارے لئے درس ونصیحت ہے۔

شب معراج مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سفر کے دوران حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے برزخی احوال کا مشاہدہ فرمایا،آپ نے نیک وبداعمال اور حسنات وسیئات کو برزخی شکل میں ملاحظہ فرمایا اور اسے امت کے لئے بیان فرمایا' تا کہ نیک اعمال کی بہترین شکلوں سے امتیوں میں بھلائی کی رغبت پیدا ہو اور برے اعمال کی قبیح شکلوں کے ذریعہ برائی سے نفرت اور بیزاری ہوجائے۔

عالم برزخ کی اس تفصیل کو حضرت ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمہ نے دلنشین انداز میں تحریر فرمایا:

''ہر کام نیک ہو یا بدُ اسکے کرنے کے بعد اس کا رنگ روح پر اور دل پر جمتا ہے۔اور عالم برزخ میں چھپتا ہے، ہرایک کام عالم برزخ میں اپنے مناسب شکل وصورت سے ظاہر ہوتا ہے،اسی عالم برزخ کو قبر بھی کہتے ہیں، عالم برزخ میں جس کام کی جوصورت بنتی ہے قیامت تک وہی رہتی ہے ،پھر قیامت میں جب یہ دونوں عالم (دنیا اور برزخ) فنا ہوجائیں گے، کثافت کی چادر اتار کر سارا عالم لطیف اور نورانی ہوجائے گا،تو عالم برزخ میں جس کام کی جوصورت بنی تھی وہ کامل طور پر ظاہر ہوجائے گی۔

ہر نیک وبد کام کے موجود ہونے کی تین حالتیں ہوتی ہیں: (1)صدور (2) ظہور مثالی (3) ظہور حقیقی۔

ان حالتوں کو ریکارڈنگ (Recording) کی مثال کے ذریعہ سمجھا جاسکتا

ہے، آدمی منہ سے جو الفاظ نکالتا ہے وہ الفاظ ریکارڈ ہوتے ہیں اور ریکارڈ بجنے کے وقت الفاظ سنائی دیتے ہیں، (1) آدمی جب منہ سے الفاظ ادا کرتا ہے تو یہ پہلا درجہ عالم دنیا کی مثال ہے، (2) منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ریکارڈ میں قید ہوتے ہیں، یہ دوسرا درجہ عالم برزخ کی مثال ہے۔

(3) ریکارڈ بجنے لگے تو بعینہ وہی الفاظ ادا ہوتے ہیں اور وہی آواز ظاہر ہوتی ہے جو اس میں ریکارڈ ہوئی، یہ تیسرا درجہ ہے جو عالم آخرت کی مثال ہے۔ جو آواز منہ سے نکلتی ہے وہ ریکارڈ ہوتی ہے اور ریکارڈ بجانے کے وقت وہی آواز سنائی دیتی ہے۔

اسی طرح مسلمان کو اس میں شک نہیں کرنا چاہئے کہ جس وقت کوئی عمل نیک و بد اس سے ہوتا ہے وہ عالم برزخ میں نہ چھپے گا اور قیامت میں اس کا پورا ظہور نہ ہوگا، کیوں کہ قدرت کے کارخانہ میں جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا، ایسا ہی نیک و بد عمل کا جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اس کے برخلاف بھی نہیں ہوسکتا۔

(ملخص ازمعراج نامہ، ص45/44)

﴿مجاہدہ کرنے والوں کو سات سو درجہ اضافہ ثواب﴾

مجمع الزوائد میں راہ خدا میں مجاہدہ کرنے والوں سے متعلق منقول ہے:

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتی بفرس يجعل كل خطو منه أقصى بصره فسار وسار	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سواری پیش کی گئی، جو اپنا ایک قدم تا حد نظر رکھتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے

معه جبريل فأتى على	اور آپ کے ساتھ جبریل علیہ السلام بھی چلے ،
قوم يزرعون في يوم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک قوم کو
ويحصدون في يوم	ملاحظہ فرمایا، جوایک دن زراعت کرتی ہے ،
كلما حصدوا عاد كما	دوسرے دن جب بھی وہ کھیتی کاٹتی ہے فصل
كان فقال:يا جبريل من	پھر سے ہری بھری تیار رہتی ہے،حضور اکرم صلی
هؤلاء ؟ قال:هؤلاء	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے جبریل !یہ کون لوگ
المجاهدون في سبيل	ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ
الله تضاعف لهم	راہ خدا میں مجاہدہ کرنے والے ہیں،اُن کی نیکیوں
الحسنة بسبع مائة	کا اجروثواب اُنہیں سات سوگنا زیادہ دیاجائے
ضعف،وما أنفقوا من	گا،وہ جو کچھ خرچ کریں گے اللہ تعالی اُنہیں اُس
شيء فهو يخلفه.	کا بہترین بدلہ عطافرمائے گا۔

(مجمع الزوائد ، باب منه في الإسراء ،حديث نمبر235)

حضرات!ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دشمنانِ اسلام سے جہادتو مخصوص حالات میں ہوا کرتا ہےاوروہ بھی چند شرائط کے ساتھ محدود ہوتاہے،اس کے برخلاف ایک بندۂ مومن اپنے نفس کے ساتھ ہرروز جہادکر سکتاہے،جو کہ جہاد اکبرہے،اس کے ذریعہ ہم ہروقت سات سوگنا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿غصہ پرقابو پانے اورمعاف کرنے والوں کیلئے جنت میں محلات﴾

برادران اسلام!بندۂ مومن کا اپنے غصہ پرقابو پانااوراگراس پر زیادتی کی

جائے تو درگزر کرنا بھی نفس کا مجاہدہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ضبط کرنے والوں اور عفوودرگزر کرنے والوں سے متعلق خوشخبری سنائی، چنانچہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رأيت ليلة أسرى بي قصورا مستوية مشرفة على الجنة، فقلت: يا جبريل لمن هذا؟ فقال: للكاظمين الغيظ والعافين عن الناس.	معراج کی رات میں نے جنت میں برابر برابر اونچے محلات دیکھے تو میں نے کہا: اے جبریل یہ محلات کس کے لئے ہیں؟ تو جبریل نے عرض کیا: یہ محلات غصہ ضبط کرنے والوں کے لئے اور لوگوں کو درگزر کرنے والوں کے لئے ہیں۔

(کنزالعمال، حرف الالف، الاحسان فی الطاعات، حدیث نمبر:7016)

جولوگ اپنی مرضی کے خلاف کام ہونے کے باوجود اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہیں، دوسروں کی غلطی کے باوجود اُنہیں درگزر کرتے ہیں، اور غلطی پر ان کی گرفت نہیں کرتے تو اللہ تعالی جنت میں اُنہیں اونچے محلات عطا فرماتا ہے۔

﴿نماز نہ پڑھنے والوں کے سر کچل دئے جاتے ہیں﴾

برادران اسلام! رب العزت کی بندگی وعبادت میں سب سے مقدم نماز ہے، وہ اسلام کا اہم رکن ہے، جسکی ادائیگی پر رب العالمین انعام عطا فرماتا ہے اور اس عظیم عبادت سے غفلت کرنے والوں کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

چنانچہ سفر معراج کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور قوم کو

ملاحظہ کیا،جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے:

ثم أتى على قوم ترضخ رؤوسهم بالصخر كلما رضخت عادت كما كانت،ولا يفتر عنهم من ذلك شيء، قال:يا جبريل من هؤلاء ؟ قال: هؤلاء الذين تثاقلت رؤوسهم عن الصلاة.	ایک بدنصیب قوم سخت تکالیف میں مبتلا ہے ، ان کے سروں کو بڑے بڑے وزنی پتھروں سے کچلا جاتا ہے ، اِدھر سر کچلا گیا، اُدھر فوراً صحیح وسالم ہوگیا، پھر کچل دیا گیا،ان کی حالت بدستور یہی رہتی ہے،حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:اے جبریل !یہ کون بدنصیب لوگ ہیں،حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر اللہ کی بارگاہ میں نماز کے لئے نہ جھکے۔

(مجمع الزوائد ، باب منه في الإسراء ،حديث نمبر235)

جو پنج وقتہ نماز نہیں پڑھتے تھے ، بارگاہ خداوندی میں جبین نیاز خم کرنا بار سمجھتے تھے،اُنہیں اس طرح دردناک عذاب دیا جائے گا۔

﴿زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے شکم سیر نہ ہوں گے﴾

اسلام کا ایک اہم رکن زکوۃ ہے ،اسے ادا نہ کرنے والوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے،معراج کی شب اس کے بارے میں برزخی منظر اس طرح پیش کیا گیا:

ثم أتى على قوم على أدبارهم رقاع وعلى أقبالهم رقاع يسرحون كما تسرح	حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو برہنہ ہیں،ان کی ستر اور شرمگاہوں پر دھجیاں سی لگی ہوئی ہیں ،ان کی کیفیت یہ ہے کہ دوزخ کی خاردار خشک

الأنعام إلى الضريع	گھانس، درخت زقوم اور گرم پتھر، انگارے سب
والزقوم ورضف	کچھ کھا جاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، مگر وہ
جهنم، قال: ما هؤلاء يا	شکم سیر نہیں ہوتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
جبريل؟ قال: هؤلاء	وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟
الذين لا يؤدون	حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ وہ لوگ
صدقات أموالهم وما	ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے، اللہ
ظلمهم الله وما الله	تعالی نے اُن پر ظلم نہیں کیا اور اللہ تعالی بندوں پر ظلم
بظلام للعبيد.	کرنے والا نہیں۔

(مجمع الزوائد، باب منه فی الإسراء، حدیث نمبر235)

﴿سودخوروں کے پیٹ سانپوں سے بھرے ہونگے﴾

غرباء کی محتاجی کا غلط فائدہ اٹھانے والے، انہیں قرض دے کر ان سے زیادہ رقم وصول کرنے والے بھی دردناک عذاب کے مستحق ہیں، معراج کی رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی عذاب میں مبتلا پایا؛ چنانچہ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،
رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه	انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ
وسلم أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي	علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی شب میں
عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ	ایک ایسی جماعت کے پاس گیا جن کے پیٹ
فِيهَا الْحَيَّاتُ	گھروں کی طرح بڑے ہیں، جن میں

تُـرَى مِـنْ خَـارِجِ بُـطُونِهِمْ فَـقُـلْـتُ: مَـنْ هَـؤُلاَءِ يَـا جِبْـرَائِيلُ ؟قَالَ هَؤُلاَءِ أَكَلَةُ الرِّبَا .

سانپ ہیں جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے کہا:اے جبریل !یہ کون لوگ ہیں ؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:حضور!یہ سودخور ہیں۔

(سنن ابن ماجه ، ابواب التجارات ،باب التغليظ فى الربا،حديث نمبر2359)

﴿قرض دینے والوں کے لئے زائد ثواب کا وعدہ﴾

ضرورتمندوں کی مدد کرنا اور تنگدستوں کو قرض دینا باعث اجروثواب ہے،سفرمعراج کے موقع پرحضور پاک علیہ الصلوۃ السلام نے جہاں سودخوروں پر ہونے والے دردناک عذاب کی خبر دی،وہیں محتاجوں اورغریبوں کی مدد کرنے اور بلاسودی قرض دینے والوں کے لئے بھی بشارتیں ارشادفرمائی،جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث پاک ہے :

عَـنْ أَنَـسِ بْنِ مَـالِكٍ قَـالَ قَـالَ رَسُـولُ الـلَّهِ صلى الله عـلـيــه وسـلـم رَأَيْـتُ لَيْـلَةَ أُسْـرِىَ بِـى عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا الـصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَالْـقَـرْضُ بِثَـمَـانِيَةَ عَشَـرَ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ !مَا بَالُ

سیدناانس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:معراج کی رات، میں نے جنت کے دروازہ پر یہ لکھاہوا دیکھا''صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے''،تو میں نے کہا :اے جبریل ! کیا بات ہے کہ قرض صدقہ سے

الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ .؟	افضل ہے؟ جبریل نے عرض کیا: اس لئے
قَالَ لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ	کہ مانگنے والا ایسے وقت بھی مانگتا ہے جب
وَالْمُسْتَقْرِضُ لاَ يَسْتَقْرِضُ إِلَّا	کہ اُسے ضرورت نہیں ہوتی اور قرض لینے
مِنْ حَاجَةٍ .	والا ضرورت کی خاطر ہی قرض لیتا ہے۔

(سنن ابن ماجه ،كتاب الصدقات، باب القرض، حديث نمبر:2525)

قرض دینے والا اگر چاہتا تو اپنی رقم کو سرمایہ کاری کی غرض سے کسی کمپنی میں مصروف کرسکتا تھا، کسی تجارتی ادارہ میں مشغول رکھ سکتا تھا، لیکن اُس نے سرمایہ کاری کے ذریعہ حاصل ہونے والے فائدہ کو نظرانداز کیا، کسی معاشی غرض کے بغیر ضرورت مند شخص کو قرض کی رقم دے چکا، اس معاملہ میں اس کا کوئی اقتصادی مقصد نہیں، محض اس کی مدد کرنا مقصود ہے تو اس کے بدلہ اللہ تعالی اُس کو آخرت میں ایسا عظیم ثواب عطا فرماتا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہوتا ہے تو قرض دینے والے کو پروردگار عالم اٹھارہ گنا ثواب عنایت فرماتا ہے۔

﴿بے عمل واعظین وخطباء پر عذاب﴾

حضرات! نیکی کرنا اور نیکی کا حکم دینا، دونوں عمل ضروری ہے، لیکن صرف دوسروں کو ترغیب دینا اور خود عمل نہ کرنا، آدمی کے لئے نہایت خطرناک ہے، اس کے انجام سے متعلق مسند امام احمد کی روایت میں مذکور ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
اللَّهِ صلى الله عليه	ہے، اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی

وسلم مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِیَ بِی عَلَی قَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ: مَا هَؤُلاءِ؟ قَالَ: هَؤُلاءِ خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا كَانُوا يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ أَنْفُسَهُمْ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلا يَعْقِلُونَ.

اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس رات مجھے سیر کروائی گئی اُس رات میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے کہا: جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ لوگ آپ کی امت کے دنیادار خطباء ہیں، جولوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جایا کرتے تھے، حالانکہ وہ کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے تھے تو کیا وہ عقل نہیں رکھتے؟۔

(مسندالامام احمد ۔ مسند انس بن مالك ،حديث نمبر:13193)

﴿غیبت کرنے والوں پر عذاب﴾

غیبت معاشرہ کی سنگین برائی ہے، جس کی وجہ سے سماج میں آپسی اتفاق ختم ہوجاتا ہے اور اختلاف کی آگ بھڑک جاتی ہے، اگر کوئی شخص غیبت کرتا ہے، کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرتا ہے تو یقیناً اس سے معاشرہ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے حق میں بھی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ معراج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کرنے والوں کے عبرت ناک انجام کو ملاحظہ فرمایا جیسا کہ سنن ابوداؤد شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّه صلى الله

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی

علیہ وسلم: لَمَّا عُرِجَ بِی مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ.

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج کروائی گئی تو میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جس سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھروچ رہے ہیں تو میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور اُن کی عزت پر حملے کرتے تھے۔

(سنن ابی داود۔حدیث نمبر:4880)

حضرات! سفر معراج میں ظاہر ہونے والے ان برزخی احوال معلوم کرنے کے بعد ہمیں اپنی زندگی میں اصلاح کی کوشش تیز کرنی چاہیئے، نفس سے جہاد کے ذریعہ ہم اپنی اصلاح کریں، غصہ کو ضبط کر کے اپنے نفس کی اصلاح کریں، ضرورتمندوں کو قرض دے کر زائد نیکیاں حاصل کریں اور دیگر نیک اعمال اختیار کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاح کی کوشش کریں۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خیر و بھلائی کو اپنانے اور بدی و برائی سے اجتناب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمیں بجاہ طٰہٰ ویٰس صَلَّی اللهُ تَعَالَی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِه اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

O

معجزۂ معراج، اسرار وحقائق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ.

اللہ تعالی نے مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کومبعوث فرمایا، ہر نبی کو ان کے دور کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے، امت جس فن میں کمال رکھتی تھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی صنف اوراسی قسم سے اِس شان کا معجزہ پیش کرتے کہ تمام افراد کی عقلیں دنگ رہ جاتیں، صبح قیامت تک آنے والی تمام نسل انسانی چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت ہے اوراس امت میں چونکہ سائنس وٹکنالوجی بام عروج پر پہنچنے والی تھی، چنانچہ اللہ تعالی نے اسلام کو درپیش ہونے والے تمام چیلنجس کا جواب دیتے ہوئے اسلام کی حقانیت کوواضح کرنے کے لئے حضور پاک علیہ السلام کوایسے معجزات عطا فرمائے جن سے ساری ترقی یافتہ دنیا بھی حیران ہے۔

آج سائنس وٹکنالوجی ترقی اورعروج کی منزلیں طئے کرتی ہوئی اس مقام پر پہنچ گئی ہے کہ انسان سورج کی شعاعوں کوگرفتار کررہا ہے، خلائی کائنات کا سفر کرتے ہوئے چاندتک پہنچ گیا ہے، لیکن سائنس اور ماہرین فلکیات اپنی اس حیرت انگیز ترقی کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزۂ معراج کی عظمت ورفعت کے سامنے دم بخود ہیں۔

خاتم پیغمبراں اور سرور کون ومکاں
رفعتوں کی، عظمتوں کی آپ سے پہچان ہے
اُدْنُ مِـنِّـیْ کی صدا سے ہورہا ہے یہ عیاں
آپ کی قربت پہ حیراں عالمِ امکان ہے
(مؤلف)

حضرات! آج سائنسی دنیا جس قدر ترقی کرتی جارہی ہے اسی قدر اسلامی حقائق آشکار ہوتے جارہے ہیں، سفرمعراج کے سلسلہ میں جواعتراض کیا جاتا ہے؛ یہ کیسے ممکن ہے کہ رات کے مختصر سے حصہ میں اتنا طویل سفر کیا گیا ہو؟ اہل انصاف کے پاس یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ انسان کی بنائی ہوئی بجلی کی سرعت ورفتار کا حال یہ ہے کہ وہ ایک سیکنڈ میں تین لاکھ (3,00,000) کیلومیٹر کا سفر طئے کرتی ہے، جب مخلوق کی بنائی ہوئی روشنی (الیکٹری سٹی) کی قوتِ سرعت کی شان یہ ہے تو قادر مطلق نے جنہیں سراپا نور بنا کر بھیجا ہے اس نورِ کامل کی سرعتِ رفتار اور طاقتِ پرواز کا کون اندازہ کرسکتا ہے!

حضرات! اللہ تعالی نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی معراج عطا فرمائی،

لیکن جس قدر شان وعظمت والی معراج حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوعطا فرمائی، اس طرح کی معراج کسی اور کوعطا نہیں فرمائی، آپ نے رات کے مختصر سے حصہ میں اپنے جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصی، عالم برزخ، خلائی کائنات اور ساتوں آسمانوں کی سیر فرمائی، جنت ودوزخ کا مشاہدہ فرمایا، عالم ملکوت کے عجائبِ قدرت ملاحظہ فرمائے، سدرۃ المنتہی اور ماوراء عرش تشریف لے گئے اور رب تعالی سے بے حجاب ہم کلام ہوئے اور اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیدار حق تعالی کی خصوصی سعادت حاصل فرمائی۔

یہاں اس مبارک سفر میں پنہاں چند رموز واسرار، حقائق ومعارف بیان کئے جارہے ہیں تاکہ معلوم ہوکہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت کے اظہار کے لئے کس قدر اہتمام فرمایا ہے۔

ابھی خطبہ میں جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی، اس میں حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا إِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ.

(سورة بنی اسرائیل:1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ (خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کورات کے مختصر سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سیر کرائی، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

آیت معراج میں ایک لطیف اشارہ

واقعہ معراج شریف میں ہزار ہا حکمتیں پنہاں ہیں جن کو اہل علم وعرفان جانتے ہیں، سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت کریمہ میں جو واقعہ معراج کا تذکرہ کیا گیا ہے اس آیت مبارکہ کی ابتداء لفظ ''سبحان'' کے ''س'' سے ہے اور اختتام ''بصیر'' کی ''ر'' پر ہے، آیت معراج کے ابتدائی اور اخیر حرف کو ملانے سے ''سر'' بنتا ہے جس کے معنی عربی زبان میں 'راز' کے ہیں، اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ واقعہ معراج سر من اسرار اللہ اللہ کے رازوں میں ایک عظیم راز ہے جس کی حقیقت کو سوائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان راز کی باتوں کو پوشیدہ رکھ دیا، فرمایا ہے:

فَـأَوۡحٰـى إِلَـى عَبۡدِهٖ مَـا أَوۡحٰى.	خدائے تعالیٰ کو اپنے بندہ پر جو وحی کرنی منظور تھا وہ وحی کی۔

(سورۃ النجم،آیت:10)

بشریت کی اعجازی شان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معراج شریف میں عرش الٰہی پر جانا ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ آپ کا واپس آنا بھی معجزہ ہے، چونکہ آپ نور ہیں اور بشری لباس میں یہاں جلوہ گر ہوئے ہیں، رات کے مختصر سے حصہ میں عالم بالا کی سیر کرنا اور لامکاں تشریف لے جانا، یہ آپ کی شان بشریت کا معجزہ ہے اور نور ہوکر لوگوں کے درمیان رہنا، تجارت ومعاملات کرنا، خورد ونوش فرمانا یہ آپ کی شانِ نورانیت کا معجزہ ہے۔

ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: خوراک ، پوشاک اور مکان، یہ ضروریات زندگی کہلاتے ہیں، جن پر زندگی کا مدار ہوتا ہے، یہ چیزیں ہر فرد بشر کی زندگی کا جزءِ لاینفک ہیں، اللہ تعالی نے معراج کی شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کی اعجازی شان کو اس طور پر واضح فرمایا کہ کوئی بشر مکان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور مصنوعی آلہ استعمال کئے بغیر وہ خلائی کائنات سے گزر نہیں سکتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی شب خلائی کائنات سے گزرے اور لامکاں پہنچے، یہ آپ کی بشریت کا اعجاز ہے۔ اسی طرح انسان بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ شان ہے کہ آپ بغیر سحر وافطار کے مسلسل روزہ رکھا کرتے ، صحابۂ کرام بھی آپ کی اتباع میں مسلسل روزے رکھنے لگے تو ان پر ضعف ونقاہت طاری ہونے لگی ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي	تم میں کون میری طرح ہے؟ میں اپنے پروردگار
أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي	کے پاس رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے
وَيَسْقِينِ.	کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحيح البخاری، کتاب الصوم، باب التنكيل لمن أكثر الوصال، حدیث نمبر۔1965)

حضرات! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور حضرت جبریل امین علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں، تو ظاہر ہے کہ وہ نورانیت میں تمام ملائکہ میں ممتاز ہیں، لیکن طائر سدرۃ المنتہی ، امین وحی الہی ، سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ

السلام بھی معراج کی شب سدرۃ المنتہی پر رک گئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اس مقام سے انگلی کے پور کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو تجلیات الٰہی کی وجہ سے جل کر خاک ہو جاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَفِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَقَامِ يَتْرُكُ الْخَلِيْلُ خَلِيْلَهُ؟ فَقَالَ: لَوْ تَجَاوَزْتُ لَاُحْرِقْتُ بِالنُّوْرِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاُحْرِقْتُ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: کیا ایسے مقام پر کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑ دیتا ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! اگر میں آگے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں گا، اور ایک روایت میں ہے: اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب آؤں تو خاکستر ہو جاؤں گا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاسراء، آیت نمبر:1، ج:5، ص:121)

الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہی سے آگے تشریف لے گئے۔

برادران اسلام! مقام غور ہے! جو فرشتہ نور سے پیدا کیا گیا اس کی ذات ان تجلیات الٰہیہ کی متحمل نہیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی اعجازی شان یہ ہے کہ آپ سدرۃ المنتہٰی سے آگے گزر گئے، حریم ناز میں پہنچے، حظیرۂ قدس میں باریابی حاصل فرمائی اور تجلیات الٰہیہ کی آپ پر پیہم بارش ہوتی رہتی ہے۔

اس طرح سفر معراج کے ذریعہ دنیا پر آشکار کیا گیا کہ جبریل امین سید الملائکہ کا حال یہ ہے کہ باوجود نورانی ہونے کے ان تجلیات الٰہیہ کی تاب نہ لا سکے اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیع یہ ہے کہ آپ ہر آن قرب الٰہی کی منزلیں طے فرماتے

ہیں اور آپ پر ہر دم نئی تجلی کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْاُوْلٰى.	اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

(سورة الضحیٰ،آیت:4)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر آن انوار وتجلیات الہیہ کی مسلسل بارش ہوتی رہتی ہے آپ صرف ان انوار وتجلیات کا تحمل ہی نہیں فرماتے بلکہ امت کو ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض و مستنیر بھی فرماتے ہیں۔

﴿نورانیت کی اعجازی شان﴾

برادران اسلام! آپ نے ابھی معجزۂ معراج کے پس منظر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بشریت کے چند اعجازی پہلو ساعت کئے،اب آپ کی شان نورانیت کے نورانی تذکرہ سے اپنے قلوب کو منور کریں!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رب تعالی کا دیدار فرمایا،اور دیدار بھی اس شان سے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى .لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى .	(دیدار حق کے وقت) نہ نگاہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور نہ جلوۂ حق سے متجاوز ہوئی۔ بیشک آپ نے اپنے رب کی نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی (جلوۂ حق) کا مشاہدہ کیا۔

(سورة النجم،آیت:17/18)

آپ کی نورانیت کی اعجازی شان بیان کرتے ہوئے زبدۃ المحدثین حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (شب معراج جب آپ کی سواری نکلی تو) ستر ہزار فرشتے سیدھی طرف اور ستر ہزار فرشتے بائیں طرف، ہر ایک کے ہاتھ میں عرش کے نور کی ایک ایک مشعل تھی، باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے نور کا اور ہی عالم تھا۔ حکم ہوا جبرئیل! میرے حبیب کے چہرہ پر کئی ہزار پردے پڑے ہوئے ہیں پھر بھی نور کا یہ عالم ہے، اچھا ذرا ایک پردہ تو اٹھاؤ! ایک پردہ کا اٹھنا تھا کہ نور کے جو لکھو کھا قندیلیں روشن تھیں حضرت کے نور کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ (معراج نامہ، ص: 43)

﴿قلب اطہر کو غسل دیا گیا﴾

شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کو آب زم زم سے دھویا گیا، آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا، ایمان وحکمت سے لبریز طشت اُس میں انڈیل دیا گیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

فَشَقَّ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ . . . فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِى ، ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءَةٍ إِيمَانًا ، فَغُسِلَ قَلْبِى ثُمَّ حُشِيَ.	فرشتہ نے یہاں (سینہ) سے یہاں (ناف) تک چاک کیا۔ اوراس نے میرا دل نکالا، پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا، جو ایمان سے لبریز تھا، پھر میرے دل کو دھویا گیا اور (اپنے مقام پر) رکھدیا گیا۔

(صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب المعراج، حدیث نمبر 3887۔ مسند

الامام احمد،حديث مالك بن صعصعة،حديث نمبر18312)

برادران اسلام !زندگی کا تعلق دل سے ہے،قلب مرکز حیات ہے،کائنات میں کوئی ایسا انسان نہیں جو بغیر دل کے زندہ رہ سکے،اوپن ہارٹ سرجری (Open heart surgery) کے دوران بھی اطباء ایسے آلات کا استعمال کرتے ہیں،جن کی مدد سے وہ دل اور جسم کے درمیان رابطہ ضرور باقی رکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے انسان زندہ رہتا ہے،اور ادھر حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی شان یہ ہے کہ آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا،زم زم کے پانی سے قلب اطہر کو دھویا گیا،انوار وحکمت کے طشت انڈیلے گئے،ان تمام احوال کی خبر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی ہے،مرکز حیات قلب باہر نکالے جانے کے باوجود بدستور آپ حیات رہے،معلوم ہوا کہ زندگی کے وسائل بظاہر منقطع ہونے سے آپ کے علم وادراک اور حیات طیبہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اس مقام پر تفسیر وحدیث،سیر وتاریخ کی کسی کتاب میں اس امر کا ذکر نہیں ملتا کہ سینۂ اقدس چاک کئے جانے پر آپ کے جسم اطہر سے خون کا قطرہ نکلا ہو۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی،خون کا نکلنا بشریت کا تقاضہ ہے اور خون کا نہ نکلنا نورانیت کا تقاضہ ہے،سینۂ اقدس چاک کئے جانے پر بھی خون کا قطرہ نہ نکلنا،اسی طرح قلب اطہر سینۂ اقدس سے نکالنے کے بعد بھی بدستور باحیات رہنا،آپ کی بشریت کا معجزہ ہے،جو آپ کی نورانی شان کو ظاہر کرتا ہے،لہذا آپ کی شان نورانیت بھی بے مثال اور شان بشریت بھی بے مثال۔

شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبری ہیں وہ
علم میں فضل میں ہر وصف میں سب سے اعلی
شاہ کونین کو ہر شان میں یکتا دیکھا
(مؤلف)

﴿سفر معراج کی حکمت﴾

برادران اسلام! یوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے فرش زمین پر رہ کر عجائب قدرت اور عالم بالا کے حقائق کو اپنی نورانی آنکھوں سے دیکھا کرتے ہیں، جنت ودوزخ کا مشاہدہ فرماتے ہیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی کائنات کا سفر کروائے بغیر' اللہ تعالی روئے زمین پر ہی عالم بالا ولا مکاں کی رؤیت اور جنت ودوزخ کا مشاہدہ کرواتا ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، قَالُوا:	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گہن لگا، تو آپ نے نماز کسوف ادا فرمائی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ؟قَالَ: إِنِّي أُرِيتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو اپنے مبارک ہاتھ میں لے رہے ہیں پھر آپ پیچھے کی جانب تشریف لائے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک میرے سامنے جنت پیش کی گئی اور میں نے اس سے انگور کا خوشہ لینے کا ارادہ کیا (پھر میں نے اس ارادہ کو ترک کردیا) اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے وہ کبھی ختم نہ ہوتا۔

(صحیح البخاری ، کتاب الاذان، باب رفع البصر إلى الإمام فی الصلاۃ، حدیث نمبر۔706)

واضح ہوا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہوکر آسمانی کائنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر آپ کو معراج کی شب آسمانوں پر کیوں بلایا گیا؟

دراصل اس میں حکمت الٰہی ومنشا ایزدی یہ ہے کہ عجائبِ قدرت کا مشاہدہ اور عالم ملکوت کی سیر کے علاوہ اپنے قرب خاص سے نواز کر ہم کلامی ودیدار پُرانوار کے شرف سے مشرف فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر ومنزلت کو تمام مخلوقات پر آشکار کرنا بھی مقصود تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل تبلیغ دین واشاعت اسلام فرماتے رہے اور لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتے رہے، قدرشناسوں نے آپ کے دامن لطف وکرم سے وابستگی حاصل کی، لیکن سرکش لوگوں کی عناد وسرکشی اور

ہٹ دھرمی، دعوت حق سے روگردانی اور دین حق سے اعراض کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الٰہی ودعوتِ اسلام دینے کے لئے طائف کی طرف سفر فرمایا، وہاں آپ نے دعوت اسلام دی، لیکن اہل طائف نے بجائے ایمان لانے کے آپ کے ساتھ مختلف قسم کی شرارتیں شروع کردیں، آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کے قدم مبارک لہولہان ہوئے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

طائف کی زمین میں دی گئی تکلیفوں اوراذیتوں سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پرگرانی اور خاطر عاطر پر حزن طاری تھا،حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین خاطر اورآپ کوفرحت ومسرت عطا کرنے کے لئے اورساری خلقت پرآپ کی قدرومنزلت آشکارکرنے اوردیدارپُرانوار سےنوازنے کے لئے اپنے قرب خاص میں طلب کیا،تاکہ دنیاوالوں کے سامنے آپ کی عُلوِّ شان اور آپ کا مقام ومرتبہ ظاہر ہوجائے کہ جن مبارک قدموں کوطائف کی سرزمین پرزخمی کیا گیا یہ وہ مبارک قدم ہیں کہ عرش الٰہی بھی ان کو چوم کر برکتیں حاصل کرتا ہےاورسدرہ کے مکین، روح الامین بھی قرب خداوندی میں رہنے کے باوجود برکتوں کے سلسلہ میں ان مبارک قدموں کےمحتاج ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کو باعث سعادت سمجھتے اسی طرح اپنے مقام سدرۃ المنتہی میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کےتشریف فرماہونےکو باعث خیروبرکت جانتے ہیں۔

ملامعین کاشفی ہروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے''معارج النبوت''میں روایت ذکر

کی ہے:

بعد ازاں جبرئیل علیہ السلام	جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول
گفت یا رسول اللہ صلی اللہ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری آپ سے
علیہ و آلہ وسلم !مرابتو	ایک درخواست ہے، حضور اکرم صلی اللہ
حاجتیست فرمود آں حاجت	علیہ وسلم نے فرمایا: کہو! وہ کیا ہے؟ انہوں
کدام استگفت خواہم کہ	نے عرض کیا: میری خواہش ہے کہ آپ
دریں مقام دو رکعت	یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائیں تا کہ
نمازکنی تا مقام من از برکت	میری قیامگاہ آپ کے قدم مبارک کی
قدم مبارکت بھرۂ یابد۔	برکت سے بہرہ ور ہو جائے۔

(معارج النبوت، رکن سوم، باب چھارم، فصل سیزدھم، در غرائب سدرۃ المنتھی، صفحہ 931)

﴿براق کے انتخاب کی حکمت﴾

حضرات !اس مبارک سفر کے لئے دستور کے مطابق اللہ تعالی بجائے براق کے کسی اور دنیوی سواری جو عرب میں استعمال کی جاتی تھی اسے روانہ فرمادیتا، یا اس سواری میں سرعت وتیزی پیدا فرمادیتا اور اسے بھیج دیتا یا آئندہ زمانہ میں جو تیز رفتار سواریاں پیدا ہونگی انہیں روانہ فرمادیتا،لیکن ایسانہیں کیا بلکہ جنتی براق پیش کیا تا کہ پتہ چلے بے مثل وبے مثال حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سورای بھی ایسی بے مثال پیش کی جاتی ہے کہ آپ سے پہلے کسی نے اس پر سواری کی ہے اور نہ آپ کے بعد دنیا میں کسی اور کو ایسی سواری عطا کی جائے گی اور اگر آئندہ زمانہ میں پیدا ہونے والی تیز

رفتار سواریاں پیش کی جاتیں تو مستقبل میں لوگ ترقی کر کے اس جیسی سواری پر سوار ہوتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جنتی سواری کا انتخاب فرمایا کہ اس جیسی سواری پر دنیا میں کوئی سوار نہ ہو سکے۔

﴿براق پر سواری شاہانہ شان کیلئے﴾

براق ایک جنتی سواری ہے، آپ کی خدمت اقدس میں براق کی سواری پیش کی گئی، بجائے اس کے یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ کے لئے مسافت کو لپیٹ دیا جاتا، زمین سمیٹ دی جاتی اور آپ کا ایک قدم مبارک مکہ مکرمہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مبارک مسجد اقصیٰ میں، لیکن حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ایسا نہیں کیا گیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ مسافت کو لپیٹنا اولیاء کرام میں بھی مشترک ہے، اس کے برخلاف ایسی سواری کا ہونا جو چشم زدن میں طویل مسافت کو طئے کرے یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی امتیازی شان ہے۔ **دوسری وجہ** یہ ہے کہ "براق" سواری کی ضرورت ہونے کی بناء پر نہیں لائی گئی، بلکہ براق کو شرف بخشنے کے لئے اور آپ کی شان وشوکت کے اظہار کے لئے لائی گئی تھی، جس طرح دنیا کے معززین کو دعوت دی جاتی ہے تو نمائندہ کے ساتھ سواری بھیجی جاتی ہے، اس میں مہمان کا اکرام واحترام مقصود ہوتا ہے، اسی طرح خالق کائنات نے اپنے بے مثال حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو ایسی سواری بھیجی جس پر کوئی بشر سوار نہیں ہوا۔

ان الحکمة فی الاسراء به راکبا،	زمین سمیٹنے پر قدرت کے باوجود سواری
مع القدرة علی طی الارض له،	کے ذریعہ سیر کرانے میں حکمت یہ ہے
اشارة الی ان ذلک وقع تانیسا له	کہ یہ واقعہ اظہار معجزہ کے مقام پر

بالعادة، فی مقام خرق العادة، لان العادة جرت ان الملک اذا استدعی من یختص به بعث الیه بمرکوب سنی یحمله علیه فی وفادته الیه.	رواج وروایت کے مطابق رونما ہوا، چونکہ عموماً رواج یہی ہے کہ بادشاہ کسی شخصیت کو مدعو کرتا ہے تو اس کے پاس اپنے نمائندہ کے ساتھ عمدہ سواری بھیجتا ہے۔

(مواهب لدنیه مع شرح زرقانی، ج 8، ص 70)

﴿مسجد اقصیٰ تشریف لے جانے کی حکمتیں﴾

برادران اسلام! یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج کے موقع پر بیت المقدس تشریف لے گئے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو آسمانی کائنات کا سفر کروانا مقصود تھا، اور رب تعالی سے ہمکلامی اور دیدار پرُ انوار کی سعادت سے مالا مال کرنا تھا تو پھر آپ کو براہ راست آسمانوں پر کیوں نہیں لے جایا گیا، بیت المقدس کیوں لے جایا گیا، تو اس کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ

پہلی حکمت: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ اس لئے لے جایا گیا کہ کفار کو آپ کی صداقت کی دلیل مہیا ہو، کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوئی نہیں تھیں، وہ آپ کے معجزۂ معراج کی تصدیق کس طرح کرتے! چونکہ انہوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی تھی، آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں، آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتادیئے تا کہ آپ کی خبر صادق کے مطابق کفار پر حجت قائم ہو جائے۔

والحکمة فی إسرائه صلی الله علیه وسلم اولا إلی بیت

المقدس، لاظهار الحق علی من عاند، لانه لو عرج به من مكة إلى السماء، لم يجد لمعاندة الاعداء سبيلا إلى البيان والايضاح.

(سبل الهدی والرشاد، ج1، ص17)

﴿بیت المقدس کی آرزو﴾

دوسری حکمت: امام محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملک شام میں میدان حشر برپا ہوگا اور معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جانے میں مشیت خداوندی یہ تھی کہ جب آپ کے مبارک قدم وہاں پڑ جائیں گے تو کل روز قیامت آپ کی امت کے لئے آسانیاں وسہولتیں میسر آ جائیں گی اور آپ کے قدمین اطہرین کی برکت کے سبب وہاں پرٹھہرنا آسان ہوجائے گا۔

(سبل الهدی والرشاد، ج3، ص 18)

تیسری حکمت: جو حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی ہے، آپ نے تحریر فرمایا: اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بیت المقدس ہر وقت دعا کرتا تھا کہ الٰہی! تمام پیغمبروں سے میں مشرف ہو چکا، اب میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں ہے، اگر ہے تو یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مُبارک دیکھوں ان کی ملاقات کے شوق کی آگ بے حد بھڑک رہی ہے، بیت المقدس کی آرزو پوری کرنے کے لئے بیت المقدس لے جایا گیا۔ (معراج نامه، ص: 29)

﴿جبرئیل امین کا حسن ادب﴾

معراج کی رات حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حسن ادب کا عظیم نمونہ پیش کیا، جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو معمول

کے مطابق دروازہ کی جانب سے نہیں آئے، بلکہ گھر کی چھت سے داخل ہوئے، اور قاعدہ تو یہ ہے:

وَاْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا. اورتم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:189)

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ فرشتہ کا خلاف عادت غیر معمولی راستہ اختیار کرنے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاف عادت ہے اور چھت کو شق کر کے اوپر کی جانب سے داخل ہونے میں اشارہ ہے کہ آپ کا سفر عروج وبلندی والا ہے۔

شب معراج جبرئیل علیہ السلام نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کی عظیم سعادت حاصل کی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ونزل جبريل وميكائيل واسرافيل عليهم السلام ومع كل واحد منهم سبعون الف ملك فاخذ جبريل بلجامها وميكائيل بركابها واسرافيل من خلفها.

شب معراج جبرئیل میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام حاضر خدمت ہوئے اور ان میں ہر ایک کے ساتھ ستّر ستّر ہزار فرشتے تھے، جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام براق کی لگام تھام لئے، میکائیل علیہ السلام رکاب پکڑے، اور اسرافیل علیہ السلام غاشیہ بردار رہے۔

(تفسیر روح البیان ، ج5، ص109)

واقعہ معراج کے موقعہ پر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جبرئیل امین کے حسن

ادب کا سب سے اعلیٰ قرینہ ملتا ہے، ملا محمد معین کاشفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام کی حاضری کی کیفیت سے متعلق روایت بیان کی ہے:

وروایت دیگر آنکہ از جبرئیل علیہ السلام منقولست کہ گفت مرا بوحی الٰھی چناں معلوم شدہ بود کہ ترتیب نہاد و ترکیب قالب من از کافور جنت بودہ و حکمت آں نمید انستم و حکمت آں در شب معراج و انستم و آنچناں بود کہ در حسن ایقاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از خواب متامل بودم کہ بچہ کیفیتش از خواب بیدار کنم تاملم شدم کہ روی خود رابر کف پای مبارکش نہم چون روی خود برکف پای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالیدم برودت کافور باحرارت کہ لازمہ خوابست مقارن گشتہ	دوسری روایت جبرئیل علیہ السلام سے یہ منقول ہے کہ مجھے وحی الٰہی سے معلوم ہوا کہ میرے جسم کی ساخت وترکیب جنت کے کافور سے ہوئی ہے مگر مجھے اس کی حکمت کا علم نہیں تھا۔ اس کی حکمت مجھے معراج کی رات معلوم ہوئی، وہ اس طرح کہ میں نفاست ولطافت کے باوجود آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کرنے میں تامل کر رہا تھا اور فکرمند تھا کہ کس کیفیت سے بیدار کروں، مجھے حکم ہوا کہ اپنے چہرہ کو آپ کے پائے مبارک کے تلوے اقدس پر مس کروں، جب میں نے اپنے چہرہ کو پائے مبارک پر ملا، کافور کی برودت ،حرارت کے ساتھ ملی، آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب استراحت سے بہ سہولت

آنحضرت صلی الله علیه و آله وسلم از خواب بلطف بیدار شد حاص آنوقت دانستم حکمت در خلق خود از کافور حکمت۔

بیدار ہوئے، اس وقت مجھے اپنے کافور سے پیدا کئے جانے کی حکمت معلوم ہوئی۔

(معارج النبوة فی مدارج الفتوة رکن سوم، باب چهارم، فصل دوم، در حکمت تعیین شب از برای معراج، صفحه:601)

﴿آغاز سفر ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان سے کیوں؟﴾

معراج شریف کے اس مبارک سفر کا آغاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس سے نہیں بلکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان سے ہوا۔اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے درِ دولت میں بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہے۔ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کے بیان میں قرآن کریم ناطق ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

اے ایمان والو! نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے کاشانۂ اقدس میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

(سورۃ الاحزاب،آیت:53)

اور اس حکم میں فرشتے بھی شامل ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف نبوت ورسالت کی شان کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

وارسلت الى الخلق كافة. اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(صحیح مسلم، ج 1،ص 199،حدیث نمبر: 523۔مسند امام احمد،مسند ابو

ھریرہ رضی اللہ عنہ،حدیث نمبر:8969۔ زجاجۃ المصابیح،5ص8)

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری نے مرقات میں اسکی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

ای الی الموجودات باسرھا عامۃ من الجن والانس و الملک والحیوانات والجمادات	میں تمام کائنات ، جنات وانسان ، فرشتے، حیوانات و جمادات سب کی طرف رسالت ونبوت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔

(مرقاۃ المفاتیح ،کتاب الفضائل والشمائل،باب فضائل سیدالمرسلین)۔

اسی لئے فرشتے بھی بلا اجازت آپ کے دراقدس میں داخل نہیں ہوتے ، معراج کی شب آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں آرام نہیں فرمائے بلکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان تشریف لے گئے تاکہ فرشتہ آداب دربار مصطفوی اور مشیت الٰہی کے مطابق خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔

حالت استراحت میں بارگاہ حق سے پیغام معراج

بندہ جب عبادت میں مصروف رہتا ہے تو وہ اللہ تعالی کے قرب خاص میں ہوتا ہے،نمازی جب نماز میں ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے "یناجی ربہ"،اورحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں:

قَالَ اَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ.	بندہ اپنے مولی سے اس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود .حدیث نمبر 1111۔سنن

ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود۔حدیث نمبر875۔)

لیکن اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوکسی مخصوص عبادت کی حالت میں پیغامِ معراج نہیں بھیجا بلکہ آپ کے استراحت فرمانے کی حالت میں جبریل امین کو بھیجا، گوکہ سفرمعراج ازاول تا آخر بیداری میں ہوالیکن جبریل امین معراج کا پیغام اس وقت لے کرحاضر ہوئے جبکہ آپ استراحت فرمارہے تھے۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استراحت فرمانے کی اداکوبھی اسقدرمحبوب رکھتا ہے کہ اس میں اپنی نوازشات کی برسات فرماتا ہے،استراحت کی حالت میں قرب حق کی یہ شان ہے، بارگاہ خداوندی سے ایک عظیم سفر کیلئے پیغام ملتا ہے،تو پھروہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کعبہ میں ہوتے ہیں ،ذکر ودعاء میں مصروف رہتے ہیں،دربار خدامیں قیام فرماہوتے ہیں ،تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں تو اس وقت انعامات واکرامات کی مسلسل بارش کا کیا عالم ہوگا۔اورآپ کا استراحت فرمانا بھی اس شان کا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. میری آنکھ سوتی ہےاورمیراقلب جاگتارہتاہے۔

(صحیح بخاری شریف، کتاب المناقب، باب کان النبی صلی الله علیه وسلم تنام عینه ولا ینام قلبه، حدیث نمبر:3304)

اسی لئے آپ نے فرشتہ کے داخل ہونے اورادب کے نرالے اندازکوبھی بیان فرمایا، کیونکہ عام افراد کی نیندغفلت کی ہوتی ہے اورحضرات انبیاء کرام کی حالتِ نیند وبیداری دونوں یکساں ہیں۔

اس طرح آپ نے رات کے مختصر سے حصہ میں معراج کا سفر طے کیا،اللہ

تعالیٰ نے آپ کو ان مقامات عالیہ ودرجات رفیعہ پر متمکن فرمایا کہ عقل انسانی ان کا ادراک بھی نہیں کرسکتی ،اس رات آپ علیہ السلام کو بیداری میں بلاحجاب دیدار الٰہی کا شرف عطا کیا گیا۔

دیدار الٰہی کے ثبوت میں صحابۂ کرام وتابعین عظام کے اقوال

حضرات! متعدد صحابۂ کرام سے اس سلسلہ میں روایتیں منقول ہیں: جامع ترمذی، مسند احمد، مستدرک علی الصحیحین، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، تفسیر ابن کثیر، سبل الہدی والرشاد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ. قُلْتُ: أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُولُ :" لاَ تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ" قَالَ: وَيْحَكَ! ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِى هُوَ نُورُهُ، وَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ.

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا' نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک واحاطہ کرتا ہے'؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر تعجب ہے! اللہ تعالیٰ کا دیدار اس وقت نہیں کیا جاسکتا جب وہ اپنے اُس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اُس کا غیر متناہی نور ہے اور بے شک سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دومرتبہ دیدار کیا ہے۔

(جامع ترمذی ،ابواب التفسیر 'باب ومن سورۃ النجم ' حدیث نمبر: 3590،

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ والنجم،تفسیر ابن کثیر، سورۃ النجم: 5،ج:7،ص:442،سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، جماع أبواب معراجہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ج: 3، ص:61، مستدرك علی الصحیحین ، کتاب التفسیر ، تفسیرسورۃ الانعام،حدیث نمبر: 3191،مسند احمد، معجم کبیر،تفسیرابن ابی حاتم ، سورۃ الانعام ، قولہ لاتدرکہ الابصار،حدیث نمبر:7767)

☆ نیز صحاح ستہ میں سے مشہور کتاب جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللَّهَ	حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے
قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ	رؤیت اور کلام کو حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى:	وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا
فَكَلَّمَ مُوسٰى مَرَّتَيْنِ	دو بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور دو مرتبہ
وَرَآهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ.	حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا دیدار کیا۔

(جامع ترمذی ،حدیث نمبر:3589' ابواب تفسیر القرآن)

☆ دیدار الٰہی سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان گفتگو ہوئی ،اس سلسلہ میں تفسیر ابن کثیر میں روایت منقول ہے:

لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی
بِعَرَفَةَ ،فَسَأَلَهُ عَنْ	اللہ عنہ سے مقام عرفہ میں ملاقات کی تو انہوں نے
شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى	ایک چیز کے بارے میں سوال کیا تو حضرت کعب رضی
جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ،	اللہ عنہ نے اتنا بلند نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونجنے لگے'
فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :إِنَّا	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بیشک ہم
بَنُوْهَاشِمٍ. فَقَالَ	بنو ہاشم سادات ہیں۔تو حضرت کعب

كَعْبٌ: اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُوْسٰى وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَرَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ وَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ.

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت اور کلام کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اورحضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کردیا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کا دیدار کیااور حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہم کلامی سے مشرف ہوئے۔

(تفسير ابن كثير' سورة النجم:5)

﴿شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح﴾

شیخ الاسلام ارشادفرماتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ لوگ کچھ بھی کہیں ہم بنی ہاشم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کواپنی آنکھوں سے دیکھا' اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی جوکسی نبی کوحاصل نہ ہوئی۔

اب دیکھئے بنی ہاشم خصوصاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ حضرت نے اپنے رب کواپنی آنکھوں سے دیکھابظاہر''لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' کے معارض ہے پھرکیا یہ ممکن ہے کہ وہ حضرت کی قرابت یا محبت کی وجہ سے اس نص قطعی کے مخالف یہ رائے قائم کئے ہوں گے؟ ہرگزنہیں۔

ان حضرات نے ضرورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سنا ہوگا' اگر یہ حسن ظن نہ کیا جائے تو بہت بڑاالزام تفسیر بالرائے کا ان کے ذمہ عائد ہوگا' اوراس حسن ظن پر یہ قرینہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ علاوہ کامل الایمان

ہونے کے بمقتضائے قرابت اور فرط محبت خصوصیات وفضائل کاملہ اپنے سن کر سب سے زیادہ خوش ہونے والے یہی لوگ ہیں اس لئے ان کو اس قابل سمجھا کہ اس راز پر مطلع کئے جائیں، اور حق تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں بطور راز حضرت کی تصدیق فرمادی تا کہ ان راز دانوں کا ایمان اور مستحکم ہو جائے"۔

(افادة الافهام، ج:2،ص:240)

☆ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء میں روایت ہے:

عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ رَبِّي.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(کتاب الشفاء ج:1،197)

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مردویہ کے حوالہ سے حدیث پاک بیان کی ہے:

وَأَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ يَصِفُ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى ،

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جبکہ آپ سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان کرتے ہوئے

فَقَالَ: فِيْهَا فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ ، وَأَوْرَاقُهَا كَـآذَانِ الْفِيَلَةِ ، قُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! مَا رَأَيْتَ عِنْدَهَا؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ عِنْدَهَا يَعْنِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ .

فرمارہے تھے''اس میں سونے کے پروانے (پتنگے) ہیں ، اس کے پھل مٹکوں کے مانند اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس کے پاس کیا مشاہدہ فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے وہاں اس کا یعنی رب العزت کا دیدار کیا۔اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

(الدرالمنثور،سورۃ الاسراء:1)

☆امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ ہیں روایت فرماتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ ثَلَاثَةً'' لَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ''.

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر تین مرتبہ قسم کھاتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(تفسیر عبد الرزاق،حدیث نمبر:2940، المواهب اللدنیه، ج:8،ص:266)

﴿چشمان اقدس سے دیدار؛ائمہ امت کے اقوال﴾

فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے کہ دنیا میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں ،بفضل الٰہی یہ نعمت خاصہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی،اس فضیلت خاصہ میں کائنات کا کوئی فرد شریک نہیں ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

سیرت کی معروف ومستند کتاب ''الروض الأنف'' میں ہے

عَـنِ ابْـنِ حَـنْبَـل، اَنَّـهُ سُـئِـلَ: هَلْ رَاَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ؟ فَـقَالَ: رَآهُ، رَآهُ، رَآهُ ؛حَتّٰـی اِنْـقَـطَـعَ صَوْتُهُ.

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟ آپ نے فرمایا: دیدار کیا، دیدار کیا، دیدار کیا، اتنی دیر تک فرمایا کہ سانس منقطع ہوگئی۔

(الروض الانف، رؤية النبی ربه)

دیدار ِ حق کے ساتھ تکلم کا یہ شرف
اسرارِ لامکاں کے خبردار ہیں حضور
اسرای کی شب عطا ہوا دیدار بے حجاب
جلوؤں میں حق کی دید کے سرشار ہیں حضور
حاصل ہے قربِ خاص وہ حق کی جناب میں
ہر لحظہ آپ حاضرِ دربار ہیں حضور

(مؤلف)

علامہ ابن جوزی کا قول

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ومذهب اهل السنة انه رای ربه لیلة المعراج وقد ذکرنا ذلک عن ابن عباس و کعب۔	اہل سنت وجماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اپنے رب کی رؤیت سے مشرف ہوئے اس بارے میں ہم نے حضرت ابن عباس اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کی ہیں۔

(التبصرة:المجلس الثالث فی المعراج، ج:2،ص:35)

﴿امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر﴾

نویں صدی ہجری کے عظیم محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:(متوفی:911)

الراجح عند اکثر العلماء انه صلی الله علیه وسلم رای ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره واثبات هذا لایکون الا بالسماع من رسول الله صلی الله علیه وسلم.	جمہور علماء اسلام کے پاس یہ قول راجح اور صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے ماتھے کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کا دیدار فرمایا، حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنھم کی حدیث اس پر دلیل ہے، یہ مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا (صحابہ کرام نے سنا تھا اسی لیے بیان فرمایا)۔

(الدیباج علی مسلم، ج:1،ص:221)

﴿علامہ ابن شاھین رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

علامہ ابن حفص عمر بن احمد معروف بہ ابن شاھین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:385) اپنی تصنیف شرح مذاھب اھل السنۃ میں فرماتے ہیں:

واشهد ان اللہ عزوجل اسری بعبدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی السماء......وان محمدا رای ربہ عزوجل۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کروائی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا ہے۔

(شرح مذاهب اهل السنة، ج:1،ص:322)

﴿علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض'' میں لکھا ہے:

الاصح الراجح انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رای ربه بعین راسه حین اسری به کما ذهب الیه اکثر الصحابة.	صحیح ترین اور راجح یہی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج سر کی آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کیا' جیسا کہ جمہور صحابۂ کرام کا مذہب ہے۔

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، فصل واما رؤية لربه)

﴿امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں تحریر فرمایا ہے:

فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای ربه بعینی راسه لیلة الاسراء.	جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد راہ بالافق المبین)

﴿حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

خواجۂ خواجگاں، حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے دلچسپ پیرائے میں رؤیت باری تعالیٰ کا امکان ثابت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی فرمانے پر استدلال فرمایا، جیسا کہ جوامع الکلم میں ہے:

''حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑا مرتبہ اور عظیم دولت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور مقربین کو عطا فرماتا ہے، اس دنیا کی تخلیق کا باعث ہی رؤیت باری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لَنْ تَرَانِیْ (یعنی تم میں تاب دیدار نہیں ہے) سے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا تھا، اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ دنیا میں کوئی دوسرا بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دولت خصوصی سے نوازا ہے''۔

(جوامع الکلم، ص: 495)

﴿امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر﴾

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب کا جواب دیتے ہوئے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر لامکاں سے متعلق رقم فرمایا ہے:

''آں سرورعلیہ الصلوٰۃ والسلام دراں شب چوں از دائرہ مکان وزمان بیرون جست وازتنگی مکان برآمد ازل وابدرا آں واحد یافت بدایت ونہایت رادریک نقطہ متحد دید۔''

اس رات سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مکان وزمان کے دائرہ سے باہر ہوگئے، اور آپ نے تنگئ مکان سے نکل کر ازل وابد کو ایک پایا اور ابتداء وانتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، ص38، مکتوب نمبر:283)

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں معراج جسمانی کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے:

ومحمد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه واٰله وسلم که محبوب رب العالمین ست وبهترین موجودات اولین وآخرین باوجودآنکه بدولت معراج بدنی مشرف شد واز عرش وکرسی درگذشت وازمکان وزمان بالا رفت۔

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور تمام موجودات اولین وآخرین سے افضل ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے، عرش وکرسی سے آگے گزر گئے اور مکان وزمان سے ماوراء رفعت وبلندی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصه پنجم، ص14، مکتوب نمبر:272)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کہنے، حق سننے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

a

O

...... پردہ عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ......

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیبِھِنَّ ذَلِکَ أَدْنَی أَنْ یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہ غَفُوْرًارَّحِیْمًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! یہ بات نظام فطرت اور دستور معاشرت کے خلاف ہے کہ جس قیمتی چیز کی حفاظت وسلامتی مقصود ہو اسے بے نقاب کر کے سر بازار پیش کیا جائے محفلوں اور مجمعوں کی زینت بنایا جائے اسطرح کوئی شخص اپنی امید بر نہ لا سکے گا، بلکہ ہر فکر سلیم رکھنے والا یہی چاہے گا کہ اپنی قیمتی اشیاء اغیار کی نظروں سے بچائے رکھے۔

عورت کو بھی دین اسلام نے ایک قیمتی جو ہر قرار دے کر شرافت وکرامت، رفعت وعظمت کی گراں بہا دولت سے بہرہ مند فرمایا اور اسکی عزت وآبرو کی حفاظت وصیانت کے لئے حجاب اختیار کرنے اور پردہ میں رہنے کا حکم دیا تا کہ غیروں کی بدنگاہی وبدخیالی کے گرد وغبار سے یہ شفاف موتی آلودہ نہ ہو، مگر افسوس! اس احسان

عظیم پر اسلام کا شکر گزار رہنے کے بجائے بعض گوشوں سے پردہ کے خلاف تحریکیں چلائی جارہی ہیں اور پردہ کے اسلامی نظام کو بدنام کرنے کی ناپاک و نامسعود کوششیں کی جارہی ہیں۔

خواتین کے پردہ سے متعلق احکام' قرآن مجید کی سات آیات میں مذکور ہیں' سورۂ نور کی تین اور سورۂ احزاب کی چار۔اوراس کی بابت کتب صحاح وسنن' معاجم ومسانید میں متعدد احادیث شریفہ موجود ہیں۔

﴿ آزادیٔ نسواں کے حوالہ سے فریب ﴾

آج مساوات اور آزادیٔ نسواں کے نام سے خواتین کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ کب تک تم گھر کی چاردیواری کے اندر قید و بند کی آہنی زنجیروں میں جکڑی رہوگی؟ یہ حریت وآزادی کا دور ہے' تمہیں اس جاں سوز قید سے باہر آ کر مَردوں کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں شریک وحصہ دار بننا چاہئے۔

﴿ کیا عورت کی آزادی یہی ہے؟ ﴾

ان دلفریب نعروں کے ذریعہ عورت کو گھر کی خوشگوار وعصمت مآب فضاء سے نکال کر سڑکوں، بازاروں،کلبوں اور پارکوں میں لایا گیا،دفتروں،محکموں اور کال سنٹرس میں تھکا دینے والے مختلف کام اس کے سپرد کئے گئے' اسے دکانوں اور ہوٹلوں میں تفریح طبع کا اور جدید مصنوعات وپروڈکٹس کی تشہیر وایڈورٹائزنگ کا ذریعہ بنایا گیا یہاں تک وہ عورت کہ جس کے سر پر اسلام نے عزت وعظمت' کرامت وبزرگی کا قیمتی وزریں تاج رکھا تھا، جسے اخلاق عالیہ وصفت حیاء کی عظیم چادر بخشی تھی اور عفت

وعصمت کی خلعت فاخرہ پہنائی تھی، ستم بالائے ستم کہ آج اسے اخبارات' ٹی وی چیانلس اور ویب سائٹس پر تجارتی اداروں کے لئے ایک شوپیس اور تفریحی چیز بنادیا گیا، کلبوں پارکوں اور تھیٹروں میں عریاں ونیم عریاں ہوکر جنسی بے راہ روی کا سبب اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کا ذریعہ بنادیا گیا، صدافسوس! یہ سب کچھ آزادئ نسواں کے نام پر کیا گیا۔عورت گھر کے اندر ملکہ بن کر خود اپنے لئے اور اپنے شوہر، اولاد، ماں باپ، بھائی، بہن کے لئے خانہ داری کا نظم ونسق چلائے تو اس نظام کو قید وغلامی کا نام دیا جائے لیکن وہی عورت بے پردہ ہوکر اجنبی مَردوں کے لئے مختلف پکوان کرے، غیرمحرموں کے کمروں کی صفائی کرے' ہوٹلوں اور جہازوں میں بے گانہ افراد کی میزبانی کرے' سوپر مارکٹس اور شورومس میں گاہکوں کا استقبال کرے' ان کی ضرورت کا سامان اکٹھا کرے' دفاتر اور محکموں میں افسر بالا کی ناز برداری کرے تو اسے حریت اور آزادی، عزت وشرافت کا نام دیا جائے!

گناہ سمجھتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کیا جائے تو وہ گناہ ہے' لیکن جب عورت کی آزادی کے نام سے جسمانی نمائش کا کاروبار کیا جائے تو گناہ کی قباحت اور جرم کی سنگینی بہت بڑھ جاتی ہے' ان حالات کے تناظر میں پردہ کا مسئلہ دور حاضر کے سلگتے مسائل میں شامل ہوگیا ہے۔

﴿حیاء ایمان کی عظیم شاخ ہے﴾

حضرات! اسلام حیاء وپاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے، عفت وپاکدامنی سکھاتا ہے دین اسلام نے ناجائز تعلقات وفواحش کا ارتکاب تو کجا ان کے قریب جانے سے بھی

منع فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں۔

(سُورَة الْأَنْعَام، 151)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا اور بدکاری کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

(سُورَة الْإِسْرَاء ـ 32)

''حیاء'' اخلاق کا وہ بنیادی عنصر ہے کہ کوئی بھی مذہب اور مہذب شخص اس کی اہمیت اور ضرورت کا انکار نہیں کر سکتا، اسی لئے دین اسلام نے حیاء کو ایمان کا جز قرار دیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں اور حیاء ایمان کی ایک عظیم شاخ ہے۔

(صحيح بخاری، باب أمور الإيمان، حديث نمبر9)

یہ ایک واضح بات ہے کہ ''حیا'' انسانیت اور حیوانیت کے درمیان حد فاصل ہے انسان اپنے مقام و مرتبہ کو سمجھے اور درجۂ انسانیت سے نیچے والی صفات اختیار نہ کرے۔

دین اسلام میں جب حیا سے متعلق اس قدر تاکید کی گئی کہ اسے ایمان کا جز قرار دیا گیا تو مسلمانوں کو چاہئے کہ مستشرقین جو ایک منظّم سازش کے تحت اہل اسلام کو آزادئ نسواں کے حوالہ سے حیا کے زینت بخش زیور سے عاری کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں' اپنے ایمانی تقاضہ سے انکی کوشش کونا کام بنادیں۔

اگر خواتین اسلام پردہ کی جانب توجہ نہ کریں تو اسلامی معاشرہ میں جہاں کچھ بچا کچا پردہ کا اہتمام ہے وہ بھی جاتا رہے گا' اور مغربی معاشرہ کی طرح مسلم معاشرہ بھی مکمل طور پر ہلاکت خیز بیماریوں میں مبتلا ہوجائے گا جیسا کہ ماہرین جنسیات کا کہنا ہے کہ آج معاشرہ میں تمام جنسی طریقوں کے تئیں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اور زنا، لواطت یا کسی بھی حرام اور غیر فطری جنسی تعلق کے سلسلہ میں ندامت وشرمندگی کا احساس نہیں بلکہ ذرائع ابلاغ نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے پاکدامن رہنے کو ایک عار اور باعث ندامت بنادیا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ ایک طرح کا فریب اور عالمی سطح پر سیاسی وثقافتی حربہ ہے کہ آزادی کے نام پر عورت کو بازاروں میں لایا جائے اور اسے بے پردہ کر کے محض ایک تفریحی سامان کی حیثیت دی جائے، اس طرز عمل کے ذریعہ عورت کے ساتھ دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا جارہا ہے۔

عصمت وعفت کے ساتھ گھر میں رہنے والی باعزت عورت کو سر بازار لاکر

اس قدر رسوا کر دیا گیا کہ آج کسی عورت کی نیم عریاں تصویر کے بغیر ایک عدد صابن فروخت کرنا مشکل سمجھا جانے لگا ہے۔

﴿پردہ کی ضرورت﴾

اسلام میں عورت بھی ایک آزاد شخصیت کی مالک ہے، ہرگز یہ گوارا نہیں کیا گیا کہ عورت باندی و کنیز بن کر رہے' اس کے ساتھ ساتھ اس کی عصمت وعفت کا اسی قدر پاس ولحاظ رکھا گیا۔

عام مشاہدہ ہے کہ دس مرد اگر کہیں سے گزر جائیں تو انہیں کوئی نہیں دیکھتا اس کے برخلاف کسی مقام سے ایک عورت گزرتی ہے تو نظریں اس کی طرف اٹھنے لگتی ہیں، اللہ تعالی نے عورت کی ساخت میں ایک قوت جاذبیت رکھی ہے اگر اس کی طرف اٹھنے والی نظروں کی روک تھام کے لئے کوئی مؤثر انتظام نہ کیا جائے تو ہزاروں فتنے جنم لیں گے، جو آگ کے شعلوں کے مانند تہذیب وثقافت کے اس خوبصورت محل کو دیکھتے ہی دیکھتے خاک کر ڈالیں گے۔

﴿بے پردگی کے نقصانات﴾

حریت وآزادی کے نام سے کچھ تو وہ ہیں جو مکمل عورت کو بے پردہ کرنا چاہتے ہیں' تو بعض وہ ہیں جو ہر ایک کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کی بات کرتے ہیں۔عورت کے چہرہ سے حجاب نکالنے کی بات کہنا کئی سماجی خرابیوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے، دنیا میں جرائم وحادثات کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، راستہ چلتی خواتین کے گلہ سے طلائی چین وزیورات چھینے جارہے ہیں لیکن کسی

اخبار میں شاید ہی یہ خبر شائع ہوئی ہو کہ کسی برقع پوش خاتون کے گلہ سے طلائی چین وزیورات چھین لئے گئے' فضائی آلودگی سے مختلف بیماریاں ہورہی ہیں'اس میں اکثر وہ خواتین مبتلا ہیں جو نقاب استعمال نہیں کرتیں،اس طرح عزت وآبرو کے تحفظ کے ساتھ ساتھ پردہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ نقاب استعمال کرنے والی خواتین ان نت نئی بیماریوں اور سرقہ کے واقعات سے بھی محفوظ رہتی ہیں۔

آج مخالفین مختلف طریقوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کررہے ہیں،کبھی شریعت اسلامیہ کے احکام کا مذاق اڑاکر،کبھی طلاق کے مسئلہ کو نیارنگ دیکرتو کبھی پردہ کوقید سے تعبیر کرکے، پردہ کو غلامی اور قید کی علامت قرار دینا یہ فکر صحیح کے خلاف اور عقل سلیم کے منافی ہے،آج کے اس پرآشوب دور میں مسلمان اگر چین وراحت کی سانس لینااور پرسکون زندگی گزارنا چاہتے ہوں تو وہ اسلام ہی کی تعلیمات کے زیر سایہ چین وقرار پاسکتے ہیں۔

﴿مردوعورت کا دائرۂ کار﴾

برادران اسلام! اسلام نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ سارے انسان' خواہ مرد ہوں کہ عورت' اللہ کے بندے ہیں' سب کے سب حضرت آدم وحضرت حواء علیہا السلام کی اولاد ہیں' مردوعورت آپس میں کسی کے غلام نہیں' سماج میں دونوں بحیثیت انسان مساوی ہیں، البتہ ان میں تخلیقی قوتوں کے اعتبار سے فرق ضرور ہے'اسی لئے دونوں کا دائرہ کار جداگانہ ہے' سماجی نظام کی تکمیل میں دونوں برابر کے شریک ہیں' مرد تدبیر مملکت کیلئے ہے تو عورت تدبیر منزل کیلئے۔

اسلام نے یہ بتایا کہ عورت کا اصلی مقام اس کا گھر ہے:

وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُولَی — اپنے گھروں میں رہو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو دکھاتی نہ پھرو۔

(سورۃ الاحزاب:33)

اس سے ظاہر ہے کہ نمائش کے لئے بن سنور کر نکلنا درست نہیں البتہ کسی ضرورت کے لئے باہر نکلنا شرعاً منع نہیں ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ارشاد نبوی ہے:

قَدْ أَذِنَ اللّٰهُ لَکُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِکُنَّ. — اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

(صحیح بخاری شریف ،ج 2 کتاب النکاح ،باب خروج النساء بحوائجهن،ص788 حدیث نمبر:4836)

حضرات! دین اسلام نے ضرورت کے وقت خواتین کو باہر نکلنے کی جہاں اجازت دی ہے وہیں ان کے لئے اصول وقوانین بھی دیئے ہیں تا کہ وہ پردہ کا اہتمام کریں کیونکہ پردہ انکی عفت وعصمت کا محافظ ہے اور عفت وعصمت عورت کا جوہر ہے جس عورت کا یہ جوہر داغ دار ہوجاتا ہے وہ اخلاق کی بلندی سے اتر کر قعر مذلت میں جا پڑتی ہے ،اس کی عصمت کی حفاظت اور ذلت سے نجات کے لئے اُسے پردے کا حکم دیا گیا۔

اسلام نے جہاں عورتوں کو حجاب سے زینت بخشی وہیں مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔

﴿ نظر کی حفاظت ﴾

برادران اسلام! کسی بھی مصیبت سے بچنے کے لئے ان تمام راستوں کا سد

باب ضروری ہے جہاں سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ وہ قوانین وضوابط یقیناً ناکام اور اس کے ماننے والے نامراد رہیں گے جن میں ایک راہ کو پرزور طریقے سے تو بند کیا جائے اور دوسرے جوانب سے غفلت برتی جائے۔

دین اسلام ایسے کج اساس و کمزور قوانین نہیں دیتا چنانچہ اس نے پردہ سے متعلق جہاں خواتین کو سنہری اصول دئے وہیں مرد حضرات کو یہ تعلیم دی کہ وہ راستوں اور بازاروں میں گذر رہے ہوں یا کسی خلوت گاہ میں موجود ہوں بہرصورت اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، محرمات وممنوعات کو دیکھنے سے پرہیز کریں تا کہ حوائج وضروریات حاصل کرنے کیلئے عورتوں کو جب باہر نکلنا ضروری ہو تو وہ بلاخوف وخطر حوائج کی تکمیل کرلیں اور انکی عفت و پاکدامنی پر کوئی دھبہ نہ آنے پائے۔ چنانچہ ارشاد حق تعالی ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! مومن مردوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

(سورۃالنور،آیت:30)

مومن کا شعار یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھے اور اگر بلاارادہ کسی اجنبی خاتون یا ممنوع شرعی پر نظر پڑجائے تو فوراً نظر کو ہٹالے جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں ہے:

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّظْرَةِ ؟ فَقَالَ: اصْرِفْ . حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا؛ میں نے سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نظر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جب غیر محرم پر نظر پڑے تو نظر ہٹالو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: 2350)

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَائَةِ ؟ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي .

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر محرم پر اچانک نظر پڑنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نظر ہٹا لینے کا حکم فرمایا۔

(المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر: 2351)

﴿بدنظری شیطان کا زہریلا تیر﴾

حضرات! شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، انسان کو قعر مذلت میں ڈالنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے انہی میں سے ایک ہتھیار بدنظری ہے، انسان جب بدنظری کا شکار ہوجاتا ہے تو شیطان کے دام میں پھنس جاتا ہے پھر دیگر گناہوں کا راستہ اسکے لئے آسان ہوتا ہے، خواہشات نفس پر قابو پاکر جو شخص نظر کا بچاؤ کرے اس کو حلاوت ایمانی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بن مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جس نے میرے خوف سے بدنگاہی چھوڑ دی تو میں اس کے بدلہ اس کو کمال ایمان سے بہرہ مند کرتا ہوں جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پاتا ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر: 10211، جامع الاحاديث ، حديث نمبر: 7525)

﴿اجنبی عورت کی خوبصورتی بیان کرنے کی ممانعت﴾

سامعین کرام! غیر محرم کو دیکھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس کی وجہ سے مرد کا دل اجنبی عورت کی طرف مائل ہوتا ہے، اس میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے سامنے کسی اجنبی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرے اور اس کی خوبصورتی بیان کرنے لگے تو مرد چشم تصور سے اسے دیکھنے لگتا ہے، یہاں بھی فتنہ کا امکان رہتا ہے جس طرح براہ راست آنکھ سے دیکھنے میں ہوا کرتا ہے۔

اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے سامنے کسی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرنے والی عورت کو دوسری عورت سے ملنے ہی کی ممانعت فرمادی۔

عَنْ أَبِی وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم - لاَ تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا .

حضرت ابووائل، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت کسی دوسری عورت سے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے اس کے محاسن کا یوں ذکر کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔

(جامع ترمذی ،باب فی کراهية مباشرة الرجل الرجل......حديث نمبر:2716)

﴿بدنظری سے پرہیز اور عبادت کی شیرینی﴾

فرد مسلم جب بدنگاہی سے پرہیز کرتا ہے اگر کہیں غیر محرم پر اس کی نظر پڑ جائے تو اُسی لمحہ نظر پھیر لیتا ہے تو بارگاہ خداوندی سے اُسے عبادت میں حلاوت وشیرینی دی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ إِلَی مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةً یَجِدُ حَلَاوَتَهَا .

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جومسلمان پہلی بار کسی عورت کے محاسن کو دیکھے پھر اپنی نگاہ نیچی کر لے تو اللہ تعالی اُسے ایسی عبادت کی توفیق دیگا جس کی وہ حلاوت محسوس کریگا۔

(مسند احمد ، مسند ابی امامۃالباھلی۔حدیث نمبر: 22938)

حضرات! مسلمانوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے بھی دیا گیا کہ کسی عورت پر نظر ہی نہ پڑے جب کسی شخص کی نظر بے پردہ عورت پر پڑ جائے تو ایسے وقت اُسے اپنے نفس پر قابو رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد و بگاڑ کی جڑ کا ہی خاتمہ کرنے کا حکم فرمایا' جیسا کہ ارشاد ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِی صُورَةِ شَیْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِی صُورَةِ شَیْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْیَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَاكَ یَرُدُّ مِمَّا فِی نَفْسِهِ .

یقیناً عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، لہذا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسے بھلی لگے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ یہ عمل ان خیالات کو دور کردے گا جو اس کے دل ودماغ میں ہیں۔

(مسند احمد ، مسند جابر ، حدیث نمبر: 14911)

مومن کی شان یہ ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور اپنی نظروں کو محرمات و ناجائز مناظر سے آلودہ نہ کرے، جو لوگ بدنظری کا شکار ہوتے ہیں، نگاہوں کی حفاظت نہیں

کرتے ، انکے چہرے بدل دئے جانے اور قلوب مسخ کردئے جانے کی وعید آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَتَغُضَّنَّ أَبْصَارَكُمْ، وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوجَكُمْ، وَلَتُقِيمُنَّ وُجُوهَكُمْ أَوْ لَتُكْسَفَنَّ وُجُوهُكُمْ.	ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشادفرمایا: ضرور بہ ضرور تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اور اپنے چہروں کو (نماز میں) قبلہ کی سمت رکھو ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کو بدل دیگا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: 7746)

امام طبرانی کی معجم کبیر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

حَدَّثَنَا شَدَّادُ بن سَعِيدٍ الرَّاسِبِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بن عَبْدِ اللَّهِ بن الشِّخِّيرِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ مَعْقِلَ بن يَسَارٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لا تَحِلُّ لَهُ.	سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے۔

(معجم کبیر طبرانی ،حدیث نمبر: 16880۔ کنز العمال، کتاب الحدود، الفصل الثانی: فی التسامح والاغضاء فی الحدود، حدیث نمبر: 13065)

نیز معجم کبیر طبرانی، جامع الاحادیث للسیوطی اور کنز العمال میں حدیث شریف ہے:

عن ابی امامة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لَتَغُضَّنَّ أَبْصَارَكُمْ، وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوجَكُمْ، وَلَتُقِيمُنَّ وُجُوهَكُمْ أَوْ لَتُكْسَفَنَّ وُجُوهُكُمْ (الطبرانی عن أبی أمامة).	سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ضرور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو! اور اپنے چہروں کو (نماز میں) قبلہ کی سمت رکھو، ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کو بدل دے گا۔

(معجم کبیر طبرانی ، حدیث نمبر: 7746،جامع الاحادیث للسیوطی، حرف اللام،حدیث نمبر:18309، کنز العمال، حدیث نمبر:13082)

﴿بے پردگی اور زنا﴾

حضرات! دین اسلام نے بدکاری کی طرف پہنچانے والے محرکات پر پابندی لگائی اور انسانی بدن کے اعضاء سے صادر ہونے والے فحش اعمال کو زنا سے تعبیر کیا کیونکہ یہ ایسے گناہ ہیں جو انسان کو زنا میں مبتلا ہونے کا باعث بن سکتے ہیں۔

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ لِكُلِّ بَنِى آدَمَ حَظٌّ مِنَ	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زنا میں انسان کے ہر عضو کا حصہ ہوتا

الـزِّنَـا فَـالْعَيْنَـانِ تَـزْنِيَـانِ	ہے، آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا دیکھنا
وَزِنَـاهُـمَـا الـنَّظَرُ وَالْيَدَانِ	ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا پکڑنا اور
تَـزْنِيَـانِ وَزِنَـاهُـمَـا الْبَطْـشُ	گرفت کرنا ہے، پیر زنا کرتے ہیں اوران کا زنا
وَالـرِّجْلاَنِ يَـزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا	چلنا ہے منہ زنا کرتا ہے اس کا زنا بوس وکنار
الْـمَشْـيُ وَالْـفَمُ يَزْنِي وَزِنَاهُ	ہے دل خواہش کرتا اور تمنا وآرزو کرتا ہے
الْـقُبَـلُ وَالْـقَـلْـبُ يَهْـوَى	جب کہ شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہوئی زنا
وَيَتَـمَـنَّـى وَالْـفَـرْجُ يُصَدِّقُ	میں مبتلا ہوتی ہے یا اسے جھٹلا کر زنا سے باز
ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ.	رہتی ہے۔

(مسند امام احمد ،حدیث نمبر:8752)

عَـنْ أَبِـي هُـرَيْـرَـةَ عَنِ النَّبِيِّ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
صـلـى الـله عليه وسلم قَالَ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا
......فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ.	:......آنکھوں کا زنا بدنظری ہے۔

(صـحـيـح مسـلـم شـريف ،كتـاب الـقـدر،بـاب قـدرعـلـى ابن آدم حظـه من الزناوغيره،حديث نمبر:6925)

حضرات! سب جانتے ہیں کہ انسان، روزحشر کی جاں گداز منزل میں ہوگا ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہوگی اور سابقہ زندگی پر افسوس بھی رہے گا ، ہرآنکھ بروزحشر رورہی ہوگی مگر حدیث شریف کی بشارت کے بموجب تین خوش نصیب آنکھیں ایسی ہیں جو نہ خوف محشر سے روئیں گی ، نہ ندامت کے آنسو بہائیں گی (1) وہ آنکھ جو محارم سے گریز کرے (2) وہ آنکھ جو راہ حق میں بیدار رہے (3) وہ آنکھ جس سے خوف خدا کی وجہ مکھی

کے سر کے برابر بھی آنسو نکل پڑے ہوں۔

عن ابی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل عين باكية يوم القيامة الاعين غضت عن محارم الله وعين سهرت في سبيل الله وعين خرج منها مثل راس الذباب من خشية الله .	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:ہر آنکھ بروزمحشر رورہی ہوگی سوائے تین خوش نصیب آنکھوں کے(1)ایک وہ آنکھ جو محارم سے گریز کرے(2)وہ آنکھ جوراہ حق میں جاگتی رہے(3)وہ آنکھ جس سے خشیت الٰہی کے باعث مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل پڑے ہوں۔

(الترغیب والترھیب، باب غض البصر،ج3ص 34)

چھ چیزوں کی ضمانت پر جنت کی ضمانت

ہر انسان جنت کا طلب گار تو ہے لیکن بندہ محض اپنی طلب سے جنت نہیں پاسکتا، جنت کا حقدار یقیناً وہی ہوسکتا ہے جسکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت اور ضمانت دی ہواور جس نے اللہ تعالی کی فرمانبرداری اور حضور کی تابعداری میں زندگی بسر کی ہو،جن صفات کے حامل کو جنت کی ضمانت دی گئی ان صفات میں سے ایک نگاہیں نیچی رکھنا بھی ہے ۔جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ارشادِحبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اضْمَنُوا	مجھے اپنی جانب سے چھ(6) چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا

لِی سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ	ہوں، جب گفتگو کروتو سچ بات کہو، جب
الْجَنَّةَ اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَوْفُوا	وعدہ کروتو پورا کرو، جب تمہیں امین بنایا
إِذَا وَعَدْتُمْ وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ	جائے تو امانت ادا کرو، اپنی شرمگاہوں کی
وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَغُضُّوا	حفاظت کرو، نگاہیں نیچی رکھواور برائی سے
أَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ .	اپنے ہاتھ روک لو۔

(مسند امام احمد،حديث عبادة بن صامت،حديث نمبر: 23428،صحيح ابن حبان،باب الصدق والامربالمعروف ،حديث نمبر:270، المستدرك على الصحيحين ،حديث نمبر: 8179)

﴿حجاب کے درجات﴾

اسلام نے عورت کے اصولی طور پر گھر میں رہنے اور بوقت ضرورت باہر نکلنے ہر دو صورتوں میں پردے کے معتدل ومتوازن حدود وقیود مقرر کئے ہیں۔

﴿حجاب کا پہلا درجہ﴾

حجاب کے سلسلے میں پہلا درجہ حجاب اشخاص کا ہے کہ عورتوں کا شخصی وجوداور انکی نقل وحرکت بھی اجنبی مردوں کی نظروں سے مستور ہووہ عمومی حالات میں اپنے گھروں میں ہی سکونت پذیر رہیں اور انکے لباس وپوشاک پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے چنانچہ اس سلسلے میں باری تعالی کا ارشاد ہے:''

وقرن فی بیوتکن ولا	اورتم اپنے گھروں میں ٹھہری رہواور قدیم
تبرجن تبرج الجاهلية	زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی نمائش کرتی
الاولی ''	ہوئی مت پھرو۔

(سورة الاحزاب،آيت:33)

اورارشاد خداوندی ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَاب

اور جب ان مستورات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

(سورۃ الاحزاب،آیت:53)

جامع ترمذی، سنن ابوداؤداور مسندامام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ نَبْهَانَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ان سے پردہ کرو! ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں ہم کوتو وہ دیکھ نہیں سکتے آپ نے جواب میں ارشادفرمایا: کیاتم بھی نابینا

أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ. ہو؟اور کیا تم ان کونہیں دیکھ سکتیں؟۔

(جامع ترمذی ، کتاب الأدب عن رسول الله صلی الله علیه و سلم، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال،حدیث نمبر: -2702سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله عز وجل وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ، حدیث نمبر: -3585 مسند امام احمد ، مسند الأنصار رضی الله عنهم، حدیث أم سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر:2702)

دنیاوعقبیٰ میں عورتوں کیلئے خیر وبھلائی،عزت وآبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ وہ نہ اجنبی مردوں کو دیکھیں اور نہ اجنبی مردوں کے سامنے بے حجاب آئیں جیسا کہ سیدۂ کائنات حضرت سیدتنا فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے منقول ہے.

مجمع الزوائد اور کنز العمال میں حدیث مبارک ہے:

عن علی أنه كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "أی شیٔ خير للمرأة ؟فسكتوا فلما رجعت قلت لفاطمة: أی شیء خير للنساء ؟ قالت: لا يرين الرجال ولايرونهن. فذكرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا: عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟ صحابہ کرام نے سکوت اختیار کیا،کوئی جواب نہیں دیا (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) پھر جب میں اپنے گھر گیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد انکو نہ دیکھیں، میں نے انکے اس جواب کا ذکر حضور

ذلک للنبی صلی الله علیہ وسلم فقال: إنها فاطمة بضعة منی.	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے بے شک وہ میرا پارۂ (جگر) ہے۔

(مجمع الزوائد: باب أی شئ خیر للنساء، ج 4، ص -255، حدیث نمبر: 7328۔ کنز العمال، باب فی ترغیبات النساء و ترهیباتهن، حدیث نمبر: 46012)

﴿حجاب کا دوسرا درجہ﴾

حضرات! ضرورت کے وقت عورت کو جب باہر نکلنا پڑے تو حکم دیا گیا کہ وہ کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلے، اس طرح کہ بجز ہتھیلیوں اور ٹخنوں سے نیچے قدموں کے بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو اور وہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، بجنے والا کوئی زیور نہ پہنے، راستہ کے کنارے پر چلے، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.	اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات و بنات طیبات اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھ لیں اس سے بآسانی ان کا شریف زادی ہونا معلوم ہو جائے گا انہیں ستایا نہیں جائے گا' اور اللہ خوب بخشنے والا' نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔

(سورۃ الاحزاب، آیت: 59)

﴿حجاب کا تیسرا درجہ﴾

گھر کے اندر رشتہ دار، عزیز و اقارب کے آنے جانے اور انفرادی و اجتماعی طور پر ایک ساتھ کھانے پینے سے مطلقاً منع نہیں کیا گیا بلکہ اس سلسلے میں اصولی ہدایات دی گئیں۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ	اور آپ حکم فرما دیجئے ایماندار عورتوں کو
مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور
فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ	حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی اور نہ
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ	ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا اس
بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ	سے خود بخود نمایاں ہو اور ڈالے رہیں
وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا	اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر، نہ ظاہر
لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ	ہونے دیں اپنی آرائش کو مگر اپنے
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ	شوہروں کے لئے یا اپنے باپ کے لئے
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ	یا شوہر کے باپ کے لئے یا اپنے بیٹوں
بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي	کے لئے یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے
أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا	لئے یا اپنے بھائیوں کے لئے اپنے
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ	بھانجوں کیلئے یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر
غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ	یا اپنی باندیوں پر یا اپنے ایسے نوکروں پر
الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ	جو عورت کے خواہشمند نہ

يَـظْهَـرُوا عَـلَـى عَـوْرَاتِ	ہوں یا ان بچوں پر جو عورتوں کی پوشیدہ
الـنِّسَـاءِ وَلَا يَـضْـرِبْـنَ	چیزوں سے واقف نہ ہوں اور نہ زور سے
بِـأَرْجُـلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ	ماریں اپنے پاؤں زمین پر کہ معلوم ہوجائے
مِـنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ	وہ بناؤ سنگار جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں اور
جَـمِيعًـا أَيُّهَـا الْـمُؤْمِنُونَ	رجوع کرو اللہ کی طرف تم سب اے ایمان
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ .	والو تا کہ تم بامراد ہوجاؤ۔

(سورۃ النور،آیت:31)

﴿برقع کے اوصاف﴾

برادران اسلام! پردہ اختیار کرنے کی ایک بہتر شکل برقع ہے اور برقع اور اسکے نقاب سے بھی وہی مقصد پورا ہوتا ہے جسکے لئے چہروں سمیت پورے جسم پر چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عورتوں کے پردہ اور ستر کیلئے اسلام نے کوئی خاص رنگ وہیئت والا لباس لازم نہیں کیا، حجاب کا اصل مقصود عورت کے مقامات ستر کو چھپانا ہے تا کہ فتنہ وفساد بے حیائی وعریانیت سے تحفظ حاصل ہو، بنابریں اسلامی حجاب کیلئے چند اوصاف وشروط کا اہتمام ملحوظ رہنا ضروری ہے۔

(1) حجاب ایسا ہو کہ جو بجز ہتھیلی وقدم عورت کے مکمل سراپا کو چھپائے۔

(2) ایسا ڈھیلا اور عریض ہو کہ جسمانی ھیئت وحجم کی عکاسی نہ کرے۔

(3) اتنا پتلا اور رقیق نہ ہو کہ اس سے جسم کی رنگت جھلکنے لگے۔

(4) غیر اقوام کے لباس سے مشابہت نہ ہو، غیروں کی مشابہت پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(5) برقع، اجنبیوں کے لئے جاذب نظر قسم قسم کے بیل بوٹوں اور نقش ونگار والا نہ ہو کیونکہ برقع کا مقصود اجنبی نگاہوں سے حفاظت ہے نہ کہ ان کی التفات بڑھانا، حدیث شریف میں زینت والا جاذب نظر لباس پہن کر باہر نکلنے سے عورتوں کو منع کیا گیا جیسا کہ سنن ابن ماجہ، **باب فتنة النساء** حدیث نمبر: 3991، الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، **باب الترغیب فی غض البصر**، ج3، ص38 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایھاالناس انھوا نسائکم عن لبس الزینة . اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت والا لباس پہن کر اجنبیوں کے سامنے نکلنے سے منع کرو۔

(سنن ابن ماجه ، باب فتنة النساء حديث نمبر: 3991،الترغيب والترهيب، كتاب النكاح ، باب الترغيب فى غض البصر، ج3،ص38)

(6) ونیز برقع اپنی ہیئت وبناوٹ میں مردانہ لباس کی شباہت نہ رکھتا ہو کیونکہ عورتوں کو مردوں کی اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے، حدیث شریف میں ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسا لباس پہنے۔

(سنن ابى داود،باب فى لباس النساء ،حديث نمبر: 3575 ۔مسند

احمد،مسند ابی هريرةرضی الله عنه،حديث نمبر: 7958)

﴿بے پردہ عورت کو شیطان تاکنے لگتا ہے﴾

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّـهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ.	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: عورت تو سراپا ستر ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکنے لگتا ہے۔

(جامع ترمذی شريف ،باب المرأة عورة ،حديث نمبر: 1206)

اور معجم کبیر طبرانی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ ، وَإِنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ فَتَقُولُ: مَا رَآنِي أَحَدٌ إِلا أَعْجَبْتُهُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ إِلَى اللَّهِ إِذَا كَانَتْ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا.	بے شک عورت تو سراپا ستر ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکنے لگتا ہے (اور اس کے حسن کو دوبالا کر کے دکھاتا ہے) کہ وہ کہنے لگتی ہے جو مجھ کو دیکھے گا میں اس کو ضرور بھلی لگوں گی ،اور بلاشبہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب رہتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہو۔

(جامع ترمذی شريف، كتاب الرضاع ، باب ما جاء فی كراهية الدخول على المغيبات، حديث نمبر:1093۔ معجم كبير طبرانی، حديث نمبر:9368)

حضرات! ''عورت'' اس کو کہا جاتا ہے جس کا پوشیدہ ومستور ہونا ضروری ہوتا ہے جس کی نمائش معیوب وناپسندیدہ ہو اور پوشیدگی محمود وقابل تعریف ہوتی ہے، چنانچہ جب عورت کی جانب سے بے پردگی ہوتی ہے تو شیطان اپنا اثر دکھاتا ہے، اور جب وہ اپنے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے پردہ نشین رہتی ہے تو اسے قربِ خداوندی نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور سارے عالم میں اسلام کے پیام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور خواتین ودختران ملت کو اسلامی حجاب کا پابند بنائے، اور ہماری عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

x

تھا ذبیح اللہ کا فرحت فزا جو واقعہ — سامعیں سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا
تہنیت کے سب رسوم اُس روز ہوتے ہیں ادا — وہ معین روز روز عید ٹھہر گیا
روز میلاد نبی جس میں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیوں کر واجب التعظیم پیش حق مدام

از: شیخ الاسلام

x

انوار خطابت

حصہ ہشتم برائے شعبان المعظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضرورت فقہ اور مقام امام اعظم رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً. فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! اسلامی عقائد، دینی فرائض، شرعی واجبات، عبادات اور معاملات سے متعلق بنیادی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے، البتہ دین میں تفقہ حاصل کرنا، اس کی گہرائی وگیرائی میں اترنا، خالصۃً اس کے لئے فارغ ہوجانا اور اس میں کامل عبور حاصل کرنا، تاکہ نت نئے مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیا جاسکے، یہ فرض کفایہ کے درجہ میں ہے، ہر شخص علم دین میں کامل تفقہ حاصل کرنے کے لئے مکمل طور پر وقت نہیں دے سکتا، مسلمانوں کے تمام افراد فقہ واستنباط کے لئے فارغ نہیں ہوسکتے، اگر سارے لوگ فقہ وبصیرت کے حصول کے لئے مصروف ہوجائیں تو معاشی معاملات میں خلل واقع ہوگا، امور معیشت متاثر ہوں گے، جبکہ مسلمانوں کے لئے کسب معاش بھی لازمی وضروری ہے، اسی لئے مسلمانوں کی ایک

جماعت ایسی ہونی چاہئے جو علم دین کے تفقہ کے لئے فارغ ہوجائے، دین کی سمجھ بوجھ کے لئے اپنے آپ کو وقف کردے، دین کی فقہ وفہم میں مہارت حاصل کرے تاکہ نت نئے مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً. فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ.

اورتمام اہل ایمان تو ایک ساتھ نکل نہیں سکتے، ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر بڑی جماعت سے کچھ خاص لوگ نکل جاتے، تاکہ وہ دین کی فقہ وفہم کو حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب ان کی طرف واپس ہوں، تاکہ وہ (گناہوں کی زندگی سے) بچیں۔

(سورة التوبة، آیت:122)

فقہ کی اصل قرآن کریم سے

اللہ تعالی نے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کا حکم فرمایا، اس سے فقہ کی اہمیت ووقعت عیاں وآشکار ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ولٰكن كُوْنُوْا رَبَّانِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ.

اور تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب الہی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو۔

(سورة آل عمران، آیت:79)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

وقال ابن عباس ''کونوا ربانیین'' حکماء فقهاءُ.	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ'' کا معنی یہ ہے کہ تم حکمت وبصیرت والے، فقہ واستنباط والے بن جاؤ۔

(صحیح البخاری ، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل)

اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی فقہ واستنباط والے بننے کا حکم دے رہا ہے، صحیح بخاری شریف میں اس کی تفسیر یہی بیان کی گئی ہے کہ فقہاء بن جاؤ، حکمت وبصیرت والے بن جاؤ، فکر وتدبر والے بن جاؤ، دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے بن جاؤ۔

فقہ کی اصل حدیث شریف سے

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے حقیقۃ الفقہ کے عنوان سے دو جلدوں میں ایک تحقیقی کتاب لکھی ہیں، ان میں آپ نے نہایت ایمان افروز بحثیں فرمائی ہیں، آپ نے فقہ کی حقیقت اور فقہ کی اہمیت نیز فقہاء کرام کے منصب جلیل سے متعلق مباحث انتہائی شرح وبسط کے ساتھ درج کئے ہیں، فی زمانہ اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

تاجدار کائنات، سید الانبیاء والمرسلین، حامل علوم اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم ارواحنا فداہ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ دِعَامَةً وَدِعَامَةَ هٰذَا الدِّیْنِ الْفِقْهُ.

ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون تو فقہ ہی ہے۔

(جامع الاحادیث، حدیث نمبر: 8154۔ الجامع الکبیر، حدیث نمبر: 1504۔ کنزالعمال ،حرف العین ، حدیث نمبر: 28768۔ العلل المتناهية، باب فضل الفقه علی العبادة، حدیث نمبر: 194)

فقہ کتاب وسنت کا لب لباب

اس حدیث پاک میں اسی بات کی صراحت کی گئی کہ دین کا نچوڑ فقہ ہے، دین کا مدار فقہ ہے، دین کا سرمایہ فقہ ہے، فقہ قرآن وحدیث کے مقابل کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن کریم وحدیث شریف کے صحیح فہم وادراک کا نام فقہ ہے، فقہ تو دین کا سہارا ہے، دین کا ستون ہی موجود نہیں تو دین کہاں رہا؟ سہارا ٹوٹ گیا تو دین کہاں رہا؟

برادران اسلام! فقہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقہ کی طرف نہ جاؤ جب فقہ کی طرف نہ جائیں گے تو پھر فقہ سے خالی رہ کر قرآن کریم وحدیث شریف کیسے سیکھیں گے؟ کیونکہ قران وسنت سے رشد وہدایت حاصل کرنے کے لئے محض کلمات کا ترجمہ جان لینا کافی نہیں بلکہ اس کے حقیقی معنی ومفہوم کو سمجھنا ضروری ہے اور فقہ دراصل قرآن کریم وحدیث شریف کے منشا کو پانے کا نام ہے۔

قرآن کریم اور احادیث شریفہ اسلامی قانون کی اساس وبنیاد ہیں، جن میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا مکمل حل موجود ہے، قرآن کریم عام فہم اور آسان ہونے کے باوجود اس میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں، آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور ان سے مسائل کا حل نکالنا عام انسان تو کجا ایک ماہرِ زبان کے لئے بھی آسان بات نہیں

کیونکہ محض زبان پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے قانون کی نزاکتوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے، جیسے انگریزی ادب (English literature) کا ماہر شخص ہندوستانی دستور (Indian constitution) یا کسی بھی ملک کے قانون کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا، زبان کی مہارت اور تقریر و تحریر پر زبردست ملکہ کے باوجود قانونی نزاکتوں کو سمجھنا، دستوری پیچیدگیوں کو دور کرنا، نہایت دشوار ہوتا ہے، اس کے لئے کسی ماہر قانون سے رجوع ہونا ضروری ہے۔

ضرورت فقہ، قرآن کریم کی روشنی میں

چونکہ ہر دور کے تقاضے مختلف رہے ہیں جس کی بنا انسان کو ہر وقت نئے مسائل درپیش ہوتے رہتے ہیں ، مثلاً دور حاضر کے مسائل میں شیر بزنس(Share business) کو دیکھ لیجئے، اس کی کونسی صورتیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ فکسڈ ڈپازٹ(Fixed deposit) کروانا کیسا ہے؟ کسی چیز کی آن لائن خرید وفروخت، اپنے قبضہ میں آنے سے قبل کسی چیز کو بیچ دینا، لائف انشورنس(life insurance) کا شرعی حکم، اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں، جن کو عام انسان اپنے علم ودانش ،فہم وادراک سے حل نہیں کرسکتا اور ایسے بے شمار جدید مسائل سے متعلق قرآن وحدیث میں موجود اشاروں کو اپنی ناقص عقل سے سمجھ نہیں سکتا، لہذا ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے امامِ مجتہد کی طرف رجوع کرے جو، ان مسائل کا حل قرآن کریم وحدیث شریف کی روشنی میں بیان کرتے ہوں۔

ائمہ کرام وفقہاء عظام نے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اصول وضوابط ،قواعد واحکام بیان کئے ہیں ونیز انسانی زندگی میں پیدائش سے موت تک پیش

آنے والے تمام مسائل واحکام کو انہوں نے باب واری ''کتاب الطھارۃ'' سے ''کتاب الفرائض'' تک مدون کیا، جس کے مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے، اسی لئے ان با اعتماد ائمہ کرام ومجتہدین کی پیروی وتقلید دراصل کتاب وسنت ہی کی پیروی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ.	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

(سورۃ النساء، آیت:59)

اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر

امام ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:310) نے اپنی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت ابن ابونجیح، حضرت عطاء بن سائب، حضرت حسن بصری اور حضرت ابوالعالیہ رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہاء واہل علم حضرات ہیں۔

عن مجاهد في قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم) قال :أولي الفقه منكم ...... عن ابن أبي نجيح : (وأولي الأمر منكم) قال: أولي الفقه في الدين والعقل ...... عن ابن عباس قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم) يعني :أهل الفقه والدين ...... عن عطاء بن السائب في قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم) قال :

أولـى الـعـلـم والفقه ...... عن عطاء :(وأولـى الأمر منكم) قال : الـفقهاء والعلماء ......عن الحسن فى قوله :(وأولى الأمر منكم) قال :هـم الـعـلـمـاء ...... عن أبى العالية فى قوله :(وأولى الأمر منكم) قال :هـم أهـل العلم ألا ترى أنه يقول :(ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم)

(تفسیر الطبری' سورۃ النساء۔59)

حضرت ابن ابونجیح رحمۃ اللہ علیہ نے امام مجاہد مکی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے:

عـن ابـن ابـى نـجيـح عن	حضرت ابن ابونجیح رحمہ اللہ سے روایت
مـجـاهـد فى قوله عزوجل	ہے وہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت
واولـى الامـر مـنـكـم يعنى	کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد دین
اولـى الـفـقـه فـى الدين	میں تفقہ اور فہم وبصیرت رکھنے والے
والعقلُ.	فقہاء کرام ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ،امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:211)فرماتے ہیں:عبد الرزاق قال :نا معمرعن ابن ابى نجيح عن مـجاهد فى قوله تعالى "واولى الامرمنكم"قال :هم اهل الفقه والعلم . اولی الامر سے مرادفقہاء واہل علم ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما،حضرت حسن بصری،امام مجاہداور امام ضحاک رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے

کہ اولی الامر سے مراد وہ علماء ہیں جو شریعت کے احکام بتاتے ہیں اور لوگوں کو دین سکھاتے ہے۔:المراد العلماء الذین یفتون فی الاحکام الشرعیة ویعلمون الناس دینهم .وهذه روایة الثعلبی عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد وضحاک. (التفسیر الکبیر۔سورۃ النساء:59)

ونیز فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحابہ کرام وتابعین عظام کی ایک جماعت نے اولی الامر سے علماء مراد لیا ہے،انه لانزاع ان جماعة من الصحابة والتابعین حملوا قوله واولی الامرمنکم علی العلماء .

(التفسیر الکبیر۔سورۃ النساء)

علامہ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال علی ابن ابی طلحة ،عن ابن عباس واولی الامرمنکم یعنی اهل الفقه والدین ، وکذا قال مجاهد وعطاء والحسن البصری وابوالعالیة و اولی الامرمنکم یعنی العلماء.

حضرت علی بن ابوطلحہ ،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ واولی الامرمنکم کی تفسیر سے متعلق روایت بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد متدیّن فقہاء کرام ہیں۔اور اسی طرح امام مجاہد،حضرت عطاء ،حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، ج2ص345، سورۃالنساء:59)

امام اعظم، آیتِ قرآنی وحدیث بخاری کی بشارت کا مصداق

حضرات! فقہ اور تقلید سے متعلق ضروی تفصیل سماعت کرنے کے بعد ہم امام

الائمہ' سراج الامہ'امام اعظم ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عظمت وحقانیت اورآپ کا علمی وفقہی مقام ملاحظہ کریں! چونکہ یہ ماہ شعبان ہے اور امام اعظم کے وصال کا مہینہ ہے، اس مناسبت سے آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے، آپ کی ولادت سنہ 61 یا70 یا80 ہجری میں ہوئی' اور وصال مبارک 2 شعبان المعظم 150 ہجری میں ہوا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم' جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث شریف میں ہے کہ جب سورہ جمعہ کی ابتدائی آیات کریمہ کا نزول ہوا جس میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِى بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ . قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وہی شان والا خدا ہے جس نے ناواقف لوگوں کے درمیان ان ہی کی جنس سے ایک عظیم رسول کو بھیجا' جو اُن کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، بیشک وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور یہ عظیم رسول ان میں سے اوروں کو بھی پاک کرتے اور کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں' جو پہلوں سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے (سورۂ جمعہ 2/3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا' میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بعد میں آنے والے کون ہیں(جن پر آپ آیات کی تلاوت فرمائینگے اوران کے نفس کا تزکیہ اور کتاب وحکمت کی تعلیم فرمائینگے؟)

فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلاثًا ، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلاَءِ.	حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہیں فرمایا ، یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ دریافت کیا، (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں)اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے،حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھ کرارشاد فرمایا: اگرایمان ثریا کی بلندی پر بھی ہوتو ان میں سے کچھ لوگ بلکہ ایک ہی شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کرلے گا۔

(صحیح البخاری ،کتاب التفسیر،باب قولہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم،حدیث نمبر:4897)

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تبییض الصحیفہ سے روایت بیان کی ہے :

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "والذی نفسی بیده !لو کان الدین معلقا بالثریا لتناوله رجل من فارس ."...... وقال الحافظ السیوطی :هذا الحدیث الذی رواه	حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا::قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ! اگردین ثریا پر بھی معلق ہوتا توابنائے فارس سے ایک شخص اس کو پالیتا۔......امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک جس کوامام بخاری ومسلم

الشيخان أصل صحيح،	نے روایت کیا ہے اصل صحیح ہے جس کی
يعتمد عليه فى الإشارة لأبى	روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ
حنيفة، وهو متفق على صحته .	کہا جاسکتا ہے کہ اس میں امام اعظم ابو
وفى حاشية الشبراملسى على	حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے
"المواهب "عن العلامة	اوراس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔
الشامى تلميذ الحافظ	......امام سیوطی کے شاگرد علامہ شامی کا
السيوطى قال :ما جزم به	بیان ہے: ہمارے شیخ کا یقین ہے کہ امام
شيخنا من أن أبا حنيفة هو	اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی اس
المراد من هذا الحديث ظاهر لا	(حدیث) کے مصداق ہیں جس میں کسی
شک فيه؛ لأنه لم يبلغ من أبناء	شک کی گنجائش نہیں، کیونکہ اہل فارس
فارس فى العلم مبلغه أحد.	میں آپ جیسے علم وکمال کو کوئی نہیں پہنچا۔

(زجاجة المصابيح ، ج1، کتاب العلم)

امام اعظم کی تحقیقات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی توثیق

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرات اہل بیت کرام کا بیحد احترام فرمایا کرتے اور آپ کی فقہی تحقیقات کو اہلبیت کرام کی تائید حاصل ہے۔

"وعن "أبى يوسف أن	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک
الإمام كان يفتى فى	مرتبہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد
المسجد الحرام إذ	حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ آتے اور مسائل
وقف عليه الإمام	پوچھتے اور آپ جواب دیتے

جعفر الصادق بن	جاتے تھے، اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی
محمد الباقر الإمام	اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے
رضی الله عنهما وعن	ہوکر دیکھ رہے تھے، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ'
آبائهما الكرام ففطن	فراست سے سمجھ گئے کہ آپ تشریف لائے ہیں تو فوراً
الإمام فقام فقال يا ابن	کھڑے ہوگئے اور عرض کیا: ائے رسول اکرم صلی اللہ
رسول الله لو علمت	علیہ وسلم کے شہزادے! اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا
أول ما وقفت لما	کہ آپ یہاں کھڑے ہوئے ہیں تو میں ہرگز نہیں
قعدت وأنت قائم	بیٹھتا' جبکہ آپ کھڑے ہوں۔ امام جعفر صادق رضی
فقال اجلس وافت	اللہ عنہ نے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور لوگوں کو
الناس على هذا	احکام بتلائیں، میں نے اپنے آباء واجداد کو بھی اسی
أدركت آبائي.	حالت پر پایا ہے۔

(الجواهر المضيئة فى طبقات الحنفية، ج:2،ص:315)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ دیکھئے! امام صاحب جو جواب دیتے جاتے وہ سب مسائل فقہیہ تھے' جن کو تقلیداً سب مان رہے تھے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تحسین کی۔

(حقيقة الفقه ، ج2،ص49)

امام اعظم کے اخلاق کریمانہ

حضرات! حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ جہاں علم وفضل میں یکتائے روزگار

ہیں، قرآن وحدیث کے علوم وفنون کے بحر ذخار ہیں، ایسی بلندی وکمال پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق عالیہ کے پیکر تھے، حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاق عالیہ اور فیاضی وسخاوت سے متعلق ایک واقعہ، امام موفق اور امام کردری کی **مناقب الامام الاعظم** کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں: حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کسی کی عیادت کو جارہا تھا، راستہ میں ایک شخص آپ کو دیکھ کر چھپ گیا اور دوسرے راستہ سے نکل جانا چاہا۔ آپ نے اُس کو پکار کر کہا: ''دوسرے راستہ سے کیوں جاتے ہو؟'' اُس نے دیکھا کہ امام صاحب پہچان گئے، شرمندہ ہوکر کھڑا ہوگیا، آپ نے جب مکرر سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ ''مجھ پر آپ کے دس ہزار درہم ہیں، اور باوجود مدت گزر جانے کے تنگدستی کی وجہ سے ادا نہ کرسکا اِس لئے روبرو آنے سے مجھے شرم آئی''۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ اُن درہموں سے چھپنے کی نوبت پہنچ گئی، وہ کُل میں نے تمہیں معاف کردیا، اور تم سے یہ درخواست ہے کہ میری طرف سے تمہارے دل پر جو گرانی گزری وہ تم معاف کردو۔

(حقیقۃ الفقہ ج1۔ص299)

امام اعظم اور تعظیم قرآن

امام موفق رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعظیم قرآن پاک سے متعلق ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

و اورد امام الائمة الزرنجری هذا الحديث	امام الائمہ زرنجری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو مرسلاً روایت کرتے ہوئے فرمایا: امام صاحب

مرسلا وقال لما تعلم ابنه	کے فرزند حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے جب سورۂ
حماد الفاتحة وهب	فاتحہ ختم کی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے استاذ کے
للمعلم الف درهم. قلت :	پاس ہزار درہم تحفۃً بھیجے، امام موفق فرماتے ہیں
واورد ابن جبارة فی کتابه	کہ ابن جبارہ نے اپنی مشہور کتاب ''الکامل''
المعروف (بالکامل) فقال	میں فرمایا کہ صاحبزادہ کے استاذ امام اعظم کی
المعلم ماصنعت حتی	خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کرتے
انفذالی هذا ؟ وحضره	ہوئے کہا کہ میں نے کیا کیا جو اتنے درہم مجھے عطا
واعتذر الیه .فقال یا هذا	کئے گئے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ
تستحقر ما علمت	نے جو میرے لڑکے کو تعلیم دی ہے کیا اس کو معمولی
ولدی، والله لو کان معنا	سمجھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس اس
اکثر من ذلک لدفعناه	سے زیادہ بھی ہوتے تو تعظیمِ قرآن کے لحاظ سے
تعظیما للقرآن.	وہ سب آپ کو پیش کردیتے۔

(مناقب الامام الاعظم للموفق۔ ص:257/256۔حقیقۃ الفقہ ج1۔ص299)

امام اعظمؒ تقوی وطہارت کے پیکر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تفسیر کبیر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے زہد وورع سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:

روی أن أبا حنیفة رضی	روایت بیان کی گئی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ
الله عنه کان له علی بعض	رضی اللہ تعالی عنہ کا کسی مجوسی پر قرض تھا، آپ

المجوس مال فذهب إلى داره ليطالبه به ، فلما وصل إلى باب داره وقع على نعله نجاسة ، فنفض نعله فارتفعت النجاسة عن فعله ووقعت على حائط دار المجوسي فتحير أبو حنيفة وقال :إن تركتها كان ذلك سبباً لقبح جدار هذا المجوسي ، وإن حككتها انحدر التراب من الحائط ، فدق الباب فخرجت الجارية فقال لها :قولي لمولاك إن أبا حنيفة بالباب ، فخرج إليه وظن أنه يطالبه بالمالت ،فأخذ يعتذر ، فقال أبو حنيفة رضى الله عنه ، ههنا ما هو أولى ،

اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے، جب آپ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو آپ کے جوتے پر نجاست گرگئی، جب آپ نے اپنے جوتے کو جھاڑا تو نجاست کا چھینٹا اڑا اور مجوسی کے گھر کی دیوار پر گرا، تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ فکرمند ہوگئے، اور سوچنے لگے کہ اگر میں اسے ایسے ہی چھوڑ دوں تو یہ اس مجوسی کی دیوار پر عیب بنا رہے گا، اور اگر اسے کرید کر نکال دوں تو دیوار کی مٹی گر جائے گی، پھر آپ نے دروازہ پر دستک دی، تو باندی باہر آئی، آپ نے اس سے کہا: اپنے آقا سے کہو کہ ابوحنیفہ دروازہ پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں، تو وہ شخص باہر آیا، اس نے گمان کیا کہ آپ اس سے اپنے قرض کا: مطالبہ کریں گے، وہ معذرت خواہی کرنے لگا، تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اس کو تو رہنے دو، اس سے زیادہ اہم چیز میرے سامنے ہے پھر آپ

وذكر قصة الجدار ، وأنه	نے دیوار سے متعلق سارا قصہ بیان کیا،
كيف السبيل إلى تطهيره	اور پوچھا کہ دیوار کو پاک کرنے کی کیا
فقال المجوسي :فأنا أبدأ	سبیل ہے؟ مجوسی نے کہا: میں پہلے اپنے
بتطهير نفسي فأسلم في	آپ کو پاک کرتا ہوں، اور اس نے اسی
الحال.	وقت اسلام قبول کرلیا۔

(التفسیر الکبیر للرازی،سورۃ الفاتحہ،آیت:7)

چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر کی ادائیگی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کا غیر معمولی اہتمام فرماتے، رات بھر عبادت کیا کرتے تھے،قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے فرماتے، بارگاہ الہی میں گریہ وزاری کرتے ،خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

حدثنا حماد بن قريش قال	حضرت حماد بن قریش نے فرمایا: میں نے اسد بن
سمعت أسد بن عمر يقول	عمر سے یہ فرماتے سنا کہ یہ بات میرے ذہن
صلى أبو حنيفة فيما حفظ	نشین ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے
عليه صلاة الفجر بوضوء	چالیس سال نماز عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا
صلاة العشاء أربعين سنة	فرمائی، آپ رات بھر ایک رکعت میں مکمل قرآن
فكان عامة الليل يقرأ	کریم کی تلاوت فرماتے اور رات میں آپ کے
جميع القرآن في ركعة	رونے کی آواز سنائی دیتی یہاں تک کہ پڑوسیوں
واحدة وكان يسمع بكاؤه	کو آپ کی اس حالت پر ترس آجاتا تھا، امام اعظم
بالليل حتى يرحمه جيرانه	کے بارے میں

وحفظ عليه أنه ختم القرآن في الموضع الذى توفى فيه سبعة آلاف مرة.	یہ بات بھی یاد ہے کہ جس مقام پر آپ نے وصال فرمایا وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم فرمایا۔

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، باب النون، ذکر من اسمه النعمان)

ایک دن کے وقفہ سے تیس سال تک روزوں کا اہتمام

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں آرام نہیں کرتے تھے جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے:

حدثنا إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة عن أبيه قال لما مات أبي سألنا الحسن بن عمارة أن يتولى غسله ففعل فلما غسله قال: رحمك الله وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ أربعين سنة وقد أتعبت من بعدك	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد اپنے والد حضرت حماد بن ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں جب میرے والد کا وصال ہوا تو ہم نے حضرت حسن بن عمارہ رحمۃ للہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ والد گرامی کو غسل دیں، انہوں نے یہ درخواست قبول کی، جب غسل دیا تو یہ کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے درجات بلند کرے، آپ نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا (اس طرح ایک دن کے وقفہ سے روزہ رکھا کرتے تھے) اور چالیس سال سے آپ کے داہنے ہاتھ نے رات میں ٹیک نہیں لگایا، آپ نے اپنے بعد والوں کے لئے مشقت والے کام کی راہ کھول

وفضحت القراء . دی اور حفاظ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، باب النون، ذکر من اسمه النعمان)

حقوق زوجیت کی ادئیگی اور حصول اولاد کے سلسلہ میں وارد شبہ کا ازالہ

چالیس سال امام اعظم کی شب بیداری کے بارے میں بعض گوشوں سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ اگر امام اعظم نے چالیس سال ہر رات مسلسل عبادت کی ہے' عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے تو پھر آپ کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔

میں اس شبہ کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اللہ تعالی کے بندے تین قسم کے ہوتے ہیں: (1) کچھ تو وہ ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں، (2) کچھ درمیانی درجہ کے نیک لوگ ہیں جو عمل صالح کرتے رہتے ہیں، (3) اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے' خیر و بھلائی میں پہل کرنے والے ہیں۔ (سورۃ الفاطر۔32)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تیسری قسم سے ہیں' آپ نیکی و بھلائی میں بہت زیادہ سبقت کرنے والے ہیں۔

نیک بندوں کے صفات قرآن کریم کہتا ہے:

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا — اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لئے حالت سجدہ میں اور حالت قیام میں رات گزارتے ہیں۔

(سورۃ الفرقان،آیت: 64)

اللہ تعالی اپنے کلام کے ذریعہ خبر دے رہا ہے کہ میرے نیک بندے ایسے بھی ہیں جن کی راتیں قیام وسجود میں گزرتی ہیں، کلام الہی کی خبر ہے، خلاف واقعہ نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رات رات بھر عبادت کرنا' نیک بندوں کے صفات ہیں

اورامام اعظم تو سابق بالخیرات ہیں، بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔

اب رہا حقِ زوجیت کی ادائیگی اور سنتِ حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرعمل آوری تو اس سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُـوا	اے ایمان والو! چاہئے کہ تمہارے زیر
لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّـذِيـنَ مَلَكَتْ	ملکیت غلام اور باندیاں اورتمہارے وہ
أَيْـمَـانُكُـمْ وَالَّـذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا	بچے جو بلوغ کونہیں پہنچے تم سے تین
الْـحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ	اوقات اجازت چاہیں، نماز فجر سے پہلے'
قَبْـلِ صَلَاةِ الْـفَـجْـرِ وَحِيـنَ	دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے
تَـضَـعُـونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ	اُتارتے ہواور نماز عشاء کے بعد' یہ تین
وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ	اوقات تمہارے لئے پردہ کے مواقع
عَوْرَاتٍ لَكُمْ .	ہیں۔

(سورۃ النور،آیت:58)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کے تین اوقات ہیں، ان تین مخصوص اوقات میں نابالغ بچے بھی آنا چاہتے ہوں تو اُن کے لئے بھی اجازت لے کر آنا ضروری ہے' بلا اجازت آنا جائز نہیں، اُن تین اوقات میں دو اوقات کا تعلق رات سے ہے، آپ نے نماز عشاء کے بعد اور فجر سے پہلے ان دو اوقات کو عبادت کے لئے فارغ کرلیا تھا اور قبل ظہر قیلولہ کا وقت بھی ستر کے اوقات میں شامل ہے، تو اس قرآنی وضاحت وصراحت کی روشنی میں حق زوجیت کی عدم ادائیگی اور حصولِ اولاد کے سلسلہ میں جو اعتراض کیا گیا وہ مرتفع ہوتا ہے، بہرحال بزرگوں کے معاملات میں اس طرح کے غلط

تصورات کرنا کہ وہ ایک نیک کام کررہے ہوں تو اُن سے دوسرا غلط عمل ہورہا ہوگا' قابل اصلاح عمل ہے، اس طرح کے اعتراضات سے گریز کرنا اوران معاملات میں کچھ کہنے سے پرہیز کرنا اوراللہ تعالی کا خوف رکھنا چاہئے۔

علم حدیث شریف میں امام اعظم کا مقام

حضرات! یہ ایک نا قابل انکارحقیقت ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ کی روایت کردہ احادیث شریفہ سے کتب احادیث مالا مال ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذۂ حدیث چار ہزار 4000 ہیں، آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام میں جلیل القدر صحابہ موجود ہیں۔اسی طرح آپ نے بے شمار تابعین سے حدیث شریف کے علوم ومعارف حاصل کئے۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے:

وَلَقَدْ كَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِمَامًا فِي ذَلِكَ ، فَإِنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخَذَ الْحَدِيثَ عَنْ أَرْبَعَةِ آلَافِ شَيْخٍ مِنْ أَئِمَّةِ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ.	اورحضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ علم حدیث میں امامت کے درجہ فائز تھے،حضرت رضی اللہ عنہ نے چار ہزار ائمہ تابعین وغیرہم شیوخ حدیث سے علم حدیث لیا۔

(رد المحتار،مقدمة)

امام بخاری کی بیس ثلاثیات امام اعظم کے شاگرد ومقلد محدثین سے مروی

صحیح بخاری کی سند میں 32 حنفی محدثین جنہوں نے امام اعظم سے تلمذ حاصل کیا

امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری میں بائیس احادیث ایسی درج کی ہیں جس میں امام بخاری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، یہ ان کے لئے ایک عظیم شرف کی بات ہے اور ان میں سے بیس احادیث شریفہ کی سندوں میں امام بخاری کے اساتذہ حنفی محدثین ہیں ،حضرت امام مکی بن ابراہیم حنفی محدث ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ہیں جن سے امام بخاری نے گیارہ ثلاثیات لی ہیں اور امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد سے چھ ثلاثیات اور امام محمد بن عبداللہ انصاری سے تین ثلاثیات روایت کی ہیں۔

ان بیس ثلاثیات میں امام بخاری رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر اساتذۂ محدثین وہ ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے خاص شاگرد وفیض یافتگان ہیں' گویا امام بخاری نے امام اعظم کے مقلد اور اپنے حنفی اساتذہ پر ناز کیا ہے، کیوں کہ آپ کی سند میں اگر ان حنفی محدثین کی وساطت نہ رہے تو آپ کے پاس صرف دو ثلاثیات باقی رہ جاتی ہیں۔ و نیز امام بخاری نے صحیح بخاری میں بتیس (32) حنفی محدثین سے روایات لی ہیں جو براہ راست امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد وتلمیذ اور مسائل فقہیہ میں آپ کے مقلد وپیرو ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہ حنفی وہ راستہ ہے جس کو ائمۂ محدثین نے اختیار کیا، زندگی بھر ذخائر حدیث کی حفاظت کرنے والوں نے جن تحقیقات کو اختیار کیا ہو وہ کیونکر حدیث کے خلاف ہوسکتی ہیں؟۔

مرویاتِ امام اعظم کی اہمیت

امام موفق رحمۃ اللہ علیہ نے اسمٰعیل بن بشر کے حوالہ سے لکھا ہے:

قال: کنا فی مجلس المکی فقال حدثنا ابو حنیفة فصاح رجل غریب حدثنا عن ابن جریج ولاتحدثنا عن ابی حنیفة فقال المکی انا لانحدث السفهاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی فلم یحدث حتی اقیم الرجل من مجلسه ثم قال حدثنا ابو حنیفة ومر فیه.

اسمٰعیل بن بشر نے کہا: ہم حضرت مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہء درس میں موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی، مجلس سے ایک اجنبی شخص چیخ اُٹھا کہ ہمیں بجائے ابو حنیفہ کے ابن جریج کی حدیث بیان کیجئے! تب امام مکی بن ابراہیم نے جلال کے عالم میں فرمایا: ہم بے ادبوں اور نادانوں کو درس حدیث نہیں دیتے، میں نے تیرے لئے منع کر دیا ہے کہ مجھ سے کوئی حدیث لکھے، آپ نے اس وقت تک درس حدیث موقوف کر دیا جب تک کہ اس کو مجلس سے نہ نکال دیا گیا جب وہ چلا گیا تو آپ امام اعظم سے مروی احادیث شریفہ بیان فرمانے لگے۔

(مناقب الامام الاعظم للموفق، ج1، ص:204)

امام اعظم کے ایک شاگرد محدث عبدالرزاق سے صحاح ستہ‘ مسند احمد ودارمی میں دوہزار چارسو چھیانوے احادیث مروی

امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد محدث عبدالرزاق جن کی نسبت دنیائے علم جانتی ہے کہ آپ علم حدیث شریف میں مہارت تامہ رکھتے تھے‘ جن سے صحاح ستہ صحیح

بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ، ونیز مسند احمد بن حنبل اور سنن دارمی، ان آٹھ کتابوں میں 2496 روایات موجود ہیں۔ اس سے امام اعظم کے علم حدیث میں اعلی مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شاگرد کی یہ شان ہے کہ بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد ہیں، ائمہ محدثین ان سے حدیث لیتے ہیں تو استاذ کی علمی شان کیا ہوگی۔

ان اصحاب الكتب الثمانية :البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابو داود وابن ماجه واحمد والدرامی. رووا عن عبد الرزاق بواسطة شيوخهم ما عدا احمد فروی عنه مباشرة احيانا ،وكان مجموع روايتهم بواسطة شيوخهم عن عبد الرزاق هوست وتسعون حديثا واربعمئة بعد الالفين حديثا(2496).

(الامام ابو حنيفة النعمان محدثا فی كتب المحدثين ،لمحمد نور سويد،ص:58)

امام اعظم کے جس شاگرد محدث عبدالرزاق سے اس قدر کثرت سے روایات صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں آئی ہیں وہ خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مداح ہیں، علم حدیث میں امام اعظم کی یہ شان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ اور دیگر محدثین کے استاذ امام اعظم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مصنف میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے احادیث شریفہ روایت کی ہیں۔

امام اعظم نے کتاب وسنت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا، شیخ ابن حزم کی وضاحت

شیخ ابن حزم ظاہری نے بھی امام اعظم کے طریقۂ استدلال کے سلسلہ میں

واضح طور پر بیان کیا کہ آپ کتاب وسنت کے خلاف کبھی کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتے اور نہ اقوال صحابہ کے سوا کوئی رائے رکھتے تھے،انہوں نے امام اعظم کے اس قول کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

ما جاء عن الله تعالى فعلى الرأس والعينين، وما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعا وطاعة، وما جاء عن الصحابة رضى الله عنهم، تخيرنا من أقوالهم ولم نخرج عنهم، وما جاء عن التابعين، فهم رجال ونحن رجال، فلم ينكر عن نفسه مخالفة التابعين، وإنما لم ير الخروج عن أقوال الصحابة توقيرا لهم.

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نازل ہوا ہے وہ سرآنکھوں پر ہے، اور جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اُسے ہم بسروچشم وقبول کئے اور اطاعت کرتے ہیں اور صحابۂ کرام سے جو مختلف اقوال منقول ہیں، ہم نے انہیں میں سے کسی قول کو اختیار کیا ہے اور ہم نے کبھی ان کے خلاف نہیں کیا اور جو تابعین سے منقول ہے تو وہ تابعی ہیں اور ہم بھی تابعی ہیں۔اس طرح آپ نے تابعین سے اختلاف کو روا رکھا اور یہ حقیقت ہے کہ امام اعظم نے صحابۂ کرام کا احترام کرتے ہوئے ان کے اقوال نظرانداز کرنے کو جائز نہیں رکھا۔

(الاحکام لابن حزم ، فصل فیمن قال مالایعرف فیه خلاف)

حضرات ! گویا امام اعظم فرماتے ہیں :حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک آئے ہیں وہی ہمارا سرمایہ ہے، مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث

کے بعد میری کیا مجال کہ اپنی رائے کو پیش کروں، حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سامنے ہوتا ہے تو سر جھکا دیتا ہوں، جبینِ نیاز کو خم کر دیتا ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان، میری کیا مجال کہ سر مو اختلاف کر سکوں۔

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے سامنے میں نے اپنی جبین کو خم کر دیا اسی کو سرمایہ بنایا اور اسی کی بنیاد پر مسئلہ بتا دیا، اور جب صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے اقوال آتے ہیں ان کی تعظیم بجالاتے ہوئے میں اسی میں سے ایک قول کو اختیار کرتا ہوں، صحابہ کے اقوال سے ہٹ کر کسی اور کے قول پر مسئلہ نہیں بتاتا، یعنی سب سے پہلا مصدر تو کتاب اللہ ہے دوسرا مصدر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتیں، تیسرا مصدر صحابہ کرام کے آثار ہیں، یہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا سرمایہ ہے، اسی پر آپ کے مسائل کی بنیاد و اساس ہے، آپ کے بیان کردہ مسائل کے دلائل یہی ہیں۔

پھر فرمایا ''**وما جاء عن غیرھم فھم رجال ونحن رجال**'' صحابہ کے علاوہ کسی کی رائے ہوتی ہے، کوئی بات خود تابعین کی بیان کردہ ہوتی ہے تو وہ بھی تابعین ہیں اور میں بھی تابعی ہوں، جس طرح انہوں نے قیاس کیا ہے میں بھی قیاس کرتا ہوں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تراسی ہزار مسائل مستنبط کئے

برادران اسلام! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی مبارک زندگی زہد و ورع، تقوی وطہارت، خوف وخشیت اور تقرب وانابت میں گزاری، جس کی بدولت خالق کائنات نے آپ کے سینۂ اقدس کو علم فقہ کے لئے کھول دیا تھا، اللہ تعالی نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظہ، طاقت استدلال اور ملکۂ استنباط عطا فرمایا، آپ نے بفیضان مصطفوی کتاب وسنت سے، تراسی ہزار (83000) مسائل مستنبط فرمائے ہیں، امام

اعظم نے کتاب وسنت کے مقابل کبھی اپنی رائے نہیں پیش کی' بلکہ آپ نے کتاب وسنت ہی سے مسائل کا حل نکالا ہے۔

امام بخاری کی توثیق کرنے والے محدثین نے بھی فقہ حنفی کو معتبر مانا ہے

حضرت یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث اور نقد وجرح اور تعدیل کے امام ہیں اُن کا پایۂ علمی اس قدر مستحکم تھا کہ ان کی نسبت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کل حدیث لایعرف ابن معین فلیس هو بحدیث''	جس حدیث کو یحیی بن معین نہیں جانتے وہ فی الواقع حدیث ہی نہیں۔

ایسے جلیل القدر محدث امام اعظم کے مسلک پر فتوی دیا کرتے تھے، انکا بیان ہے:

والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس.	معتبر ومستند فقہ امام اعظم کی فقہ ہے، اس پر میں نے محدثین کرام کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔

(وفیات الاعیان ، حرف النون ، الامام ابو حنیفة۔الوافی بالوفیات ،حرف النون،الامام ابو حنیفة۔تاریخ بغداد ، باب النون ، مناقب ابی حنیفة۔حقیقةالفقة، ج2،ص41)

امام اعظم کی فقہ کو معتبر ومستند قرار دینے والے یحیی بن معین ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں جن کے سامنے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تالیف کرنے کے بعد پیش کی تھی، جب انہوں نے تصدیق کی اور سند تصویب عطا فرمائی تب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو بازار علم میں لائے، جس کی صراحت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمۃ فتح الباری میں فرمائی ہے۔ اگر امام اعظم کے پیروکاروں کو بدعتی ،گمراہ یا

مشرک کہا جائے تو امام بخاری پر اعتراض وارد ہوگا کہ انہوں نے گمراہ اور بدعتی محدثین سے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں' اس طرح امام بخاری اور آپ کی کتاب کی فنی حیثیت بھی مجروح ہوجاتی ہے، اس لئے ہم ازراہ خیرخواہی مشورہ دیتے ہیں کہ اس طرح اختلاف وانتشار کا شکار ہونے کے بجائے اکابر پر کامل اعتماد واعتبار کرتے ہوئے ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا جائے، اگر کسی کو ائمہ مجتہدین کی فقہی تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے اور وہ اپنی تحقیق پر عمل چاہتا ہے تو وہ اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، تاہم جولوگ ائمہ کے بیان کردہ قرآن وحدیث سے ماخوذ فقہی مسائل پر عمل کررہے ہیں انہیں نشان ملامت نہ بنایا جائے۔

آج اعداء دین مختلف جہتوں سے دین اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں، تمام صلاحیتوں کو جمع کرکے ان کے رکیک حملوں کا جواب دینا وقت کا اہم تقاضہ ہے، بجائے اس کے باہم ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرنا شرعاً بھی درست نہیں اور عقلاً بھی درست نہیں، دین ودیانت کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اس طریقہ کو بالکلیہ ترک کردینا چاہیئے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے' خیر وبھلائی کو اپنانے اور بدی وبرائی سے اجتناب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمِيْنْ بِجَاهِ طٰهٰ ويٰس صَلَّى اللهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شب براءت، بخشش ومغفرت کی رات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ: حٰمٓ .وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ .إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ . فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ.صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام !اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی عبادت وبندگی کو اپنے بندوں کی تخلیق کا مقصد قرار دیا، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنی امت کواسی مقصد کی تکمیل کا پیغام دیا،حضرات صحابہ کرام اوراہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نے اسی مشن کو آگے بڑھایا۔

بزرگان دین اورامت کے صالحین انہی جلیل القدر ہستیوں کی پیروی کرتے رہے، نہ صرف انہوں نے بندگان خدا کوتوحیدورسالت کی عظیم دولت سے ہمکنار کیا، دین اسلام کے مقصد سے روشناس کروایا' بلکہ خود بھی اس اہم مقصد کے مطابق زندگی گزارنے میں مصروف ومنہمک ہوگئے ، رب العالمین کی بندگی کا ثبوت دیتے ہوئے 'اس کی بارگاہ میں سربسجود ہوتے ہوئے شب وروزکوایک کردیا، اپنی عبادتوں کے ذریعہ

رات کی تاریکیوں کو دن کے اجالوں سے جوڑ دیا۔محض اپنے مولی کوراضی کرنے کے لئے اوراس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے شب بیداری اورتاریکیوں میں عبادت گزاری کواپناوطیرہ بنالیا،انہی مردان حق وخاصان خدا کی شان میں قرآن مجید گویا ہے :

كَـانُـوْا قَـلِيلًا مِـنَ الـلَّيْـلِ مَـا يَهْـجَـعُـوْنَ .وَبِـالْأَسْحَـارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ.	وہ راتوں میں تھوڑی دیر سوتے ہیں اور رات کے اخیر حصہ میں مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(سورۃ الذاریات،آیت: 18/17)

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

جوعبادت گزار بندے رات کے اخیر حصہ میں اُٹھ کرعبادت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالی کی خصوصی عنایتیں حاصل کرتے ہیں ، اُس کے خصوصی لطف وکرم سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں' کیونکہ رات کے اخیر حصہ میں اللہ تعالی کی تجلی ہوتی ہے،لیکن عام لوگ عموماً راتوں کوعبادت نہیں کیا کرتے ، وہ شب بیداری کے عادی نہیں ہوتے ،ان عام بندوں کے لئے اللہ تعالی نےخصوصی راتیں رکھی ہیں ،جس میں رات کے آغاز سے ہی خصوصی عنایتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے،اللہ تعالی رات کے ابتدائی حصہ ہی سے آسمان دنیا پرنزول اجلال فرماتا ہے' تاکہ ہرشخص اس کے لطف وکرم سے سرفراز ہوجائے ، ہرفرد نعمتوں سے مالا مال ہوجائے ، چنانچہ ایسی ہی راتوں میں شعبان کی پندرھویں رات شب براءت اور ماہ رمضان کی شب قدر ہے۔

قرآن کریم میں شب براءت کا ذکر

اس رات کے بے شمار فضائل ہیں، یہ رات برکتوں والی رات ہے، رحمتوں والی رات ہے اور نعمتوں والی رات ہے، سورۂ دخان کی ابتدائی آیات میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جو ابھی خطبہ میں تلاوت کی گئیں، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''حٰمٓ قسم ہے واضح کتاب کی! بے شک ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں نازل کیا، ہم ہی ڈرانے والے ہیں، اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔''

ان آیات مبارکہ میں مذکور مبارک رات سے کونسی رات مراد ہے، اس سلسلہ میں علماء امت کی ایک جماعت کے مطابق اس سے مراد پندرہ شعبان کی شب ''شب براءت'' ہے۔ جیسا کہ علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1247ھ) نے 'مبارک رات'' سے شعبان کی پندرھویں رات' مراد ہونے سے متعلق لکھا ہے:

هو قول عكرمة و طائفة ووجه بامور منها ان ليلة النصف من شعبان لها اربعة اسماء: الليلة المباركة و ليلة البراءة و ليلة الرحمة وليلة الصک.	حضرت عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ'' برکت والی رات'' سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے' اور یہ توجیہ چند امور کی وجہ سے قابل قبول ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ پندرھویں شعبان کے چار نام ہیں: (1) مبارک رات (2) براءت والی رات (3) رحمت والی رات (4) انعام والی رات۔

(حاشية الصاوی علی الجلالین، ج 4 ص 57۔التفسیر الکبیر للرازی: سورة

الدخان :1)

اس مبارک رات سے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے کہ :

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ. اس میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

(سورۂ دخان :4)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ برکت والی رات فیصلوں کی رات ہے، اسی طرح پندرہ شعبان کی شب سے متعلق بھی احادیث شریفہ میں یہی تفصیل وارد ہے کہ اس میں سال بھر ہونے والے مختلف امور اور معاملات کے فیصلے کئے جاتے ہیں، اس جہت سے پندرہ شعبان سے متعلق احادیث شریفہ "لیلة مبارکة" (برکت والی رات) کی تفصیل اور تفسیر قرار پاتی ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرماتے ہیں :

وروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما تقتضی الاقضية کلها لیلة النصف من شعبان. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جملہ معاملات کے فیصلہ جات شعبان کی پندرھویں شب میں ہوتے ہیں۔

(روح المعانی ج14، ص174)

برکت والی رات میں نزول قرآن کا صحیح مفہوم

برادران اسلام ! اس مبارک رات سے متعلق یہ تفصیل بیان کی گئی کہ رب العالمین نے اس رات قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور شب قدر سے متعلق بھی قرآن کریم میں یہی تفصیل بیان کی گئی کہ وہ نزول قرآن کی رات ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے:

کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ کلام الٰہی شب براءت میں بھی نازل ہوا اور شب قدر میں بھی؟

اس سے متعلق تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''فضائل شب براءت احادیث وآثار کی روشنی میں'' ملاحظہ کریں، یہاں اس مسئلہ کی بابت حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر اکتفاء کیا جاتا ہے، آپ اس مسئلہ کی تفہیم وتشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: شب براءت کا نام اللہ تعالی نے مبارک رات رکھا ہے اوراس رات قرآن اتارا، ایسا ہی شب قدر کے لئے فرمایا کہ ہم نے قرآن اُتارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شب براءت میں قرآن اتارنے کی تجویز ہوئی اور شب قدر میں آسمان اول پر اُتارا، پھر تیئیس 23 سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اترتا رہا۔

(فضائل رمضان، ص:23)

شب براءت، موت وحیات اور تقسیم رزق کا فیصلہ

برادران اسلام! ہر شخص جانتا ہے کہ ازل سے جو ہوا اور ابد تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے۔ البتہ سال بھر واقع ہونے والے امور سے متعلق تمام احکام کو شب براءت میں منظوری دی جاتی ہے اور فرشتے لوح محفوظ سے ان فیصلوں کو دفتروں میں نقل کرتے ہیں' اور شب قدر میں ان فائلوں کو متعلقہ فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے، ان فائلوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس سال کتنے لوگ پیدا ہوں گے، اور کتنے دنیا سے رخصت ہوجائیں گے اور کس کو کتنا رزق ملے گا۔ جیسا کہ شعب الایمان' الدعوات الکبیر للبیہقی' مشکوٰۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے:

عن عائشة عن النبی	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
صلی الله علیه وسلم	روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال هل تدرين مافی هذه اللیلة یعنی لیلة النصف من شعبان قالت مافیها یا رسول الله فقال فیها ان یکتب کل مولود بنی آدم فی هذه السنة وفیها ان یکتب کل هالک من بنی آدم فی هذه السنة وفیها ترفع اعمالهم وفیها تنزل ارزاقهم فقالت یا رسول الله مامن احد یدخل الجنة الا برحمة الله تعالیٰ ؟ فقال مامن احد یدخل الجنة الا برحمةالله تعالیٰ ثلاثاً قلت ولا انت یا رسول الله فوضع یده	ارشاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو اس رات یعنی پندرھویں شعبان میں کیا ہوتا ہے! آپ نے عرض کیا: اس میں کیا ہوتا ہے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سال پیدا ہونے والے تمام آدمیوں کے نام اس رات فہرست میں لکھ دئے جاتے ہیں، اور اس سال فوت ہونے والے تمام انسانوں کے نام بھی فہرست میں درج کردیئے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کے اعمال (رب کے حضور) پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جانے کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جاسکے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں چلا جائے، آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا: کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ بھی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اپنے سرانور پر رکھ کر تین مرتبہ فرمایا نہیں،

علی هامته و لا أنا الا ان	مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لئے
یتغمدنی الله منه برحمته	ہوئے ہے۔اسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین
یقولها ثلاث مرات.	مرتبہ دہراتے رہے۔

(زجاجة المصابیح، ج1، ص367۔ مشکوة المصابیح، ج1، ص114۔ الدعوات الکبیر للبیهقی،فضائل الاوقات للبیهقی ، باب فضل لیلة النصف من شعبان،حدیث نمبر 28۔شعب الایمان للبیهقی ، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان ،حدیث نمبر: 3675 ۔ العلل المتناهیة لابن الجوزی،حدیث فی فضل لیلة النصف شعبان ، حدیث نمبر 918 ۔التبصرة لابن الجوزی، المجلس الخامس فی ذکر لیلة النصف من شعبان)

شب براءت میں قیام اور دن میں روزہ کا اہتمام

شب براءت ذکروشغل اورنماز وتلاوت وغیرہ میں مشغول رہنااورساری رات قیام کرنااوردن میں روزہ رکھنا احادیث شریفہ سے ثابت ہے چنانچہ سنن ابن ماجہ شریف' شعب الایمان' کنزالعمال اور 'تفسیر درمنثور' میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ	حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت
اللَّه صلى الله عليه وسلم	ہے آپ نے فرمایا:سیدنا رسول اکرم صلی
إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ	اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شعبان
مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا	کی پندرھویں شب ہو تو اس رات قیام
وَصُومُوا يَوْمَهَا .فَإِنَّ اللَّهَ	کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو!
يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ	کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات سورج ڈوبتے ہی
الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا	آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے

فَيَقُولُ أَلاَ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلاَ مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلاَ مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلاَ كَذَا أَلاَ كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.	اورارشادفرماتا ہے: کیا کوئی مغفرت کا طلبگار ہے کہ میں اس کو بخش دوں! کیا کوئی رزق چاہنے والا ہے کہ میں اس کو رزق عطا کروں! کیا کوئی مصیبت کا مارا ہوا ہے کہ میں اس کو عافیت دوں! کیا کوئی ایسا ہے! کیا کوئی ایسا ہے! یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہے۔

(سنن ابن ماجه ،حديث نمبر: 1451 ۔ شعب الايمان للبيهقي حديث نمبر: 3664۔ كنزالعمال حديث نمبر: 35177۔التفسير الدرالمنثور ،سورة الدخان،آيت ۔4)

اس روایت سے شب براءت میں قیام کرنا اور دن میں روزہ کا سنت ہونا مذکور ہے اس سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے کہ یہ رات غفلتوں میں رہنے کی رات نہیں ' بلکہ شب بیداری اور سحر خیزی کی رات ہے، بارگاہ الہی سے رحمتیں لوٹنے کی رات ہے، زندگی میں برکت حاصل کرنے اور پریشانیوں سے چھٹکارہ پانے کی رات ہے۔

فضیلت شب براءت کی احادیث ثقہ راویوں سے منقول

علامہ ہیثمی نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں شب براءت کی فضیلت میں وارد احادیث شریفہ نقل کرتے ہوئے امام طبرانی کی معجم کبیر و معجم اوسط سے اس باب میں دو(2) روایتیں نقل کیں اور ان کے راویوں کو قابل اعتبار قرار دیتے ہوئے رقم فرمایا ہے: **ورجالهما ثقات** . ترجمہ: اوران دونوں احادیث شریفہ کے راوی معتبر و ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ، كتاب الادب ، باب ماجاء في الهجران)

شب براء ت کی فضیلت سے متعلق تقریباً سولہ(16) صحابۂ کرام سے روایتیں منقول ہیں، ان کی تفصیل کے لئے احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی

کتاب ''فضائل شب براءت' احادیث وآثار کی روشنی میں'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جس میں ذخائز حدیث کے اٹھائیس حوالہ جات کوشامل کیا گیا ہے۔

شب براءت رحمت کے تین سو دروازے کھول دئے جاتے ہیں

شب براءت جبریل امین سدرہ کے مکین حاضر دربار رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہوکراس رات عبادت کرنے والوں کے حق میں خوش قسمتی وفیروزبختی کی بشارت سناتے ہیں:

قال ابوهريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال جاء ني جبريل عليه السلام ليلة النصف من شعبان وقال يا محمد ارفع رأسک الى السماء قال قلت ماهذه الليلة قال هذه الليلة يفتح الله سبحانه فيها ثلاث مائة باب من ابواب الرحمة يغفر لكل من لايشرک به شيئا الا ان يكون ساحرا او كاهنا او مدمن خمر او مصرا على الربا والزنا فان هؤلاء لايغفرلهم حتى يتوبوا فلما كان ربع الليل نزل جبريل عليه السلام

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: شعبان کی پندرھویں رات میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کیا: اے پیکرحمد وثنا! اپنا سرانور آسمان کی جانب اٹھایئے، میں نے کہا: واہ اس رات کے کیا کہنے!، جبرئیل نے عرض کیا اس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھولتا ہے اور ہراس شخص کی بخشش فرمادیتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، سوائے یہ کہ وہ جادوگر ہو یا کاہن ہو یا شراب کا عادی ہو یا ہمیشہ کا سودخوار اور بدکار ہو کیونکہ ان لوگوں کو نہیں بخشا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، پھر جب چوتھائی رات ہوئی تو جبرئیل نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا:

وقال یا محمد ارفع رأسک	اے پیکر حمد وثنا ولائق ہر ستائش وخوبی! اپنا سر انور
فرفع راسه فاذا ابواب الجنة	اٹھایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر انور اٹھایا
مفتوحة وعلى الباب الاول	تو جنت کے دروازے کھلے ہیں، پہلے دروازہ پر ایک
ملک ینادی طوبی لمن رکع فی	فرشتہ اعلان کر رہا ہے: اس شخص کے لئے خوشخبری
هذه الليلة وعلى الباب الثانی	ہے جس نے اس رات رکوع کیا، دوسرے دروازہ
ملک ینادی طوبی لمن سجد فی	پر ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے: اس شخص کیلئے
هذه الليلة وعلى الباب الثالث	خوشخبری ہے جس نے اس رات سجدہ کیا، تیسرے
ملک ینادی طوبی لمن دعا فی	دروازہ پر ایک فرشتہ ندا دے رہا ہے: بشارت ہے
هذه الليلة وعلى الباب الرابع	اس شخص کیلئے جس نے اس رات دعا کی، چوتھے
ملک ینادی طوبی للذاکرین فی	دروازہ پر ایک فرشتہ اعلان کر رہا ہے: اس رات ذکر
هذه الليلة وعلى الباب الخامس	کرنے والوں کیلئے مژدہ ہے، پانچویں دروازہ پر
ملک ینادی طوبی لمن بکی من	ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے: خوشخبری ہے اس شخص
خشية الله فی هذه الليلة وعلى	کے لئے جو اس رات اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے
الباب السادس ملک ینادی	، چھٹے دروازہ پر ایک فرشتہ منادی ہے: اس رات
طوبی للمسلمين فی هذه الليلة	اطاعت کرنے والوں کیلئے بشارت ہے، ساتویں
وعلى الباب السابع ملک ینادی	دروازہ پر ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے: کیا کوئی
هل من سائل فيعطى سؤله وعلى	مانگنے والا ہے کہ اس کی مانگ پوری کی جائے!
الباب الثامن ملک ینادی هل من	اور آٹھویں دروازہ پر ایک فرشتہ اعلان کر رہا ہے: کیا
مستغفر فيغفر له فقلت یاجبريل	کوئی بخشش کا طلبگار ہے کہ اسے بخش دیا جائے!
الى متى تكون	میں نے کہا: اے جبرئیل!

هذه الابواب مفتوحة قال	یہ دروازے کب تک کھلے رہتے ہیں، جبرئیل نے عرض
الی طلوع الفجر من اول	کیا: رات کے ابتدائی حصہ سے فجر طلوع ہونے تک پھر
اللیل ثم قال یا محمد ان	عرض کیا : اے پیکر حمد وثنا ولائق ہر ستائش وخوبی !
للہ تعالیٰ فیھا عتقاء من	یقیناًاس رات اللہ تعالی قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے
النار بعدد شعر غنم کلب.	بالوں کی مقدار بندوں کودوزخ سے آزادفرماتا ہے۔

(الغنیة لطالبی طریق الحق ،ج:1 ،ص:191)

وہ لوگ جن کی شب براءت بخشش نہ ہوگی

برادران اسلام ! مقام غور ہے کہ سارے لوگ اللہ رب العزت کی رحمتوں کو حاصل کرر ہے ہونگے ،اس کی نعمتوں سے اپنی جھولیوں کو بھر رہے ہوں گے اوراس بخشش والی رات سعادتوں سے اپنے مقدر چمکا رہے ہونگے ، ایسی انعام والی رات مغفرت نہ پانا یقیناً محرومی کی بات ہے اوراپنے حال پر افسوس وندامت کرنے کی بات ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس رات کی فضیلت سے آگاہ فرمایا، اس رات بٹنے والی رحمتوں، برکتوں اور چھٹکارے کا تذکرہ بھی فرمادیا، بات یہیں ختم نہ ہوئی، بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گنہگاروں کی بندہ پروری فرماتے ہوئے ؛اس رات محروم رہنے والوں کی تفصیل بھی بتلادی ، چنانچہ اس طرح کرم کا معاملہ فرمایا کہ اگر کوئی شرک وبدعقیدگی، قتل وغارت گری اور کینہ پروری میں مبتلا ہوتو شرک وبدعقیدگی کو بالکلیہ طور پر چھوڑے اور دیگر گناہوں پر صدق دل سے توبہ کرلے تو اسے سایۂ رحمت میں جگہ دیدی جائیگی ، اگر کوئی ڈاکہ زنی وبدکاری اور سودخوری وشراب نوشی میں ملوث ہوتو ان

برائیوں سے باز آجائے اور انہیں آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، متعلقہ افراد کے حقوق ادا کرے اور ان کے املاک واپس کردے تو اس کی کوتاہیوں کو درگزر کردیا جائے گا اور اس کے گناہوں کو بھی بخش دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی جادو کررہا ہے، رشتہ داری کاٹ رہا ہے اور والدین کی نافرمانی کررہا ہے تو اپنے حال زار پر افسوس کرے، رب العزت کے دربار میں ندامت کے آنسو بہائے اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اہل حقوق کے حقوق ادا کرے تو اللہ تبارک وتعالی اسے بھی محروم نہیں فرمائے گا اور اس رات کی برکتوں سے ضرور مالا مال فرمائے گا۔

اگر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ان گناہوں کی تفصیل نہ بتلاتے ہوتے تو یہ تمام لوگ محروم رہ جاتے ، آپ نے اپنی شان رحمۃ للعالمینی کا صدقہ عطا فرمایا اور اپنے وسعت علم اور نگاہ نبوت کے مشاہدہ کے ذریعہ اُن تمام تر تفصیلات سے ہمیں باخبر فرمایا۔

چنانچہ شعب الایمان میں حدیث پاک ہے، ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ شب براءت کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان فرماتی ہیں :

اتانی جبریل علیه السلام	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب
فقال هذه الليلة ليلة	براءت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے
النصف من شعبان و لله	اورعرض کیا: یہ رات شعبان کی پندرھویں
فيها عتقاء	رات ہے،اس رات اللہ تعالیٰ

من النار بعدد شعور غنم	قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی مقدار
کلب لا ینظر الله فیها الی	میں دوزخ سے گنہگاروں کو آزاد فرماتا ہے، اور
مشرک ولا الی مشاحن	اس رات چند لوگوں کی طرف نظر رحمت نہیں فر
ولا الی قاطع رحم ولا الی	ماتا، (وہ یہ ہیں:) مشرک ، بدعقیدہ اور کینہ
مسبل ولا الی عاق	پرور، رشتہ داری کاٹنے والا، ٹخنوں کے نیچے
لوالدیه ولا الی مدمن	لباس رکھنے والا، والدین کا نافرمان، شراب
خمر.	کا عادی۔

(شعب الایمان للبیهقی، اکنت تخافین ان یحیف الله ، حدیث: 3678)

اس حدیث شریف کے علاوہ شب براءت میں رب العالمین کی رحمتوں سے محروم رہنے والے افراد سے متعلق احادیث مبارکہ میں تفصیلات ملتی ہیں، جن کی تعداد تقریباً چودہ (14) ہے، وہ یہ ہیں: (1) مشرک (2) بدعقیدہ (3) کینہ پرور (4) قاتل (5) زانی وزانیہ (6) ماں باپ کا نافرمان (7) رشتہ داری کاٹنے والا (8) سودخور (9) شراب کا عادی (10) جادوگر (11) کاہن (12) ڈاکہ زنی کرنے والا (13) ناجائز طور پر محصول وصول کرنے والا (14) ازراہ تکبر ٹخنوں کے نیچے لباس رکھنے والا۔

جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں، حق داروں کا حق ادا نہ کریں؛ ان کی توبہ درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔

اس سے متعلق تفصیلات کے لئے احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی کتاب ''شب براءت رحمت الٰہی سے محروم کون؟'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

شب براءت زیارت قبور کا اہتمام

احادیث شریفہ میں مزارات کی زیارت سے متعلق عام اجازت کے علاوہ بطورخاص شب براءت میں زیارت کرنے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ جامع ترمذی شریف ،سنن ابن ماجہ شریف ،مسند احمد ،الترغیب والترھیب ،الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُه، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّى ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ .فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ .

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا، میں نکلی اور دیکھا کہ آپ بقیع میں تشریف فرما ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تم پر زیادتی کریں گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خیال کیا کہ آپ کسی اور زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شب براءت کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

(جامع ترمذی شریف ابواب الصوم ،باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان ج 1 ص156، حدیث نمبر:744۔ سنن ابن ماجہ شریف،ابواب اقامۃ الصلوۃ و السنۃ فیھا ، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان حدیث نمبر: 1379،ج1 ص99۔ مسند

احمد حدیث نمبر24825۔ مسند الانصار، حدیث نمبر: 2482۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج7ص139۔ شعب الایمان للبیھقی، حدیث نمبر: 3666۔ کنزالعمال، تابع لکتاب الفضائل، حدیث نمبر: 35184۔ تفسیر الدرالمنثور: سورۃ الدخان۔ 1۔ الترغیب والترھیب ج2 ص119۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق ج1ص191)

خوشبوئے جانفزاوجودگرامی کا پتہ دیتی ہے

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے ساتھ رہنے کے لئے باری مقرر فرمایا کرتے تھے جس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں تشریف فرما تھے اس وقت رات کا کچھ حصہ گزار نے کے بعد ام المومنین کے پاس سے بقیع شریف زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ شریفہ میں نہ پایا تو ابتداءً خیال گذرا کہ شاید دیگر ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ مبارکہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں۔ پھر جب آپ نے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مراقبہ کیا تو خوشبوئے جاں فزا نے دامن دل کھینچ کر بقیع شریف تک پہنچادیا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے گلیاں، فضائیں معطر رہتیں اور عاشقوں کو پتہ دیتیں کہ محبوب کی سواری یہاں سے گذری ہے اور عاشقان گم گشتۂ ہوش وخرد، نفَسِ رحمانی کی ہدایت پر حالت مراقبہ میں راہ طے کرتے ہوئے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشاہدہ سے بہرہ مند ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ام المومنین نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں بحالت سجدہ دعا گو ہیں۔

جیسا کہ حضرت ملاعلی قاری مرقاۃ، شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

وفـــــــی روایة اخـــری...... فـاذاھـو ساجد بالبقیع فأطال السجود حتی ظننت انـه قبـض فـلما سلم التفت الی۔	اور دوسری روایت میں ہے: ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں سجدہ ریز ہیں، اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ میں سمجھی کہ آپ حضوریٔ حق سے واپس نہ ہونگے' وصال فرما گئے ہوں۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو میری طرف توجہ رحمت فرمائی۔

(مرقاۃ المفاتیح 'ج2 ص171)

اس مبارک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع شریف قدم رنجہ فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات بھی زیارت قبور مسنون ومستحب ہے۔

کیا ہر سال شب براءت کے موقع پر زیارت قبور سنت ہے؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ شب براءت میں زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے تھے، اسی لئے زندگی میں صرف ایک بار زیارت کرلی جائے تو کوئی حرج نہیں، ہر سال شب براءت کے موقع پر زیارت قبور کا اہتمام بدعت ہے'' ان کا یہ قول بغیر دلیل کے دعویٰ اور استدلال کرنا ہے، جواز روئے شرع قابل قبول نہیں ہوسکتا، کیونکہ احادیث شریفہ کے ذخیرہ میں کہیں یہ صراحت نہیں آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یا ہر سال زیارت نہیں فرمائی بلکہ اس کے برعکس یہ شہادت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں میں بھی زیارت قبور کا التزام واہتمام فرمایا کرتے، اور یہ بات حقیقت سے نہایت بعید ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار شب براءت میں زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے ہوں

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات بقیع شریف تشریف لے جاتے۔ جیسا کہ صحیح مسلم شریف کتاب الجنائز، ج1 ص313 میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّه صلى الله عليه وسلم كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لاَحِقُونَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں بقیع مبارک تشریف لے جاتے اور فرماتے'' تم پر سلامتی ہو اے ایمان والو! تمہارے پاس پہنچا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، روزمحشر ملنے والی نعمتیں تمہارے لئے تیار رکھی ہوئی ہیں اور یقیناً ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! اہل بقیع کی بخشش فرمادے''۔

(صحيح مسلم ، كتاب الجنائز، ج ١ ص313 كتاب الجنائز، حديث نمبر2299/سنن النسائى، كتاب الجنائز، باب الامر بالاستغفار للمؤمنين، حديث نمبر2012/مسند الامام احمد، مسند الانصار، حديث نمبر:24297/صحيح ابن حبان ،فصل فى زيارة القبور، ج 7 ، ص444، حديث نمبر:3172/زجاجة المصابيح،باب زيارة القبور، ج1ص487)

حضرات! اگر کسی کو یہی اصرار ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار زیارت فرمائی ہے تب بھی نفس زیارت تو ثابت ہوئی، اگر کوئی امتی ایک بار یا ہر سال اہتمام کرے تو بہر طور وہ اللہ تعالی کے پاس محبوب وپسندیدہ ہی ہوگا، کتب اسلامیہ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ فرمایا ہو اس پر امت کی پابندی ومواظبت سے وہ سنت بدعت نہیں ہوتی بلکہ بقدر پابندی عمل کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک میں ہے:

وان احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔	بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب ترین عمل وہ ہے جس پر مواظبت و پابندی کی جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، حدیث نمبر:6464/صحیح مسلم،، کتاب صلوة المسافرین وقصرھا ،حدیث نمبر783 /سنن نسائی، ابواب القبلة، باب المصلی یکون بینه وبین الامام سترة، حدیث نمبر:754)

اور صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے:

وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا عَمِلُوا عَمَلاً أَثْبَتُوهُ.	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام جب بھی کوئی عمل کرتے تو اس پر مواظبت کرتے۔

(صحیح مسلم ، کتاب صلوة المسافرین وقصرھا ،حدیث نمبر1863)

شب براءت میں آتش بازی کی قباحت

برادران اسلام! آتش بازی میں بلا کسی فائدہ کے مال ضائع ہوتا ہے، یہ فضول خرچی اور اسراف ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا .إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينُ . اور فضول خرچی بالکل مت کرو، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت:26/27)

آتش بازی میں کسی عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ شریعت مطہرہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ . تم اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:195)

مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے وقت عزیز کو لایعنی اور بے فائدہ امور میں صرف کرے، جیسا کہ جامع ترمذی شریف ج2 ص58 میں حدیث پاک ہے:

من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه. انسان کے مسلمان ہونے کی خوبی یہ ہیکہ وہ بے فائدہ چیز چھوڑ دے۔

اسی لئے فقہاء کرام نے یہ صراحت کی ہے:

(و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام كل لهو المسلم حرام الا ثلاثة .... یعنی مسلمان کیلئے ہر غافل کرنے والے کھیل مکروہ ہیں بجز تین کے......۔

(الدرالمختار، ج:5ص279)

حضرات! ان مفاسد وخرابیوں کی وجہ سے آتش بازی شریعت اسلامیہ میں فی

نفسہ درست نہیں بالخصوص اس مبارک و باعظمت رات میں اللہ تعالی کی رضا جوئی اور توبہ واستغفار کرنے کے بجائے آتش بازی میں مشغول رہنا رحمت الٰہی سے روگردانی اختیار کرنے اور نعمت خداوندی کی ناقدری کرنے کے برابر ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ومن البدع الشنيعة ما تعارف الناس	ان بری بدعتوں میں جو ہندوستان
فی اکثر بلاد الھند من.......و	کے باشندوں میں رواج پکڑی ہے
اجتماعھم اللھو واللعب بالنار	آتشبازی، پٹاخے چھوڑنا اور گندھک
واحتراق الكبريت.	جلانا ہے۔

(ما ثبت بالسنة، ص:87)

مسلمان اس متبرک اور رحمت والی رات میں آتش بازی جیسے لایعنی اور بے فائدہ امور سے احتراز کریں اور اللہ تعالی کی رحمتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرلیں۔

شب براءت بطور خاص غیر شرعی امور سے باز رہیں

اسلام امن وسلامتی عطا کرنے والا تہذیب وشائستگی کی تعلیم دینے والا مقدس دین ہے، جس کے احکام وقوانین اقوام عالم کے ہر فرد و ہر قبیلہ، ہر رنگ ونسل، ہر زماں و مکاں کیلئے امن وشانتی، راحت واطمینان فراہم کرتے ہیں، جس کا پیغام امن اپنے ماننے والوں تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کیلئے ہے۔

زمین پر کسی بھی قسم کا فتنہ وفساد، نقصان وخسران، قتل وغارتگری اس دین متین میں بالکل ناجائز وممنوع ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا . تم زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت کرو!۔

(سورۃ الاعراف، آیت:65)

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے طرز عمل اور گفتار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور سارے لوگ اس سے محفوظ و مامون رہیں، مشکوۃ، ج1' ص15' میں جامع ترمذی اور سنن نسائی کے حوالہ سے منقول ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمؤمن من امنه الناس على دمائهم واموالهم.	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، اور مؤمن وہ ہے جس سے سارے لوگ اپنی جان و مال سے متعلق بےخوف رہیں۔

اسلامی قانون میں اس بات کی صراحت ہے کہ غیر مسلم سے بھی تکلیف کو دور کرنا اور اس کی ایذاء رسانی سے احتراز کرنا ضروری ہے، درمختار میں ہے:

ويجب كف الاذى عنه وتحريم غيبته كالمسلم.	غیر مسلم کی تکلیف دور کرنا لازم اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے جس طرح کسی مسلمان کو تکلیف دینا اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(درمختار' ج3ص272)

رات دیر گئے نوجوانوں کا گروہوں کی شکل میں ٹو ویلر اور فور ویلر پر سوار ہو کر

راہروؤں کو ایذاء پہنچانا، سواریوں، دفاتر، دکانوں اور لوگوں کی دیگر املاک پر سنگباری کرنا اور راستے مسدود کر کے سواریوں پر مختلف کرتب دکھانا، آتش بازی کے ذریعہ پُر امن فضا میں خوف و دہشت کا ماحول پیدا کرنا' اسلامی احکام وقوانین کے بھی متضاد اور مخالف ہے اور بتقاضۂ انسانیت بھی قابل مذمت ہے۔ خاص طور پر مقدس راتوں میں اس طرح کا عمل سخت ترین گناہ ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے کے حقوق و آداب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم کو بیٹھنا ہی ہوتو راستے کا حق دیا کرو! صحابہ کرام نے عرض کیا: راستہ کا حق کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے ارشاد فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب افنیة الدور والجلوس فیها، حدیث نمبر-2465 صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات، حدیث نمبر 5685۔ زجاجة المصابیح ج4ص 7)

لہٰذا ان مقدس راتوں میں ہر طرح کے غیر شرعی امور سے اجتناب کریں، عبادت واطاعت کے ذریعہ رحمت وسعادت حاصل کرنے کی سعی کریں!

شب معراج' شب براءت اور دیگر مقدس راتوں اور ایام میں زندگی کو اللہ تعالی اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت اور ان کی رضا وخوشنودی میں گزاریں۔

چودہ 14 رکعات نماز کی خصوصی فضیلت

حضرات! شب براءت میں کس طرح عبادت کی جائے اس سے متعلق امام بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث پاک نقل کی ہے:

عن ابراهيم ، قال ، قال علی ، رايت رسول الله صلی الله عليه وسلم ليلة النصف من شعبان قام فصلی أربع عشرة ركعة .ثم جلس بعد الفراغ، فقرأبأم القرآن أربع عشرة مرة ، وقل هو الله أحد أربع عشرة مرة وقل أعوذبرب الفلق أربع عشرة مرة وقل أعوذبرب الناس أربع عشرة مرة ،وآية الكرسی مرة و"لقد جاء كم رسول من انفسكم ، الآية"، فلمافرغ من صلاته سألته عما رايت من صنيعه قال : (من صنع مثل الذی رايت كان له كعشرين

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کی پندرھویں رات قیام فرما دیکھا اور آپ نے چودہ 14 رکعت نماز ادا فرمائی ۔ پھر بعد فراغت نماز آپ تشریف فرما ہوئے اور چودہ مرتبہ سورۃ الفاتحہ ، چودہ مرتبہ سورۃ الاخلاص ، چودہ مرتبہ سورۃ الفلق ،چودہ مرتبہ سورۃ الناس اور ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور (سورہ توبہ کی آیت 128) لقد جاء کم رسول من انفسکم تلاوت فرمائی۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اس مبارک عمل سے متعلق دریافت کیا جس کو میں نے دیکھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوکوئی شخص اس طرح عمل کرے گا جس طرح

حجة مبرورة ، وصيام	تم نے دیکھا ہے تو اس شخص کیلئے بیس 20
عشرين سنة مقبولة ، فان	مقبول حج اور بیس 20 سال کے مقبول
اصبح فی ذلک اليوم	روزوں کا ثواب ہے۔اگر وہ اس دن
صائما كان له كصيام سنتين	(پندرھویں تاریخ کو)روزہ رکھے گا تو اس
سنة ماضية ، وسنة	کیلئے دوسال،ایک گزشتہ اورایک آئندہ سال
مستقبلة.	کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی ،کتاب الصوم حدیث نمبر: 3683،الدرالمنثور،سورۃ الدخان۔جامع الاحادیث ، مسند العشرۃ،حدیث نمبر:33372۔)

حضرات گوکہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے تاہم فضیلت عمل کے باب میں ضعیف اور متکلم فیہ روایت کوبھی قبولیت حاصل ہے،جس طرح ماہ رمضان کی فضیلت کے بارے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت مروی ہے،جس کو امام بیہقی نے شعب الایمان (حدیث نمبر:3455) میں نقل کیا ہے،اُس حدیث کودیگر مکاتب فکر کے علماء بھی بیان کرتے ہیں حالانکہ اس کی سند میں بھی کلام ہے ، علامہ بدرالدین عینی ودیگر شارحین حدیث نے تو فضائل رمضان سے متعلق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت کو''منکر'' کہا ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی عظیم شرح''عمدۃ القاری''میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

ولا يصح إسناده وفى سنده	اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہےاوراس سند
إياس قال شيخنا الظاهر أنه	میں''ایاس''ہیں،ہمارے شیخ نے کہا: ظاہر
ابن أبى إياس قال	بات ہے کہ اس سند میں''ابن ابی

صاحب(الميزان) إياس بن أبي إياس عن سعيد بن المسيب لا يعرف والخبر منكر.	صاحب المیز ان نے کہا کہ ''ایاس'' ہیں، ''ایاس ابن ابی ایاس'' کا حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا معروف نہیں! لہذا یہ روایت منکر ہے۔

(عمدة القاری ، باب هل يقال رمضان او شهر رمضان ومن راى كله واسعا،حدیث نمبر:9981)

فضائل رمضان والی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت منکر ہونے کے باوجود دیگر مکاتب فکر کے علماء بھی عملی طور پر اُسے قبول کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں تو پھر شب براءت میں چودہ رکعت نماز والی اس روایت کوقبول کرنے میں کیا امر مانع ہے؟ اگر عمل نہ بھی کریں تو کم از کم اتنا تو کریں کہ جو عمل کررہے ہیں ان پر ردوانکار نہ کریں۔ ضعیف حدیث پرعمل سے متعلق تفصیلی بحث احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی کتاب ''فضائل شب براء ت احادیث وآثار کی روشنی میں'' موجود ہے؛ ملاحظہ فرمائیں۔

شب براءت کی مسنون دعائیں!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: شب براءت میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ	اے اللہ! میں تیری سزا سے تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں؛ تیرے غضب سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ میں

مِـنْکَ جَـلَّ وَجْهُکَ لا	آتا ہوں' تیری ذات بزرگی والی ہے
اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ	اے اللہ! میں تیری مکمل تعریف کا احاطہ
کَـمَـا اَثْـنَیْـتَ عَـلٰـی	نہیں کرسکتا' تو ویسا ہی ہے جس طرح تو
نَفْسِکَ.	نے خود اپنی کی تعریف وثناء کی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یا عائشة تعلمتهن	اے عائشہ! کیا تم نے ان (کلمات) کو یاد کرلیا ہے؟
فقلت نعم فقال	(حضرت عائشہ فرماتی ہیں:) میں نے عرض کیا: ہاں!
تـعـلـميهـن و	تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے یاد رکھو اور
علميهن	دوسروں کو سکھاؤ۔

(شعب الایمان للبیهقی' حدیث نمبر:3678)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں محبوبیت کے اعلی مقام پر متمکن ہیں وہیں بارگاہ ایزدی میں عبدیت ونیازمندی کے بھی اعلی مدارج پر فائز ہیں' چنانچہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بارگاہ الہی میں نیازمندیوں کا نذرانہ پیش کرنے کی تعلیم دی اور یہ کلمات ادا کئے' جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پندرھویں شعبان کی رات یہ دعا فرمائی:

سَـجَـدَ لَکَ خَیَـالِـیْ وَ	تجھ کو میرے باطن وظاہر نے سجدہ کیا اور میرا
سَـوَادِیْ وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ	دل تجھ پر ایمان رکھتا ہے تو یہ میرا ہاتھ ہے اور
فَهٰـذِهٖ یَـدِیْ وَمَـا جَنَیْتُ بِهَا	جو کچھ میں نے اس سے اعمال کئے ہیں' اے
عَلٰی نَفْسِیْ، یَا عَظِیْمُ	بزرگ وبرتر جس کی ہر بڑے مقصد کے

يُرْجٰى لِكُلِّ عَظِيْم، اِغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ، سَجَدَ وَجْهِىْ لِلَّذِىْ خَلَقَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ. لئے امید کی جاتی ہے (میری امت کے) بڑے گناہ کو معاف فرمادے میرے چہرہ نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس میں کان اور آنکھ بنائے۔ شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر: 3680)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شب براءت کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس مقدس شب میں ہمارے تمام گناہ معاف فرمائے اور جنت الفردوس ہمارا مسکن بنائے۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

x

ذکرِ نامِ پاک سے نارِ جہنم سرد ہو — اور سی حضرت کا دوزخ میں نجائے گا کبھو
بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیث کو — کہ قرین ذکر حق ذکرِ محمد کیجو
وحشتِ آدم گئی نام شہ لولاک سے
مردہ زندہ ہوگئے تاثیر نام پاک سے
حضرتِ آدم نے اس فرزند سے یہ بھی کہا — میں تفرح کے لئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا — اور ہر اک پتہ پہ جنت کے نام ان کا لکھا
سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تابعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالمِ علوی میں نقش

x

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توبہ واستغفار،فضائل وآداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ :یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَی اللَّہِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسٰی رَبُّکُمْ أَنْ یُکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّئٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْأَنْھَارُ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ.

برادران اسلام! ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں ہم خالق کائنات کے بندے ہیں اور مالک حقیقی کے غلام ہیں، ایک غلام کو چاہئے کہ وہ اپنے آقا کی اطاعت کرے لیکن ہماری حالت اس کے برخلاف ہے، ہم اللہ رب العزت اوراس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری سے دور ہوتے جارہے ہیں ، روز بروز ہم گناہوں کے دلدل میں پھنستے جارہے ہیں' قدم اٹھتا ہے تو برائی کی طرف اٹھتا ہے' نظر پڑتی ہے تو ہم برامنظر دیکھتے ہیں' زبان کھلتی ہے تو بدکلامی وبدگوئی کرتے ہیں۔

گناہوں کی کثرت اور نافرمانیوں کی وجہ سے دلوں پر سیاہی چھاجاتی ہے اور ہم رحمت الٰہی سے دور ہوتے جاتے ہیں،قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے توبہ کرنی چاہئے' گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے چاہئے !چنانچہ اسی فکر کے

پیش نظر آج ''توبہ واستغفار 'فضائل وآداب'' کے عنوان پر قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی۔

حضرات! درحقیقت ''توبہ'' یہ ہے کہ گناہ کو ترک کردیں، اپنے کئے ہوئے گناہ پر نادم ہوں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کریں۔

صدق دل سے توبہ کرنے والے افراد کے حق میں اللہ تعالی نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ انہیں اپنی خصوصی عنایت ومحبت سے نوازتا ہے، ارشاد حق تعالی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ .	بیشک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(سورة البقرة،آیت: 222)

حضرات! توبہ واستغفار کرنے والے خوش نصیبوں اور سعادت مندوں کو اللہ تعالی نہ صرف پسند فرماتا ہے بلکہ ان کے گناہوں کو بھی معاف فرماتا ہے اور انہیں نعمتوں والی جنت عطا فرماتا ہے، ابھی خطبہ میں جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ .	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ کرو! امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں جنت کے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔

(سورة التحریم،آیت : 8)

بندوں کی جانب سے غفلت وتساہل کے سبب' لاعلمی وناواقفیت کی وجہ یا نفس کی سرکشی کے باعث اُن سے جو برائیاں سرزد ہوگئی ہیں اس آیت کریمہ میں اُن گناہوں سے باز رہنے' اس پر نادم وپشیمان ہونے اور بصدق دل توبہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب ''الدر المنثور فی التأویل بالمأثور'' میں روایت درج کی ہے:

وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال معاذ بن جبل يا رسول الله : ما التوبة النصوح؟ قال : أن يندم العبد على الذنب الذى أصاب ، فيعتذر إلى الله ثم لا يعود إليه كما لا يعود اللبن إلى الضرع .	امام ابن مردویہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! توبۂ نصوح کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توبۂ نصوح (سچی توبہ) یہ ہے کہ بندہ اس گناہ پر شرمندہ ہوجائے جس کا اس نے ارتکاب کیا' بارگاہ الٰہی میں معذرت خواہی کرے پھر کبھی وہ گناہ کی طرف نہ لوٹے' جس طرح دودھ تھن میں واپس نہیں لوٹتا۔

(الدر المنثور فی التأويل بالمأثور،سورۃ التحریم،آیت:8)

جب بندہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول فرماتا ہے'

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ.	اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خطاؤں کو درگزر کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(سورۃ الشوریٰ،آیت: 25)

برادران اسلام! انسان کے اندر تین طرح کی قوتیں پائی جاتی ہیں: (1) قوت ملکوتی (2) قوت حیوانی (3) قوت شہوانی۔

انسان پر جب ملکوتی قوت غالب رہتی ہے تو وہ فرشتہ صفت بن جاتا ہے اور اس سے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں وہ نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے، اور جب حیوانی قوت کا اثر زیادہ ہوتا ہے تو لڑائی جھگڑا کرنا' فساد و بگاڑ پیدا کرنا اور دوسروں کو نقصان پہنچانا؛ اس قسم کے قبیح اعمال اس سے ظاہر ہوتے ہیں اور جب شہوانی قوت اپنا کام کرنے لگتی ہے تو اس سے حقوق اللہ کی پامالی، عبادات سے غفلت اور حرام کاریوں کا ارتکاب ہونے لگتا ہے۔

خالق کائنات نے انسان کو نیکی کرنے اور بدی سے دور رہنے کی تاکید فرمائی، انسان کو دنیا میں بھیج کر اس کی زندگی کو آزمائش کا ذریعہ بنایا اور دنیا کو اس کے لئے آزمائش کی جگہ بنایا، اس عالم میں خیر و بھلائی کرنے والوں سے آخرت کی بہترین نعمتوں کا وعدہ فرمایا اور بدکاروں اور گنہگاروں کو آتش دوزخ سے ڈرایا۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ	اور جب وہ کوئی سخت گناہ کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالی کو یاد کر کے

فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ.	اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں،اور اللہ تعالی کے سوا کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے؟اوروہ جان بوجھ کر اپنے (برے) افعال پراڑے نہیں رہتے۔

(سورۃ ال عمران،آیت: 135)

حضرات!اس آیت کریمہ میں گنہگار وسیاہ کار بندوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ اگر کوئی گناہوں اور خطاؤں میں مبتلا ہوں اور اپنی جانوں پر ظلم کریں تو ذکر الٰہی کو اپنا وظیفہ بنالیں، استغفار کی کثرت کریں اور اپنی سرکشی و بے راہ روی پر ندامت کے آنسوں بہائیں' رب کائنات سے معافی طلب کریں اور بخشش کا دروازہ کھٹکھٹائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بخشش کا پروانہ عطا فرمائے گا اور ضرور اس کے فرد عصیاں پر عفو و درگزر کا قلم چلائے گا۔

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی کتاب "تفسیر بحر العلوم" میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر:135 میں ارشاد ربانی:'' فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ" (گناہوں سے معافی طلب کرتے ہیں) کے تحت فرماتے ہیں:

الاستغفار باللسان والندامة بالقلب، ويقال الاستغفار باللسان بغير ندامة القلب توبة الكذابين. وروى عن الحسن البصرى	اس سے مراد زبان سے استغفار کرنا اور دل سے نادم و پشیمان ہونا ہے۔منقول ہے کہ دل میں نادم ہوئے بغیر صرف زبان سے استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے کہ

انہ قال استغفارنا یحتاج الی الاستغفار الکثیر.	آپ نے فرمایا ''ہمارے استغفار پر بھی خوب استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔''

(تفسیر بحرالعلوم' سورئہ ال عمران ،135)

گنہگار توبہ کرتے ہی پاک ہو جاتا ہے

برادران اسلام! ''استغفار'' دراصل گناہوں سے معافی طلب کرنے کو کہتے ہیں،استغفار غَفَرَ سے بنا ہے،اس کا معنی چھپانا، پوشیدہ رکھنا اور بچانا ہے

خالق کائنات کے فضل وکرم اور اس کی بخشش وعطا کی شان ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے توبہ واستغفار کو بندوں کے گناہوں کا کفارہ بنایا اور استغفار کرنے والوں کو اپنی وسیع رحمت سے سرفرازی کی بشارت عطافرمائی ، اس کی شان کرم نوازی کیونکر بیان ہو سکے؟ وہ رحمت والا پروردگار اپنے گنہگار بندوں کو مغفرت کا سہارا دیتا ہے اور انہیں اپنی قربت سے اس طرح نوازتا ہے کہ مجرم کو اپنے دربار میں مجرم کی حیثیت سے یادنہیں فرماتا ' جیسا کہ دنیا میں کیا جاتا ہے،مثلاً اگر کوئی شخص جرم کرتا ہے اور اس سے باز آ جاتا ہے اور اس پر ندامت کرتا ہے' تب بھی لوگ اس کی عیب جوئی کرتے ہیں ، بارہا اس کی برائی کو بیان کرتے ہیں،لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آپ نے گنہگاروں کو شان رحمت کا صدقہ عطافرماتے ہوئے یہ ارشادفرمایا:

التَّـائِبُ مِـنَ الـذَّنْبِ کَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ.	گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد ، باب ذكر التوبة،حديث نمبر،4391)

جب اپنی خطاؤں پہ میں شرماتا ہوں
اک خاص سرور قلب میں پاتا ہوں
توبہ کرتا ہوں جب گنہ سے امجد
پہلے سے زیادہ پاک ہوجاتا ہوں

(حضرت امجد حیدرآبادی)

طلب مغفرت کا طریقہ

حضرات! اگر کسی انسان سے گناہ سرزد ہوجائے تو اس کے لئے زبان سے **استغفر اللہ** کہنا اور یہ پختہ ارادہ کرلینا ضروری ہے کہ آئندہ کبھی گناہ نہیں کرونگا، جو نمازیں قضا ہوئی ہیں، جو روزے چھوٹ گئے ہیں؛ انہیں ادا کرنا اور بندوں کے جو حقوق اپنے اوپر لازم ہیں انہیں ادا کرنا یا انہیں معاف کروالینا، پھر اس کے ساتھ دل میں ندامت ہو اور قلب پر پشیمانی کا گزر بھی ہو، اتنے عمل سے یقیناً توبہ تو ہوجاتی ہے، تاہم باوضو ہوکر توبہ کی نیت سے نفل ادا کرے اور بارگاہ الہی میں رجوع ہوکر مغفرت طلب کرے، چونکہ بندہ کے لئے بارگاہ الہی اور اس کے فضل وکرم، رأفت ورحمت اور لطف و احسان کے سوا کوئی اور مقام ہی نہیں جہاں وہ اپنا سر چھپائے اور معافی طلب کرے۔

خالق کائنات اپنے گنہگار بندوں کو سزا دینے پر قادر ہے، اس کے باوجود خدائے تعالی کی فضل ورحمت والی ذات گنہگاروں کو بشارت دیتی ہے کہ میرے بندو آؤ! کہ میں رحمت کی چادر تم پر اڑھاؤں، تمہیں سعادتوں کے سایہ میں رکھوں اور تمہیں بخشش ومغفرت سے سرفراز کروں، لیکن بندہ میں ان سرفرازیوں کو حاصل کرنے کی اہلیت کیسے پیدا ہوگی اور بندہ مولی تعالی کی بخشش اپنے دامن میں کیسے بھرے گا؟ اس

سلسلہ میں حضرات اہل بیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ إِنِّي كُنْتُ رَجُلاً إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثًا نَفَعَنِي اللَّهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا اور سچ فرمایا ،"میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو شخص بھی گناہ کرے، پھر اٹھ کر پاکی حاصل کرے پھر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اللہ تعالی اس کو معاف فرمائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا

مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ.

(جامع الترمذی ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ عندالتوبۃ حدیث، 408/3276)

”توبہ“ صدق دل سے کی جائے!

حضرات! صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینے سے کیا توبہ ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ برائی کے ارتکاب پر بندہ صدق دل سے نادم ہو اور اپنے کئے پر افسوس کرے! اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات یاد رہے کہ زبان سے توبہ توبہ یا" اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ" کہہ دینا کافی نہیں، بلکہ بزرگان دین کے نزدیک یہ خود گناہ ہے، جیسا کہ قوت القلوب جو حضرات صوفیہ کے نزدیک معتبر کتاب ہے اور بزرگان دین اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اس میں لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کا قول ہے: جب میں "اَسْتَغْفِرُ اللّٰه " زبان سے کہتا ہوں اور دل میں ندامت نہیں ہوتی تو اس بات سے استغفار کرتا ہوں اور خدائے تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں، اور لکھا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ”زبان سے استغفار کرنا بغیر اس کے کہ دل میں ندامت نہ ہو؛ جھوٹوں کی توبہ ہے“ اور حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہمارا استغفار کرنا خود دوسرے استغفار کا محتاج ہے، اس طرح توبہ اس کی محتاج ہے کہ اس سے توبہ کی جائے۔

(مقاصدالاسلام، ج8،ص124)

رنج وغم کا ازالہ ”استغفار“

حضرات! آج دنیوی آسائش کا خیال اور مال ودولت جمع کرنے کی فکر ہم لوگوں میں مضبوط جڑیں بنا چکی ہے، اس غرض کی خاطر نہ حلال وحرام کی تمیز باقی ہے نہ

اچھائی اور برائی میں فرق، اس بدعملی کا نتیجہ بلا ومصیبت، رنج وغم اور تنگیٔ رزق کی شکل میں سامنے آ رہا ہے، اور آئے دن ہم لوگ دین سے دور ہوکر عیش وآرام کے دلدل میں پھنستے جارہے ہیں، ان تمام امراض و پریشانیوں کا علاج طبیب عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی دوا میں رکھا اور وہ دوا استغفار ہے!

چنانچہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث شریف ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِبُ .

حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو لازم کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قسم کے غم واندوہ سے راحت میں رکھے گا، ہر تنگی سے نکلنے کی صورت پیدا فرمادے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔

(المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر:10517)

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے:

مَنِ اسْتَبْطَأَ الرِّزْقَ فَلْيُكْثِرْ مِنَ التَّكْبِيرِ وَمَنْ كَثُرَ هَمُّهُ وَغَمُّهُ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ.

جس کے رزق میں کشادگی نہ ہو وہ کثرت سے اللہ کی بڑائی بیان کرتا رہے اور جس کے رنج وغم زیادہ ہوں وہ کثرت سے استغفار کیا کرے۔

(جامع الاحاديث للسيوطي، حديث نمبر:45658)

دنیا کا معاملہ ہو یا آخرت کا معاملہ، استغفار ہر ایک کے لئے مداوا ہے،

مصائب ومشکلات ہو یا آفات وبلیات،رزق میں تنگی ہویا بے روزگاری' تمام پریشانیوں کا حل "استغفار" ہے، بارگاہ الٰہی میں رجوع ہونا اورتوبہ کرنا اس کی خوشنودی کا باعث بھی ہےاور نعمتوں سے سرفرازی کا ذریعہ بھی۔

''استغفار'' بدزبانی کے وبال سے بچنے کا ذریعہ

انسان کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ نقصان زبان سے ہوتا ہے، زبان کی وجہ سے انسان جنتی بھی ہوتا ہےاور دوزخی بھی ،اس کے نقصانات سے بچنے کے لئے استغفار بمنزلۂ ڈھال ہے،سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی رجل ذرب اللسان واکثرعلی اھلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این انت من الاستغفار انی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ مائۃ مرۃ .

ایک صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سخت گو انسان ہوں اور میرے اہل کے ساتھ اکثر سخت گوئی ہوتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم استغفار کیوں نہیں کرتے ، بے شک میں بھی دن ورات میں سو(100)مرتبہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ، حدیث نمبر 3301)

حضرات!ہمیں یہ بات یادرکھنی ضروری ہے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا عام انسانوں کی طرح نہیں،اس میں شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

توبہ کی کوئی ضرورت نہ تھی، کیونکہ آپ سے گناہ صادر ہی نہیں ہوا، مگر باوجود اس کے آپ استغفار کرتے تھے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالك وأبي حنيفة والشافعي : إنهم معصومون من الصغائر كلها كعصمتهم من الكبائر أجمعها.	مالکی، حنفی، شافعی وغیرہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں اسی طرح صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں.

(تفسیر قرطبی، ج1، ص308)

اور جہاں کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق "استغفار" کا ذکر آیا ہے؛ اس سے مراد درجات میں مزید بلندی کی درخواست کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے:

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى.	اور (اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے لئے ہر آنے والا لمحہ پچھلے لمحہ سے بہتر ہے۔

(سورة الضحی، آیت:4)

باوجود یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں لیکن آپ نے اس طرح کی دعائیں اور استغفار کا اہتمام امت کی تعلیم کے لئے فرمایا ہے۔

درود شریف' دعاء کی قبولیت کا آسان ذریعہ

آپ کی ذات عالی وقار کی رفعت وعظمت کا کیا کہنا' صرف آپ کے نام مبارک اور

ذکر شریف میں اللہ تعالی نے وہ برکت وتاثیر رکھی ہے کہ آپ کے مبارک نام کا وسیلہ آ جائے تو خطائیں معاف ہوجاتی ہیں، آپ کا ذکر شریف آ جائے تو دعائیں مقبول ہوجاتی ہیں، جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت
إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ	ہے، آپ نے فرمایا: دعاء اس وقت تک
السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لاَ يَصْعَدُ	آسمان وزمین کے درمیان رکی رہتی ہے،
مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى	اوپر نہیں جاتی جب تک کہ تم اپنے نبی
نَبِيِّكَ صلى الله عليه	کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
وسلم.	اقدس میں درود شریف پیش نہ کرو۔

(جامع ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 488)

نام مبارک کا وسیلہ، توبہ کی قبولیت کا ضامن

سیدنا آدم علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا فرمائی تھی، اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی، دس معتبر کتب حدیث وتفسیر کے حوالہ سے اس روایت کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں "مستدرک علی الصحیحین" وغیرہ میں حدیث پاک مذکور ہے:

عن عمر بن الخطاب	سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت
رضی اللہ عنہ ، قال :	ہے، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ
قال رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ

علیه وسلم : لما اقترف آدم الخطیئة قال: یا رب أسألک بحق محمد لما غفرت لی ، فقال الله : یا آدم ، وکیف عرفت محمدا ولم أخلقه؟ قال : یا رب ، لأنک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنک لم تضف إلی اسمک إلا أحب الخلق إلیک ، فقال الله :صدقت یا آدم ، إنه لأحب الخلق إلی ادعنی بحقه فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک .

السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالی کے حضور معروضہ کیا:ائے میرے رب ! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے،اللہ تعالی نے فرمایا:ائے آدم !تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتے ہو جبکہ میں نے انہیں پیکر انسانی میں پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا:ائے میرے رب!تو نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا،تو قوائم عرش پر" لا إله إلا الله محمد رسول الله " لکھا ہوا دیکھا ، میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ انہی کا نام پاک ملایا ہے جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے پسندیدہ ومحبوب ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:ائے آدم ! تم نے سچ کہا ،بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ہیں،تم ان کے وسیلہ سے دعا کیا کرو!یقیناً میں نے تمہیں مغفرت دی ہے،اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(مستدرك على الصحيحين، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، حديث نمبر، 4194۔ المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر:6690۔المعجم الصغير للطبراني، باب الميم، من اسمه محمد، حديث نمبر، 989۔ دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب غزوة تبوك،باب ما جاء في تحدث رسول الله صلى الله عليه وسلم بنعمة ربه عز وجل، حديث نمبر، 2243۔ مجمع الزوائد، ج،8ص:198،حديث نمبر، 13917۔ جامع الاحاديث والمراسيل ،مسند علی بن ابی طالب، حديث نمبر، 33457۔ كنز العمال، كتاب الفضائل من قسم الأفعال ،الفصل الثالث في فضائل متفرقة تنبيء عن التحدث بالنعم، حديث نمبر: 32138۔ الدرالمنثور،سورة البقرة، 37۔ تفسير الكشف والبيان للثعلبي، سورة البقرة ، 37۔ تفسير روح البيان، ج،2،ص:376،سورة المائدة،16)

توبہ واستغفار کے بارے میں بزرگان دین کے اقوال

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پوچھا گیا سچی توبہ کیا ہے؟:

فقال هي ندم بالقلب واستغفار باللسان وترك بالجوارح وإضمار أن لا يعود إليه.	تو آپ نے فرمایا: سچی توبہ یہ ہے کہ دل سے نادم ہونا ، زبان سے استغفار کرنا ، ظاہری اعضاء سے گناہ چھوڑنا اور قلب میں یہ ارادہ کرنا کہ گناہ کی طرف پھر نہیں لوٹے گا۔

(قوت القلوب ،ج2ص415)

وينبغي لأهل التوبة أن يحاسبوا نفوسهم في كل طرفة ويدعوا كل شهوة	توبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ہر لحہ نفس کا محاسبہ کریں اور خواہش نفس وبے فائدہ چیزوں کو ترک کردیں،اور بے

ویتــرکـوا الـفضول وهـی ستة أشياء : ترک فضول الـكـلام، وتــرک فضول الـنـظـر، وتــرک فضول الـمشـی، وتـرک فـضول الــطــعــام، والشــراب، واللباس.	فائدہ چیزیں چھ(6)طرح کی ہیں،(1)بےفائدہ گفتگوترک کرنا(2)بے فائدہ دیکھنے سےگریز کرنا(3)جہاں دنیوی واخروی فائدہ نہ ہو وہاں جانے سے پرہیز کرنا(4)بلا ضرورت کھانے سے بچنا(5)بلاضرورت پینے سے بچنا اور(6) غیرمناسب لباس سے بچنا۔

(قوت القلوب ،ج2ص420)

وسـئـل يحى بن معاذ رحمه الـلّــــه كيف يـصـنـع التائب؟فقال: هو من عمره بيـن يـومين، يوم مضى ويوم بـقـی، فيـصـلحهما بثلاث: أمـا مـا مـضـی فبـالـنـدم والاستـغـفـار، وأمـا مـا بقی فبتــرک التـخـليـط وأهلـه ولـزوم الـمريدين ومجالسة الـذاكــريـن والثـالثة لـزوم تصفية الغذاء	حضرت یحی بن معاذ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پوچھا گیا: تائب کوکیا کرنا چاہئے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ اپنی زندگی کے دودنوں کےدرمیان رہتاہےایک وہ دن جو گزرگیااوردوسرا وہ دن جو باقی ہے۔ان دونوں کی اصلاح تین طرح سے کرے!(1)جو دن گزرگیا اس کی اصلاح ندامت واستغفار سے ہو! (2)جو دن باقی ہے اس کی اصلاح لوگوں سےمیل جول چھوڑکرکرے!...... (3)رزق حلال کی پابندی

والدأب علی العمل. اورا عمال صالحہ کی عادت اپنا کر کرے۔

(قوت القلوب ، ج2ص420)

استغفار سے متعلق ایک وسوسہ کا ازالہ

بندگان خدا کو اپنے خالق و مالک اللہ تعالی سے تعلق وارتباط قائم کرنے کے لئے ، گناہوں پر صدق دل سے نادم وپشیمان ہوکر بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار لازم وضروری ہے ، تاکہ وہ قرب و وصال کی دولت لازوال سے مالا مال ہوسکیں ، چنانچہ استغفار کی اہمیت وافادیت ، شرائط وآداب بیان کرتے ہوئے حضرت سیدی ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں :

استغفار یہ ہے کہ زبان سے " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ " کہے اور دل میں نادم اور پشیمان ہوکر اللہ تعالی سے معافی مانگے ، یہ کیا مشکل کام ہے؟

شاید یہ خیال ہو کہ اب توبہ کریں پھر کوئی گناہ ہوجائے تو کیا فائدہ؟ یہ شیطانی وسوسہ ہے ، سچے دل سے توبہ کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلو ، ان شاء اللہ تعالی تم سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔

التائب من الذنب کمن لاذنب له. گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس سے کوئی گناہ ہی نہ ہوا ہو۔

(سنن ابن ماجه ، کتاب الزهد ، باب ذکر التوبة ، حديث نمبر: 4391 ، مجمع الزوائد ، ج10 ، ص200)

توبہ واستغفار کرنے سے اس وقت تک کے تمام گناہ معاف ہوگئے ، نہ صرف گناہ معاف ہوئے بلکہ اعمال نامہ سے بھی مٹادئے گئے ۔ تقاضۂ بشریت سے اگر پھر گناہ

ہوگیا تو پھر معافی مانگ لیں۔

بغیر توبہ واستغفار جو عبادت کی جاتی ہے وہ رائگاں تو نہیں جاتی مگر مغفرت مانگنے کے بعد جو عبادت کی جاتی ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

اکثر لوگ صرف زبان سے استغفار کہتے ہیں، اس سے کیا ہوتا ہے؟ حدیث شریف میں اس سے متعلق جو الفاظ وارد ہیں وہ کہیں! جو یہ ہیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ اَلذِىْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْه.

یہ استغفار یاد کرلو، اگر یہ یا اور کوئی استغفار یاد نہ ہوسکے تو صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہہ دیا کرو، اس کے معنی یہ ہیں کہ: الٰہی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

آپ نے استغفار سے متعلق یہ شرائط بیان فرمائی ہیں:

(1) دل سے معافی مانگنا اور زبان سے استغفار کرتے رہنا۔

(2) بار بار معافی مانگنا اور استغفار کرتے رہنا۔

(3) جو گناہ ہوئے ہیں آئندہ نہ کرنے کا تہیہ کرلینا۔ جو نمازیں قضاء ہوئی ہیں وہ ادا کردینا۔ اور حقوق العباد ادا کرنا یا معاف کروالینا۔

استغفار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ دل میں نادم ہوکر زبان سے استغفار کہنا۔

اور یہ بھی استغفار ہے کہ ان مقامات پر جایا کریں جہاں مغفرت اور نیک اعمال کی توفیق ہوتی ہے، مثلاً جہاں ذکر الٰہی یا مواعظ کی مجالس ہوں۔ بزرگوں کی ہم نشینی بھی بڑی نعمت ہے۔

(مواعظ حسنہ، ج 2)

سیدالاستغفار کے بارے میں امام اعظم کی اپنے صاحبزادہ کو وصیت

حضرات! احادیث شریفہ میں استغفار کے مختلف الفاظ آئے ہیں، یہاں صحیح بخاری شریف کے حوالہ سے 'سیدالاستغفار' ذکر کیا جارہا ہے، سیدالاستغفار میں چونکہ دنیا و آخرت دونوں سے متعلق دعائیں جمع ہیں اسی لئے اس کا نام سید الاستغفار ہے، احادیث شریفہ میں سیدالاستغفار کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے صاحبزادہ حماد رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر الٰہی اور درود شریف پڑھنے کے ساتھ سیدالاستغفار پڑھنے کی تاکید فرمائی؛ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

تُكْثِرُ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى	اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور حضرت
وَالصَّلٰوةَ عَلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتَغِلُ	درود پڑھو اور سید الاستغفار میں مشغول
بِسَيِّدِ الْاِسْتِغْفَارِ وَهُوَ قَوْلُهٗ	رہو۔(اس کا ترجمہ یہ ہے:) اے اللہ! تو
عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ	ہی میرا پالنے والا ہے، تیرے سوا کوئی
رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ،	معبود نہیں؛ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا
خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا	بندہ ہوں اور میں بہ قدر اپنی طاقت کے
عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا	تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں؛ میں تجھ
اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ	سے اپنے بُرے اعمال کے شر سے پناہ
شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَكَ	مانگتا ہوں؛ تو نے مجھ پر جو انعام کئے ہیں
بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ	؛ میں اُن کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا
بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي،	معترف

فَإِنَّـهُ لاَ يَـغْـفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. ہوں، تُو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔

(سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ،ص: 148-149)

سید الاستغفار کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَـنْ قَـالَهَـا مِـنَ الـنَّهَارِ مُوقِنًا بِهَـا، فَـمَـاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُـمْسِىَ ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَمَـنْ قَـالَهَـا مِـنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُـوقِـنٌ بِهَـا ، فَـمَـاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

جو شخص کامل یقین کے ساتھ اس استغفار کو دن میں پڑھے اور رات ہونے سے قبل اسی دن انتقال کر جائے تو وہ اہل جنت میں شامل ہوگا،اور جو رات میں پڑھے پھر صبح ہونے سے قبل انتقال کر جائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، حدیث نمبر،6306)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل ہمیں رزق حلال ،صدق مقال کی توفیق دے،ہمیں اپنے گناہوں پر استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے،اور ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

a

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ رمضان‘ استقبال واہتمام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :يٰٓ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ .صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمْ.

حضرات!انسانی زندگی میں منصوبہ بندی اور پلاننگ کی بڑی اہمیت ہے، ہر صاحب سمجھ اور باشعور انسان منصوبہ بندی سے کام کرتا ہے، اسکولس اور کالجس کے لئے جو نصاب تیار کیا جاتا ہے‘ دراصل وہ اسٹوڈینٹس کی تعلیمی زندگی کے لئے منصوبہ بندی ہے، والدین اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں، ایک تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اپنے ذہن میں متعدد منصوبے رکھتا ہے، تجارتی منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے تاجرین اپنی مصنوعات کی تشہیر کرتے ہیں، اپنے پروڈکٹس کی ایڈورٹائزنگ (Advertising) کرتے ہیں، مسلح افواج ہتھیار اور عددی طاقت رکھنے کے ساتھ ساتھ نہایت چابک دستی سے منصوبہ بندی کرتی ہیں۔

منصوبہ بندی صرف انسانی ماحول میں ہی نہیں بلکہ عالم حیوانات پر نظر ڈالی جائے تو چرندو پرند' وحوش وطیور بھی اپنے اپنے طور پر منصوبے رکھتے ہیں، بعض جانور موسمی تبدیلی کے لحاظ سے رہائش کے لئے نقل مقام کرتے ہیں اور دوسرے جنگل کا رخ کرتے ہیں، پرندے موسم کے اعتبار سے اپنے مقام کو تبدیل کرتے ہیں، یہاں تک کہ چیونٹیاں موسم گرما میں موسم سرما کے لئے ذخیرہ اندوزی کرتی ہیں۔

جس طرح آدمی دنیوی معاملات میں منصوبہ بندی کر رہا ہے، والدین اپنے نونہالوں کے مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں، تاجرین تجارت وکاروبار کو فروغ دینے کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں، فوج اپنی مہم سر کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر رہی ہے، حیوانات اپنی حیثیت سے منصوبہ بندی کر رہے ہیں؛ اس سے کئی درجہ اضافہ ایک مسلمان کو آخرت کی زندگی کی فکر کرنی چاہئے، اخروی زندگی کی راحت کی خاطر آنے والے دنوں کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے، عالم جاودانی میں آرام کے لئے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ.	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو جائزہ لینا چاہئے کہ وہ آنے والے کل کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو! یقیناً اللہ تعالی جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(سورۃ الحشر، آیت:18)

جب دنیا کے کاموں کے لئے منصوبہ بندی کی جارہی ہے، عصری تعلیم' بزنس' سیکورٹی اور دیگر دنیوی امور کے لئے منصوبہ بندی کی جارہی ہے تو اخروی معاملات اور

دینی امور کے لئے اور زیادہ اہتمام کیا جانا چاہئے، اللہ تعالی کی جانب سے کوئی نعمت مل رہی ہو تو اس کی قدر دانی کے لئے پہلے سے پلاننگ ہونی چاہئے، اس کے لئے پہلے سے منصوبہ بندی ہونی چاہئے۔

استقبال رمضان کا پہلا خطبہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل اس کی عظمت وشان آشکار فرمائی، آمد رمضان سے پہلے اس کے فضائل سے متعلق خطبے ارشاد فرمائے ہیں، استقبال رمضان سے متعلق بنیادی طور پر تین روایتیں ہیں، جو استقبال رمضان کے عنوان پر تین بلیغ خطبوں کی حیثیت رکھتی ہیں:

ماہ رمضان کی آمد سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو اس کی آمد کی خوشخبری سناتے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُبَشِّرُ اَصْحَابَهُ قَدْ جَاءَكُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ شَهْرٌ مُبَارَكٌ افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ يُفْتَحُ فِيهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَيُغْلَقُ فِيهِ اَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان کی آمد آمد ہے، یہ ایک برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالی نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کیا جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک رات ہے

مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ	جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اُس رات کی
خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ	بھلائی سے محروم رہا تو حقیقت میں وہ محروم رہ گیا۔

(مسند امام احمد،مسند ابو هريرة،حديث نمبر:9227)

ماہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی جنت کے دروازوں کا کھولا جانا بتلا رہا ہے کہ جو لوگ ماہ رمضان میں نیکیاں کریں گے اُن کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں' جنت میں داخلہ اُن کے لئے طے ہے' جنت اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ اُن کا انتظار کر رہی ہے' اور رمضان کی آمد پر دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا' اشارہ دے رہا ہے کہ اس ماہ مبارک میں نیک عمل کرنے والوں کے لئے دوزخ کے دروازے بند ہیں' اُن کا ٹھکانہ تو جنت ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک روایت نقل کی ہے:

عن أبی هريرة ، قال :قال	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ
رسول الله صلى الله عليه	نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وسلم : إذا كان أول ليلة	نے ارشاد فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات
من شهر رمضان صفدت	ہوتی ہے شیاطین اور سرکش جنات بیڑیوں میں
الشياطين ، ومردة الجن ،	جکڑ دئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند
وغلقت أبواب النار ، فلم	کئے جاتے ہیں، پھر اُس کا کوئی دروازہ کھولا نہیں
يفتح منها باب ، وفتح	جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے
أبواب الجنة ، فلم يغلق	ہیں، پھر اُس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور
منها باب ، وينادى مناد	ایک ندا دینے والا ہر رات ندا دیتا ہے: اے نیکی کو
كل ليلة	چاہنے والے!

یا باغی الخیر أقبل ، ویا باغی الشر أقصر ، .ولله عز وجل عتقاء من النار ، وذلک عند کل لیلة	نیکی کرگزر، اور اے بدی کو چاہنے والے! بدی سے باز آجا، اللہ تعالی کے دوزخ سے آزاد کئے ہوئے کئی بندے ہوتے ہیں، رحمتوں کا یہ سلسلہ ہر رات جاری رہتا ہے۔

(شعب الایمان للبیهقی ، حدیث نمبر:3446)

ماہ رمضان میں اللہ تعالی کی جانب سے خصوصی طور پر ظاہری و باطنی ماحول کو نیکیوں کے لئے سازگار بنادیا جاتا ہے، ہر اعتبار سے بندہ کے لئے نیکی آسان کردی جاتی ہے اور برائی کے اسباب کو نہایت کم کیا جاتا ہے، شیطان مقید ہوتا ہے، نفس' روزہ کے ذریعہ قابو میں رہتا ہے، ہر طرف بھلائی کرنے کے لئے ماحول آسان سے آسان کیا جاتا ہے۔اس نعمت سے ہمیں استفادہ کرنا چاہئے ،اس کی قدرشناسی اور قدردانی کرنی چاہئیے ۔

استقبال رمضان کا دوسرا خطبہ، پہلی رات' بخشش کا مژدہ

کسی بات کو بیان کرنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں' بات سادہ انداز میں کہی جاتی ہے'اس کے بجائے اگر تاکید کے ساتھ کہی جائے تو اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اگر بیان کرنے سے پہلے تمہید لائی جائے تو بیان کی جانے والی بات کی غیر معمولی اہمیت واضح ہوتی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے بارے میں تمہید کے ساتھ بیان فرما کر اس کی غیر معمولی اہمیت کو واشگاف فرمایا،جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں روایت ہے :

عن انس بن مالک قال:	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا'

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يستقبلكم وتستقبلون ثلاث مرات فقال عمر بن الخطاب: يا رسول الله، وحي نزل؟ قال: لا قال: عدو حضر؟ قال: لا قال: فماذا؟ قال: إن الله عز وجل يغفر في اول ليلة من شهر رمضان لكل اهل هذه القبلة، واشار بيده إليها.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک (آنے والا) تمہارے سامنے آرہا ہے اورتم اُس کا استقبال کروگے۔ یہ جملہ تین مرتبہ ارشادفرمایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی وحی نازل ہوئی؟ فرمایا: نہیں، عرض کی: کیا کوئی دشمن آیا ہے؟ فرمایا: نہیں! عرض کی! تو پھر کیا واقعہ پیش ہونے والا ہے؟ ارشاد فرمایا: (ماہ رمضان کی آمدآمد ہے) یقیناً اللہ تعالی ماہ رمضان کی پہلی رات اس قبلہ کو ماننے والے تمام اہل ایمان کی مغفرت فرمادیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرماتے وقت اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ فرمایا۔

(صحیح ابن خزیمة، کتاب الصیام، جماع ابواب فضائل شهررمضان وصیامه، حدیث نمبر: 1778)

رمضان کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا، آمد رمضان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اہمیت دے کر بیان فرمایا، اس کی عظمت آشکار فرمائی، اس کے بارے میں مغفرت کا مژدہ سنایا' تاکہ اہل ایمان ماہ رمضان کی آمد سے پہلے تیاری کرلیں، اس قدر اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وحی نازل ہونے کا گمان کیا،

دشمن کے حملہ کا اندیشہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان سے پہلے ایک مہم کے طور پر اس کے استقبال کی تیاری کرنی چاہیے، اس کے لمحہ لمحہ سے استفادہ کرنے کے لئے ذہنی وفکری طور پر، علمی وعملی طور پر اور معاشی ومعاشرتی طور پر تیار رہنا چاہیے۔

ماہ رمضان کی تیاری اور طریقۂ صحابہ

جیسا کہ الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت مذکور ہے:

وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ قال کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نظروا الی ھلال شعبان اکبوا علی المصاحف یقرء ونھا واخرج المسلمون زکوۃ اموالھم لیتقوی بھا الضعیف والمسکین علی صیام شھر رمضان و دعا الولاۃ اھل السجن فمن کان علیہ حد اقاموہ علیہ والاخلوا سبیلہ وانطلق	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جب ماہ شعبان کا چاند دیکھتے تو قرآن شریف کو سینہ سے لگائے رہتے اور تلاوت میں مصروف رہتے، مسلمان اپنے اموال کی زکاۃ نکالتے تا کہ کمزور اور مسکین اس کو حاصل کرکے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی قوت حاصل کرے، حکام وذمہ داران، قیدیوں کو طلب کرتے۔ اور ان میں جو حد شرعی کے مستحق ہوتے، ان پر حد جاری کرتے، ورنہ ان کو رہا کردیتے، تاجر حضرات اپنے ذمہ جو حقوق ہیں انہیں ادا کردیتے

التجار فقضوا ما علیھم و	اور جو چیزیں وصول طلب ہوتیں انہیں
قبضوا مالھم حتی اذا	حاصل کر لیتے یہاں تک کہ جب رمضان
نظروا الی ھلال رمضان	کا چاند دیکھ لیتے تو غسل کر کے یکسوئی کے
اغتسلوا و اعتکفوا.	ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاتے ۔

(الغنیة لطالبی طریق الحق ج1، ص 188)

مذکورہ روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان ماہ شعبان میں ہر سطح پر ماہ رمضان کی تیاری کرتے عملی اعتبار سے تیاری کے لئے تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کرتے ، معاشی سطح پر تیاری کرتے ہوئے لین دین کے معاملات کی تکمیل کرتے ، اپنے ذمہ جو حقوق باقی ہیں انہیں ادا کرتے ، وصول طلب رقوم حاصل کرتے ، سماجی سطح پر تیاری کرتے ، یہ بزرگ حضرات اپنی تیاری کے ساتھ ساتھ دوسروں کی تیاری کا بھی لحاظ رکھتے ، شعبان میں مال کی زکوٰۃ نکالتے' تاکہ تنگدست افراد' روزہ رکھنے کے لئے زکوٰۃ کی رقوم کے ذریعہ تیاری کرلیں ، جن قیدیوں سے متعلق شرعی سزائیں نہیں' انہیں رہا کرتے تاکہ وہ بھی ماہ رمضان کی تیاری کرلیں ، ہر طرح سے تیاری کرنے کے بعد جب ماہ رمضان کا چاند دیکھتے تو ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ، مکمل اہتمام کے ساتھ غسل کر کے ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو جاتے ۔

استقبال رمضان پر تیسرا طویل ترین خطبہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان کی فضیلت ، روزوں کی فرضیت ، تراویح کی اہمیت اور شب قدر کی افضلیت پر مشتمل ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا ، یہ استقبال رمضان کے عنوان پر طویل ترین خطبہ ہے' جسکی روایت امام بیہقی نے شعب

الایمان میں کی ہے:

عن سلمان الفارسی ، قال :خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال :یا ایها الناس قد اظلکم شهر عظیم ، شهر مبارک ، شهر فیه لیلة خیر من الف شهر ، جعل الله صیامه فریضة ، وقیام لیله تطوعا ، من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه ، ومن ادی فریضة فیه کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه ،وهو شهر الصبر، والصبر ثوابه الجنة،وشهر المواساة ،	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہم سے خطبہ ارشاد فرمایااورارشادفرمایااے لوگو !تم پرایک عظمت والامہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، وہ برکت والامہینہ ہے،وہ ایسا مہینہ ہے جس میں ایک عظیم رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالی نے اس کے روزوں کوفرض قرار دیا اور رات میں قیام کرنے کونفل قرار دیا، اس مہینہ میں جس شخص نے نفل عمل کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جس شخص نے اس میں ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرائض ادا کئے ۔اوروہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہےاورغمخواری کا مہینہ ہے،

وشهـر يـزاد فيـه رزق	یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق
الـمؤمـن ، مـن فطر فيـه	بڑھادیا جاتا ہے، اس مہینہ میں جس نے
صـائـمـا كـان لـه مـغفرة	ایک روزہ دار کو افطار کروایا وہ اس کے
لـذنـوبه ، وعتق رقبته من	گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے اس کی
النار ، وكان له مثل اجره	گردن کی آزادی کا سبب ہےاوراس کے
مـن غيـر ان يـنـقـص من	لئے روزہ دار کے ثواب کے برابر اجر
اجـره شيء قلنا:يا رسول	وثواب ہے روزہ دار کے ثواب میں کمی
الـلـه ، ليـس كلنا يجد ما	کئے بغیر۔ہم نے عرض کیا :یارسول اللہ
يـفـطـر الصائم ، فيه غفر	صلی اللہ علیہ وسلم !ہم میں سے ہر شخص وہ
الـلــه لــه واعتـقــه مـن	نہیں پاتا جس کے ذریعہ وہ روزہ دار کو
الـنـار .فـقـال رسول الـلـه	افطار کروائے ،تو حضرت رسول اللہ صلی
صـلـى الـلـه عليه وسلم :	اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا :اللہ تعالی یہ
يعطى الله هذا الثواب من	ثواب اس شخص کوبھی دیتاہےجس نےکسی
فـطـر صـائـما على مذقة	روزہ دار کو دودھ کے گھونٹ یا ایک کھجوریا
لبـن او تـمرة او شربة من	پانی کےگھونٹ پر افطار کروایا اور جوشخص
مـاء ، ومـن اشبـع صـائـما	کسی روزہ دار کوشکم سیر کرتا ہے اللہ تعالی
سـقـاه الـلــه من حوضى	اس کومیرے حوض سے ایسا گھونٹ پلائے
شربة لا يظما حتى يدخل	گا کہ وہ پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ جنت
الجنة، وهو شهر	میں داخل ہوجائے'

اولـه رحـمة ، واوسطـه مـغفرة ، وآخره عتق من الـنـــار مـن خـفف عـن مـمـلوكه.فيه غفرالله له واعتقــه من النـار . زاد هـــمـــام فـي روايتـــه فـاستـكثروا فيه من أربع خـصـــال ، خـصـلتـان تــرضــون بهـا ربـكـم ، وخـصـلتـان لا غنى لكم عـنهـما ، فأما الخصلتان الـلتـــان تـرضـون بهـا ربـكم: فشهادة أن لا إله إلا الله وتستغفرونه،وأما اللتان لا غنى لكم عنهما فتسـألـون الـلـه الجنة ، وتعوذون به من النار.

اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت کا ہے، درمیانی حصہ مغفرت کا ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے اور جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام سے بوجھ کو کم کرے اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسکو دوزخ سے آزادفرمادے گا۔اورحضرت ھمام کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے'' ماہ رمضان میں چار چیزوں کی کثرت کرو!ان میں دوچیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو راضی کرسکتے ہو! اور دو چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں،اب رہی وہ دوچیزیں جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو راضی کرسکتے ہو! وہ یہ ہیں :کلمۂ طیبہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرنا اور اللہ سے مغفرت طلب کرنا۔ اب رہی وہ دوچیزیں جن کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں' وہ یہ ہیں:تم اللہ تعالی سے جنت کا سوال کرتے رہواور دوزخ کےعذاب سےاللہ کی پناہ مانگتے رہو!۔''

(شعب الایمان للبیھقی،فضائل شھررمضان،حدیث نمبر3455، مشکوۃ المصابیح ، کتاب الصوم ، ص 173/174،زجاجۃ المصابیح ج1، کتاب الصوم،ص541)

ہم رمضان کی تیاری کیسے کریں؟

ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس ماہ مبارک کی عظمت کے پیش نظر بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کرتے ہوئے اس کا استقبال کریں، ان عظمت وسعادت والے لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسکے فیوض وبرکات حاصل کریں اور اپنے اوقات کو عبادت وریاضت اور نیک کام کرنے میں صرف کریں، تلاوت کلام مجید کا خوب اہتمام کریں، متعلقہ افراد کے حقوق ادا کردیں، معاملات کو صاف ستھرا بنالیں، زکوٰۃ ادا کرکے غریبوں کو رمضان کی عبادت کیلئے فارغ ہوجانے کا موقع فراہم کریں۔

ماہ رمضان کی آمد سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طویل خطبہ استقبال رمضان کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا اک اک کلمہ اپنے اندر بڑی معنویت کو سمویا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خطبہ کے آغاز میں ساری انسانیت سے خطاب فرمایا، آپ نے عالم انسانیت کو دعوت دی اور انہیں متوجہ کیا۔

ماہ رمضان کے بارے میں فرمایا: ''تم پر ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو چکا ہے''، آمد کو بتلانے کے عربی زبان میں بہت سے الفاظ موجود ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اظـــلّ'' (سایہ فگن ہونے) کا لفظ استعمال فرمایا، اس لئے کہ سایہ کے لفظ سے رحمت وشفقت' لطف ومہربانی ذہن میں آتی ہے، جس طرح گھنا درخت اپنے سایہ میں رہنے والوں کو دھوپ کی سختی اور بارش سے بچاتا ہے اسی طرح جو شخص ماہ رمضان کے سایہ میں آتا ہے' اس کے معمولات میں مصروف رہتا ہے' ماہ رمضان اُسے قبر کی تنگی' حشر کی سختی اور دوزخ کی گرمی سے بچالیتا ہے۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ ماہ رمضان

کے لمحہ لمحہ میں بندۂ اللہ تعالی کی خصوصی رحمت وشفقت اور لطف ومہربانی سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

جہاں شفقت ومہربانی زیادہ ہوتی ہے وہاں بسا اوقات غفلت وتساہل ہوجاتا ہے جیسے والدین میں باپ کی بہ نسبت ماں اولاد پر زیادہ مہربان ہوتی ہے اسی وجہ سے اولاد ماں کی اطاعت میں نسبۃً زیادہ سست دکھائی دیتی ہے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت کے ساتھ عظمت کو آشکار فرمایا کہ جو مہینہ تم پر سایہ فگن ہورہا ہے وہ رحمتوں والا مہینہ ہے، جو مہینہ تمہارے پاس آیا ہے وہ لطف ومہربانی والا مہینہ ہے اور یہ مہینہ عظمت والا بھی ہے، اس کے تقدس کو پامال نہ کیا جائے، یہ بڑی شان والا مہینہ ہے، اس کی قدردانی کی جائے، جو اس کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھتا ہے، اُس پر کرم دوبالا ہوجاتا ہے اور جو اس کی قدردانی نہیں کرتا وہ رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔

ماہ رمضان کا احترام نجات کا ذریعہ

حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فضائل رمضان میں ماہ رمضان کی عظمت بجالانے سے متعلق ایک حکایت ذکر فرمائی ہے:

ایک پارسی تھے، اپنے بیٹے کو دیکھے کہ رمضان کے مہینہ میں بازار میں کھاتا جارہا ہے، جیسے پان وغیرہ تو اپنے بیٹے کو مارے اور کہے کہ نالائق! مسلمانوں کے رمضان کی عزت نہیں کرتا۔ کسی نے پارسی کو اس کے مرنے کے بعد دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا ہے، پوچھا کہ جنت میں کیسے پہنچ گئے؟ وہ کہے کہ جب میرا وقت قریب آیا حکم ہوا کہ فرشتو! اس کو کفر پر مت رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہو جا۔ میں مسلمان ہونے کے بعد سکرات شروع ہوئی۔ (فضائل رمضان، ص:25)

ماہ رمضان کی ناقدری مغفرت سے محرومی

جو شخص ماہ رمضان کی قدر نہیں کرتا اور اس مہینہ میں اپنے لئے سامان مغفرت حاصل نہیں کرتا، اُس کے لئے ہلاکت بتلائی گئی ہے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں حدیث پاک ہے:

عن کعب بن عجرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقى درجة قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثانية قال: آمين فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال: آمين، فلما نزل قلنايا رسول الله لقد سمعنا منک اليوم شيئا ما کنا نسمعه قال	حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منبر کے پاس جمع ہو جاؤ، تو ہم منبر شریف کے پاس حاضر ہو گئے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کی ایک سیڑھی پر قدم مبارک رکھے تو آمین فرمایا، جب دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھے تو آمین فرمایا اور جب تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھے تو آمین فرمایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آج منبر پر آپ کو تشریف لے جاتے وقت ایسے کلمات سنے کہ اس سے پہلے اس طرح نہ سنے تھے۔

إن جبريل عليه الصلاة والسلام عرض لي فقال: بعدا لمن أدرك رمضان فلم يغفر له قلت: آمين ، فلما رقيت الثانية قال : بعدا لمن ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت: آمين ، فلما رقيت الثالثة قال: بعدا لمن أدرك أبواه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة قلت: آمينُ.	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین میرے پاس حاضر ہوئے اور کہا: جو شخص رمضان کو پائے اور اس کی مغفرت نہ ہو وہ رحمت الٰہی سے دور ہو، میں نے کہا: آمین۔ جب میں دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبریل نے کہا :جس شخص کے سامنے آپ کا نام مبارک ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے وہ رحمت الٰہی سے دور ہو، میں نے کہا: آمین۔ جب میں تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبریل نے کہا: جس شخص کے والدین یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت کا حقدار نہ بن سکے وہ رحمت الٰہی سے دور ہو، میں نے کہا: آمین۔

(مستدرك على الصحيحين ، كتاب البر والصلة،حديث نمبر:7365)

ماہ رمضان میں ثواب کی شرح میں اضافہ

یہ مہینہ برکتوں کا سرچشمہ ہے، اس ماہ مبارک میں کرم دوبالا ہوتا ہے، دیگر گیارہ مہینوں میں نفل کا ثواب نفل کے برابر اور فرض کا ثواب فرض کے برابر ہوتا ہے لیکن اس مہینہ میں ثواب کی شرح بڑھادی جاتی ہے، عمل وہی ہوتا ہے ثواب بڑھادیا جاتا ہے، جو شخص نفل ادا کرتا ہے اُسے فرض کے برابر ثواب دیا جاتا ہے، جو شخص فرض ادا کرتا ہے اُسے ستّر فرائض کے برابر ثواب دیا جاتا ہے، نماز کی ادائیگی کی بات ہوتو نماز

کے ارکان وہی ہیں، مال خرچ کرنے کا معاملہ ہو یا کوئی عمل ہو مشقت اسی قدر ہے وہی ہے جو دوسرے مہینوں میں ہوتی ہے، لیکن ماہ رمضان کی یہ خصوصی برکت ہے کہ اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔

اہل ایمان کے رزق میں اضافہ

اس مبارک مہینہ میں ایمان والوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، ظاہری رزق بھی بڑھایا جاتا ہے اور باطنی رزق بھی، جسمانی غذا میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور روحانی غذا میں بھی، ظاہری رزق میں اضافہ ہونا تو ہمارا مشاہدہ ہے، کسی شخص کے لئے سال بھر جو غذائیں، میوہ جات وغیرہ میسر نہیں آتیں، تنگدست سے تنگدست مسلمان کے لئے اس مبارک مہینہ میں بہ آسانی میسر آجاتی ہیں، جگہ جگہ افطاری تقسیم کی جاتی ہے، سحر وافطار کے لئے مدعو کیا جاتا ہے، رزق کا بڑھنا رزق کے وسائل واسباب پر موقوف ہوتا ہے، اس ماہ میں کسب کے وسائل بڑھ جاتے ہیں، معاشی اسباب میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے، بے روزگار افراد بھی کسب معاش کر کے بہت کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور حدیث پاک کی برکت ہی ہے کہ رمضان کے مہینہ میں عام طور پر ملازمین کو بونس (اضافی تنخواہ) دیجاتی ہے۔

باطنی رزق کے کیا کہنے! ہر مسلمان پر اللہ تعالی کی خصوصی عنایتیں ہوتی ہیں، ماہ رمضان کے صبح وشام رحمتیں نازل ہوتی ہیں، شب وروز رحمت الٰہی میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں لیکن اُسے اہل دل حضرات ہی جانتے ہیں، اس سے اہل نظر واقفیت رکھتے ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں، خصوصی تجلیات الٰہی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ماتحتوں کا بوجھ کم کرنے کی ہدایت

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس ماہ مبارک میں غلاموں کے بوجھ کم کرنے

کی تاکید فرمائی، ارشاد فرمایا: جوشخص اس مہینہ میں اپنے غلام سے بوجھ کوکم کرے اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمائے گا اوراسکودوزخ سے آزادفرمائے گا۔

اس حدیث پاک کے ضمن میں ہر وہ فرد آتا ہے جس کے تحت کوئی کام کرتا ہے، جس کی نگرانی میں کوئی ذمہ داری پوری کرتا ہے، جو اپنے ماتحت افراد کی ذمہ داریوں کوکم کرتا ہے؛ اللہ تعالی سے امید ہے کہ اللہ تعالی اُسے بھی اس بشارت سے حصہ عطا فرمائے۔

عہدہ دار اپنے ملازمین کی ذمہ داریوں کوکم کرے، مینیجر اپنے ورکرس کا بوجھ ہلکا کرے، ہر وہ شخص جو دوسروں پر انتظامی طور پر بالا دستی رکھتا ہے، اُن کے لئے سہولت فراہم کرے، آسانی کی راہ نکالے۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ماہ رمضان کا بہتر طور پر استقبال کرنے کی توفیق بخشے، اس کے لئے کامل طور پر تیاری کرنے کی ہدایت عطا فرمائے، اس مبارک مہینہ کے ہر لحظہ کی قدردانی کرنے والا بنائے، اس کی خصوصی برکتوں سے ہمارے ظاہر و باطن کو معمور کردے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

a

انوار خطابت

حصۂ نہم برائے رمضان المبارک

روزہ دنیوی واخروی فوائد کا مظہر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ .صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ .

برادران اسلام !اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت اور بندگی بندہ کا حقیقی مقصود ہے، اسے اس بات کی فکر ہونی چاہئے کہ میری زندگی کے اوقات اور شب وروز اپنے مقصود کو پورا کرنے میں گزریں، ساری زندگی رب العالمین کی عبادت وبندگی کرنے اوراس کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بسر ہو، چنانچہ اس فکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اللہ رب العزت نے ہمیں مختلف انداز میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے اورعبادت کرنے کے سنہری مواقع عطافرمائے ،کبھی نماز کی صورت میں عبادت کا سلیقہ عطافرمایا، کبھی راہ حق کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے خانۂ کعبہ کے حج کرنے کا حکم فرمایا اور کبھی مخلوقِ خدا کی مدد کرنے کے لئے زکوۃ وصدقات کی صورت میں عبادتوں کا قرینہ عطافرمایا ۔عبادت کے انہی مختلف طریقوں میں ایک بہترین طریقہ ''روزہ'' بھی ہے جواسلام کا چوتھا رکن ہے،اور ہر عاقل، بالغ مسلمان پر ہرسال رمضان کے روزے فرض ہیں،روزہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔اس کے شرعی معنیٰ ''صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج

غروب ہونے تک بندۂ مومن کو کھانے، پینے اور ازدواجی تعلقات سے رکے رہنے کے ہیں۔''

ماہ رمضان کی برکتیں

حضرات! رمضان المبارک وہ مہینہ ہے، جس میں رب العالمین اپنے بندوں کو فضل ومہربانی سے سرشار فرماتا ہے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ اور خیرات انہیں عطا فرماتا ہے اور انہیں رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں اور بخشش سے بہرہ ور فرماتا ہے، جیسا کہ ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا کَانَ أَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِینُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِی مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ أَقْبِلْ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور ان میں کوئی دروازہ کھلا نہیں رکھا جاتا، اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ان میں کوئی دروازہ بند نہیں رکھا جاتا، اور ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: اے بھلائی کے طلبگار!

وَيَـا بَـاغِـيَ الشَّـرِّ	(خیر کی طرف) متوجہ ہوجا، اور اے برائی چاہنے والے!
أَقْـصِرْ وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ	(گناہوں سے) دور ہوجا، اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے
مِـنَ الـنَّارِ وَذَلِكَ	دوزخیوں کو آزادی ملتی ہے اور رمضان کی ہر رات یہ انعام
كُلَّ لَيْلَةٍ .	ہوتا رہتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل شہر رمضان، حدیث نمبر: 684)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی

رمضان المبارک میں رب العالمین کی سخاوت اور عطا کا یہ معاملہ ہوتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کو عبادتوں کا خصوصی موقع عنایت کیا جاتا ہے، شرح ثواب میں اضافہ کیا جاتا ہے، شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، تاکہ وہ بندگان خدا کو نہ بھٹکا سکیں، انہیں عبادتوں سے نہ بہکا سکیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو سرفراز کرتے ہوئے ماہ رمضان کی ہر رات گنہگار بندوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے، ماہِ رمضان میں جود وسخا اور فیاضی کا معاملہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہوا کرتا ہے، آپ بھی اپنی امت کو سرفراز فرماتے اور اپنی رحمت کا صدقہ عطا فرماتے ہیں، جیسا کہ روایت ہے:

عن ابن عباس قال كان رسول	حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
الـله صلى الله عليه وسلم اذا	ہے؛ آپ نے فرمایا: جب ماہ رمضان شروع ہوتا
دخـل شهر رمضان اطلق كل	تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر
اسير واعطى كل سائل۔	دیتے اور ہر مانگنے والے کو عطا فرماتے۔

(شعب الایمان، فضائل شہر رمضان، حدیث نمبر: 3475۔ مجمع الزوائد، حدیث

نمبر4838۔ کنز العمال، حدیث نمبر:18060)

روزوں کی فرضیت

حضرات! اسی برکتوں والے مہینہ میں رب قدیر نے بندوں کے لئے ''روزہ'' کی صورت میں عبادت کرنے کا ایک سنہری موقع عطا فرمایا، چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان المعظم کے مہینہ میں روزہ کی فرضیت کا اعلان فرمایا اور ماہ رمضان کی خصوصیت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنْزِلَ	رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا
فِیهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ	گیا، اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت
وَبَيِّنٰتٍ مِنَ الْهُدَى	ہے اور اس میں حق و باطل میں تمییز کرنے والی
وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ	روشن دلیلیں ہیں، تم میں جو کوئی اس مہینہ کو پائے
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ	وہ اس کے روزہ رکھے!

(سورۃ البقرۃ، آیت:185)

حضرات! روزہ ایک ایسی عبادت ہے، جو اگلی امتوں پر بھی فرض تھی، انہیں بھی رب العالمین نے روزہ کا اہتمام کرنے کا حکم فرمایا تھا، وہ ایسی عظیم عبادت ہے؛ جس کی برکت سے انسان تقوی وطہارت کا پابند ہو جاتا ہے، چنانچہ رب العالمین نے ہمارے لئے بھی روزہ کو تقوی اور پرہیز گاری اختیار کرنے کا بہترین ذریعہ بنایا، جیسا کہ ابھی خطبہ میں جو آیت مبارکہ پڑھی گئی اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے
عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى	گئے؛ جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون. کیئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ!

(سورۃ البقرۃ،آیت:183)

روزہ دار صفت الٰہی کا مظہر اور سنت نبوی کا پیکر

برادران اسلام! روزہ ایک ایسا فرض ہے، خدا کی ایک ایسی عبادت ہے کہ بندۂ مومن جب تک سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہ کرے اسے ادا نہیں کرسکتا ،رب العالمین نے روزہ دار کے حق میں ایسا معاملہ فرمایا کہ وہ رب کی عظیم عبادت روزہ کا آغاز کرنا چاہے تو وہ سحری کھائے بغیر روزہ شروع نہیں کرسکتا اور اگر سحری کھائے بغیر روزہ رکھ بھی لے تو وہ خلاف سنت عمل کا مرتکب ہوگا، اس لئے کہ حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سحری کھانے سے متعلق آگاہ فرمادیا اور ہم غلاموں کو اس کی طرف توجہ دلائی اور یہ حکم فرمایا:

عبدالعزیز بن صهیب قال : سمعت انس بن مالک رضی الله تعالی عنه قال ، قال النبی صلی الله علیه وسلم تسحروا فان فی السحور برکة

حضرت عبدالعزیز بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سحری کھایا کرو! کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری ، کتاب الصوم ، باب برکة السحور من غیر ایجاب ،حدیث نمبر: 1923)

اسی طرح روزہ کے اختتام پر افطار کرنا، یہ بھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے، گویا رب العالمین نے روزہ کو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سنتوں کے درمیان رکھ دیا، خدائے تعالی کی اس عبادت کو اپنا کر روزہ دار جہاں صفت الٰہی کا

مظہر ہوجاتا ہے، وہیں وہ سنت نبوی کا پیکر بھی بن جاتا ہے ، چونکہ کھانا تناول فرمانا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور خدا کی ذات کھانے، پینے سے پاک ہے، اس بنیاد پر بندہ جب روزہ رکھتا ہے تو وہ تجلیات ربانی اور انوار نبوی سے اپنے ظاہر و باطن کو روشن و منور کر لیتا ہے۔

روزہ دار کے حق میں خصوصی سرفرازی

برادران اسلام! دنیا اور آخرت میں روزہ کے بے شمار فوائد ہیں، روزہ دار کے حق میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا وآخرت میں بے شمار برکتیں اور سعادتیں رکھی ہیں، روزہ خدائے تعالیٰ کی وہ عبادت ہے کہ جس کی برکتیں دیگر عبادتوں میں اور ان کے ثواب میں نہیں پائی جاتیں، بندۂ مومن کو نیکی کرنے کی وجہ سے اجر وثواب تو ضرور دیا جاتا ہے، لیکن وہ اجر وثواب' روزہ اور اس کے اجر وثواب کے مماثل نہیں ہوسکتا، حدیث شریف میں آتا ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمُ يَقُولُ كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ وَلَخُلُوفُ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارا پروردگار فرماتا ہے: ہر نیکی کا اجر دس (10) گنا سے سات سو (700) گنا تک دیا جاتا ہے اور روزہ (خالص) میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا صلہ عطا کرتا ہوں، روزہ دوزخ کے لئے ڈھال ہے

فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ	اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک
مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَإِنْ	مشک سے زیادہ خوشبودار ہے،اوراگرکوئی ناداں
جَهِلَ عَلَى أَحَدِكُمْ جَاهِلٌ	تم میں کسی روزہ دار سے نازیبا حرکت کرے تو
وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ	اسے چاہئے کہ وہ کہے: میں روزہ دار ہوں۔

(جامع الترمذی، کتاب الصَّوْمِ، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّوْمِ، حدیث نمبر:769)

حدیث شریف میں مذکورکلمہ وانا اَجزِی بہ کو وانااُجْزیٰ بہ بھی پڑھا گیا، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوجاتا ہوں۔''

برادران اسلام! اس حدیث شریف سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ رب قدیر نے ہر عبادت کا بدلہ اوراس کی ہر اطاعت کا صلہ ثواب کی شکل میں مقرر کیا ہے،لیکن روزہ خدائے تعالی کی ایک ایسی عبادت ہے؛ جس کا بدلہ خود خالق کائنات ہوجاتا ہےاورروزہ دارکواپنے دیدار پرانوار سے مشرف فرماتا ہے۔

روزہ بے ریا عمل

حضرات! روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں خاص طور پر ریا کاری کا کوئی شائبہ نہیں، اس میں دکھاوے کا کوئی دخل نہیں، اللہ سبحانہ وتعالی نے روزہ دار کے لئے خصوصی سرفرازی کا جو وعدہ فرمایا؛ اسی سے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے شارح صحیح بخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَاللَّه أَعْلَم أَنَّهُ إِنَّمَا خَصَّ	اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے، دراصل اس نے روزہ کواس لئے
الصِّيَام لِأَنَّهُ لَيْسَ يَظْهَر	مخصوص فرمایا؛ کیونکہ روزہ انسان کے عمل سے ظاہر نہیں ہوتا

مِنْ اِبْنِ آدَم بِفِعْلِهِ وَإِنَّمَا هُوَ	،اس لئے کہ وہ دل ہی میں پوشیدہ
شَیْءٌ فِی الْقَلْب .وَيُؤَيِّد هَذَا	چیز ہے اور اس بات کی تائید حضور
التَّأْوِيل قَوْله صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ	پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے
وَسَلَّمَ "لَيْسَ فِی الصِّيَام رِيَاء	ہوتی ہے کہ روزہ میں دکھاوا
"حَدَّثَنِيهِ شَبَابَة عَنْ عُقَيْل عَنْ	نہیں ہے......امام زہری رحمۃ اللہ
الزُّهْرِیّ فَذَكَرَهُ يَعْنِی مُرْسَلًا	علیہ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اعمال
قَالَ : وَذَلِکَ لِأَنَّ الْأَعْمَال لَا	حرکات کے ساتھ ہوا کرتے ہیں،
تَكُونُ إِلَّا بِالْحَرَكَاتِ ، إِلَّا	لیکن روزہ صرف نیت پر موقوف ہوتا
الصَّوْم فَإِنَّمَا هُوَ بِالنِّيَّةِ الَّتِی	ہے اور نیت لوگوں سے پوشیدہ رہتی
تَخْفَی عَنِ النَّاس.	ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،کتاب الصوم،باب فضل الصوم)

خشیت الٰہی کی برکت

برادران اسلام! روزہ دار اپنے مولی کو راضی کرنے کے لئے سورج کی حرارت کو برداشت کرتا ہے،لیکن پانی کا ایک قطرہ اپنے حلق کے نیچے جانے نہیں دیتا،بھوک کی شدت پر بھی صبر کرتا ہے،لیکن کھانے کا ایک دانہ اپنے پیٹ میں جانے نہیں دیتا اور روزہ دار کے اس عمل کا کسی کو شعور نہیں ہوتا،حتیٰ کہ وہ تنہائی میں ہوتا ہے،اس کے ساتھ کوئی اور شخص نہیں ہوتا ایسے وقت اگر وہ کچھ کھالے اور پی لے تو اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا ،تب بھی وہ کوئی چیز کھانے پینے کی جرأت نہیں کرتا، کیونکہ اس کے دل میں خدائے تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔

محض وہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان ظاہری صعوبتوں کو سہتا ہے، نفسانی خواہشات سے پرہیز کرتا ہے، گناہوں سے گریز کرتا ہے، شیطان کے وسوسوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں روزہ کو دوزخ کی آگ سے بچنے کی ''ڈھال'' کہا گیا۔

چونکہ روزہ دار جب اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ہمہ تن مصروف ہوجاتا ہے اور شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سے وہ اپنے دامن کو بچالیتا ہے تو ''روزہ'' اس کے حق میں دوزخ کے لئے ڈھال بن جاتا ہے اور اسے روزہ کے باعث دوزخ سے چھٹکارا نصیب ہوجاتا ہے۔

روزہ دار کے لئے رحمتوں کی سوغات

حضرات! جب روزہ دار اپنے مولا کا قرب حاصل کرنے کے لئے، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ روزہ ادا کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کرتا ہے، نفسانی خواہشات کو پامال کردیتا ہے تو رب العالمین نے روزہ دار بندہ کو اپنی خوشنودی سے سرفراز کرنے اور اسے اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے، جس کی خبر ہمیں نبی برحق، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، چنانچہ ایک موقع پر حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأقبل على أسامة بن زيد	حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

فقال يا أسامة عليك بطريق الجنة وإياك أن تختلج دونها فقال يا رسول الله ما أسرع ما يقطع به ذلك الطريق قال بالظمإ في الهواجر وكسر النفس عن لذة الدنيا.ياأسامة عليك بالصوم فإنه يقرب إلى الله أنه ليس شيء أحب إلى الله من ريح فم الصائم ترك الطعام والشراب لله عز وجل فإن استطعت أن يأتيك الموت وبطنك جائع وكبدك ظمآن فافعل فإنك تدرك شرف المنازل في الآخرة وتحل مع النبيين ويفرح الأنبياء بقدوم روحك عليهم

آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: اے اسامہ! تم جنت کی راہ پر گامزن رہو اور اس کے علاوہ راستہ پر چلنے سے بچتے رہو! تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس راستہ پر تیزی سے پہنچانے والی کونسی چیز ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گرمیوں میں پیاسا رہنا اور دنیوی خواہشات سے نفس کو روکنا۔ اے اسامہ! تم روزہ رکھا کرو! کیوں کہ وہ اللہ تعالی کا قرب عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو سے اوراس کے کھانے پینے کو رضائے الٰہی کی خاطر چھوڑنے سے بہتر کوئی پسندیدہ چیز نہیں، اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ تمہارے انتقال کے وقت تمہارا پیٹ بھوکا اور جگر پیاسا ہو، تو تم ایسا کرو! جس کے سبب تم آخرت میں بلند مقامات پالوگے اور انبیاء کرام کی خدمت میں رہوگے، اور تمہارے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ سے وہ خوش ہوں گے

ویصلی علیک الجبار تعالی ..... اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ تم پر رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(تاریخ دمشق ، حرف الالف ، اسامہ بن زید بن حارثہ)

روزہ عملی واخلاقی تربیت کا ضامن

حضرات! روزہ کے منجملہ فوائد میں یہ بھی ہے کہ اس میں روزہ دار کی عملی واخلاقی تربیت ہوتی ہے، وہ نعمتوں کی قدردانی کرنے والا اور خدا کی عطا پر شکر کرنے والا بنتا ہے، مصائب ومشکلات پر صبر کرنے کا عادی ہوجاتا ہے اور خود کھانے پینے سے رکے رہنے کی وجہ سے غریب ونادار اور بھوک وفاقہ سے دوچار افراد سے متعلق اس کے دل میں غمگساری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

روزہ صحت کی برقراری کا باعث

برادران اسلام! طبی لحاظ سے بھی روزہ کے کئی فوائد ہیں، باضابطہ روزہ رکھنے سے انسانی صحت برقرار رہتی ہے۔طبی ماہرین کا بیان ہے کہ معدہ کو طویل وقت تک غذا سے خالی رکھنا کئی جسمانی امراض کا علاج ہے، بھوک کی وجہ سے معدہ کے فاسد مادے زائل ہوجاتے ہیں، علاوہ ازیں روزہ انسان کو درپیش ہونے والے کئی امراض کا موثر ذریعہ علاج ہے، بلڈ پریشر، نظام ہاضمہ، شوگر اور اس جیسے کئی عوارض جسمانیہ کی روک تھام کیلئے بے حد مفید ہے۔

روزہ دخول جنت کا بہترین ذریعہ

ان خوبیوں اور فوائد کے پیش نظر روزہ کو صرف رمضان کی حد تک محدود نہیں کیا

گیا، بلکہ جس طرح فرض نمازوں کے علاوہ نفل نمازیں بھی ادا کی جاتی ہیں، صدقہ واجبہ اور زکوۃ کے علاوہ نفل صدقہ' خیرات اور عطیات دئے جاتے ہیں؛ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل روزہ کی بھی ترغیب دلائی اور اسے جنت میں داخل ہونے کا بہترین ذریعہ قرار دیا، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مُرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ .قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لاَ عِدْلَ لَهُ.ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالصِّيَامِ.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے ایسے عمل کا حکم فرمایئے؛ جو مجھے جنت میں داخل کرے! حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم روزہ کا اہتمام کرو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مماثل نہیں، میں حضور پاک علیہ الصلو ۃ والسلام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم روزہ کا اہتمام کرو!۔

(مسندالامام أحمد ، حديث أبى أمامة الباهلى،22805)

روزہ میں ہرگز شریعت کی خلاف ورزی نہ کریں!

حضرات! خدائے تعالی کی یہ سرفرازی اور کرم نوازی اپنے نیکوکار، روزہ دار، عبادت گزار اور پرہیزگار بندوں کے لئے ہے، جو اپنے مولی کی اطاعت کرتے ہیں، اس سے خوف کرتے ہیں اور ہمیشہ ان پر خشیتِ الٰہی طاری رہتی ہے، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ وہ معبود حقیقی کی عبادت کرتے ہیں، اسی بنیاد پر رب العالمین انہیں اپنے فضل وکرم میں لے لیتا ہے، ان ہستیوں سے قطع نظر جو بندے خدائے تعالیٰ کی

نافرمانی کرتے ہیں، اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں، وہ عبادت تو ضرور کرتے ہیں، لیکن اس میں اخلاص نہیں ہوتا، وہ روزہ تو رکھتے ہیں؛ لیکن گناہوں سے نہیں بچتے تو ایسے افراد کی عبادت دربارِ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل نہیں کرتی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ ، رَضِیَ اللّٰهُ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ	ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ	صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص
لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ	(روزہ میں) جھوٹ بات اور بے ہودہ
بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِی أَنْ	عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ
يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ	نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور......حدیث نمبر 1903)

حضرات! ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس متبرک مہینہ کی قدر کریں، روزوں اور تراویح کا اہتمام کریں، بلاعذر شرعی روزہ نہ چھوڑیں اور بطورِ خاص روزہ کی حالت میں ناجائز وحرام کاموں کے علاوہ مکروہات ومشتبہات سے بھی بچتے رہیں۔

نمازِ تراویح کا حکم

سامعین محترم! ماہ رمضان کے خصوصی اعمال میں سے ایک عمل "نمازِ تراویح" بھی ہے۔ نمازِ تراویح مرد حضرات اور خواتین دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے، مسجد میں باجماعت نماز تراویح ادا کرنا' مرد حضرات کے لئے سنت کفایہ ہے، اگر کسی محلّہ کے تمام افراد جماعت ترک کردیں تو سب سنت کو چھوڑنے والے قرار پائینگے۔

درمختار میں ہے:

(التراويح سنة) مؤكدة ...... (للرجال والنساء) ...... (والجماعة فيها سنة على الكفاية)	نمازتراویح مرد حضرات اور خواتین کے لئے سنت مؤکدہ ہے اوراس میں جماعت سنت کفایہ ہے۔

(الدر المختار للحصكفى، كتاب الصلاة ،محبث صلوةالتراويح باب الوتر والنوافل،ج،1،ص520)

نمازِتراویح کی فضیلت

صحیح بخاری شریف ، صحیح مسلم شریف وغیرہ میں نماز تراویح کی فضیلت سے متعلق حدیث پاک ہے:

عن أبى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من قام رمضان إيمانا وإحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان کی راتوں میں بحالتِ ایمان واخلاص قیام کرے اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(صحيح البخارى' كتاب الصوم،باب فضل من قام رمضان،ج 1، ص269،حديث : 2009، صحيح مسلم ،كتاب صلاة المسافرين وقصرها،باب الترغيب فى قيام رمضان،وهو التراويح،ج1ص259،حديث :1815)

بیس رکعت تراویح

علامہ محمد بن محمد اکمل الدین بابرتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 786ھ) عنایہ شرح

ھدایہ میں بیس رکعات تراویح سے متعلق تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں:

روی انه صلی الله علیه وسلم خرج لیلة من لیالی رمضان وصلی عشرین رکعة فلما کانت اللیلة الثانیة اجتمع الناس فخرج وصلی بهم عشرین رکعة، فلما کانت اللیلة الثالثة کثر الناس فلم یخرج علیه الصلاة والسلام وقال: عرفت اجتماعکم لکنی خشیت أن تکتب علیکم ،فکان الناس یصلونها فرادی الی زمن عمر رضی الله عنه، فقال عمر: انی اری ان اجمع الناس علی امام واحد، فجمعهم علی ابی بن کعب فصلی بهم خمس ترویحات	روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کی راتوں میں سے ایک رات رونق افروز ہوئے اور آپ نے بیس (20) رکعات نماز ادا فرمائی، پھر جب دوسری رات آئی تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان جمع ہوگئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور آپ نے بیس (20) رکعات نماز پڑھائی، پھر جب تیسری رات آئی، صحابہ کرام بڑی تعداد میں جمع ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز نہیں ہوئے ،ارشاد فرمایا: میں تمہارے جمع ہونے کو جانتا ہوں لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض قرار دی جائے چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ تک علحدہ علحدہ نماز ادا کرتے رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بہتر سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کردوں، پھر آپ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کردیا تو انہوں نے پانچ ترویحات،

عشرين ركعة. بیس رکعات پڑھائی۔

(العناية شرح الهداية للبابرتی كتاب الصلاة،باب النوافل، فصل فی قيام شهر رمضان)

حضرات محترم! مذکورہ روایت کے ساتھ دیگر روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین راتیں باجماعت نماز تراویح ادا فرمائی پھر اس اندیشے سے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہوجائے تشریف نہیں لائے، باقی مہینہ، کاشانۂ اقدس میں نماز ادافرماتے رہے، اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نماز تراویح باجماعت ادا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے، علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو تحسین فرمائی۔

جیسا کہ سنن ابوداؤد شریف میں مرفوع روایت ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أُنَاسٌ فِی رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِی نَاحِيَةِ الْمَسْجِد فَقَالَ مَا هؤُلاءِ فَقِيلَ هؤُلاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآن وَأُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّی وَهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' آپ نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ،کیا دیکھتے ہیں کہ صحابہء کرام رضی اللہ عنہم رمضان شریف میں مسجد کے ایک گوشہ میں نماز ادافرمارہے ہیں ،تو آپ نے ارشادفرمایا: یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ تو عرض کیا گیا : یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے کامل طور پر قرآن کریم حفظ نہیں کیا ہے،اور حضرت اُبی بن کعب

يُصَلُّونَ بِصَلاتِهِ .فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا .

امامت کررہے ہیں اور یہ صحابہ اُن کی اقتداء میں نماز ادا کررہے ہیں،تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے درست کیا اور کیا ہی اچھا عمل کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع ،باب فی قیام شھر رمضان،ج: 1،ص195، حدیث :1379)

بیس رکعات کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عمل سے

عن ابن عباس قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی فی شهر رمضان بعشرين ركعة والوتر۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں بیس (20) رکعات تراویح اور وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة ج5ص 225، باب 681، حدیث 7774،مسند عبدبن حمید، مسند ابن عباس رضی الله عنهما ، حدیث 655.،شرح صحیح البخاری لابن بطال،ج 5،ص154۔،السنن الکبری للبیهقی ، کتاب الصلوة ، باب ماروی فی عدد رکعات القیام ،ج2،ص698، حدیث 4615۔،المعجم الاوسط للطبرانی ، باب الالف من اسمه احمد، ج:1،ص444 ، حدیث 802،المعجم الکبیرللطبرانی ،ج:5،ص433، حدیث 11934۔ ،الاستذکار،لا بن عبد البر، باب ما جاء فی قیام رمضان، حدیث 222،التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید،لابن عبد البر ،ج8،ص115۔،مجمع الزوائدومنبع الفوائد الهیثمی، باب قیام رمضان،ج 3،ص172،حدیث . 5018۔ ،خلاصة الاحکام فی مهمات السنن وقواعد الاسلام

للنووی، ج1ص579، حدیث 1971۔۔نصب الرایة فی تخریج أحادیث الهدایةللزیلعی، کتاب الصلاة، فصل فی قیام شهر رمضان۔،فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی، باب فضل من قام رمضان۔ ،المطالب العالیة لا بن حجر العسقلانی ، کتاب النوافل ، باب قیام رمضان، ج1ص425 حدیث 598۔ ،التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ، باب صلاة التطوع ، ج2 ص882، حدیث1676۔)

بیس رکعات تراویح پر صحابۂ کرام کا عمل واجماع

سامعین محترم! سنن ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ماہ رمضان میں مسجد کے اندر باجماعت نماز تراویح ادا کی؛ بیس رکعات تراویح کی تعداد کا ذکر دیگر متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ عہد فاروقی ،عہد عثمانی ،عہد علوی میں اوراس کے بعد کے ادوار میں اسی پر عمل ہوا۔

صاحب تبیین الحقائق علامہ فخرالدین عثمان بن علی زیلعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

ولنا ماروی البیهقی	اور ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے امام بیہقی رحمۃ
باسناد صحیح انهم	اللہ علیہ (متوفی 458ھ) نے صحیح سند کے ساتھ
کانوا یقومون علی	بیان کیا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم
عهد عمر رضی الله	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تراویح
عنه بعشرین رکعة	بیس رکعات ادا کیا کرتے ،اوراسی طرح حضرت
وعلی عهد عثمان	عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ

وعلـى مثلـه فصـار اجماعا.	عنہ کے دور خلافت میں عمل جاری رہا اور (بیس رکعات تراویح پر) صحابۂ کرام کا اجماع ہوگیا۔

(تبیین الحقائق ،کتاب الصلوٰۃ باب الوترو النوافل،ج:1،ص443)

☆حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری (متوفی 1014ھ) نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں تحریر فرمایا ہے:

لـكـن أجـمع الصحابة على أن التراويح عشرون ركعة.	بہر حال صحابہ کرام نے نماز تراویح بیس (20) رکعات ہونے پر اجماع واتفاق کیا ہے۔

(مـرقـاة الـمـفـاتيـح ،شـرح مشـكـوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب قيام شهر رمضان، ج:2،ص175)

بیس رکعات پر مہاجرین وانصار کا اتفاق،علامہ ابن تیمیہ کی صراحت

حاضرین کرام!غیر مقلد حضرات کے معتمد علیہ،علامہ ابن تیمیہ (متوفی:728ھ) کی مجموع الفتاوی میں ہے:

قـد ثبـت ان ابـى بـن كـعب كـان يـقـوم بالناس عشرين ركـعة فـى قيـام رمـضـان ويـوتر بثـلاث فـرأى كثير مـن الـعـلـمـاء ان ذلک هـو السنة لانـه اقـامـه بين المهاجرين والانصار ولم	یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں بیس رکعات کی امامت فرماتے اور تین رکعات وتر پڑھاتے،لہذا بہت سارے علماء کی رائے ہے کہ یہی سنت ہے، کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ عمل مہاجرین وانصار کی موجودگی میں کیا

ینکرہ منکر . اورانکار کرنے والے نے اس کاانکارنہیں کیا۔

(مجموع الفتاوی ج23باب صلوۃ التطوع ص112 ۔)

نیز شیخ ابن تیمیہ کے فتاوی میں لکھا ہے:

وھوالذی یعمل بہ اکثر المسلمین بیس رکعات تراویح پراکثر مسلمانوں کاعمل ہے۔

(مجموع الفتاوی ج23' باب صلوۃ التطوع، ص112۔)

(اس سلسلہ میں مزید تفصیلات جاننے کے لئے مصنفِ کتاب کی تالیف ''بیس رکعت تراویح' ایک تجزیہ' ' ملاحظہ کریں!)

اخیر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی رحمتوں ، برکتوں اور عنایتوں سے مالامال فرمائے ،احکام شریعت پر پابندی کرنے اور برائیوں سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

a

k

﴿زکوۃ،اسلام کا رُکن،قرب الٰہی کا ذریعہ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ، وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .وَمَا آتَیْتُمْ مِنْ رِبًا لِیَرْبُوَ فِی أَمْوَالِ النَّاسِ فَلا یَرْبُو عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا آتَیْتُمْ مِنْ زَکَاۃٍ تُرِیدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَأُولٰئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

برادران اسلام ! دین اسلام ایک آفاقی دین ہے،جس میں امن وآشتی ،چین وسلامتی کی تعلیم دی جاتی ہے ، یہ وہ مذہب ہے جو آپسی اتحاد ویکجہتی اور اخوت و بھائی چارگی کا پیغام دیتا ہے ، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور باہمی رواداری سکھاتا ہے،مفلوک الحال اورغریبوں کی مدد کے جذبہ کوفروغ دیتے ہوئے دین اسلام نے ایمان والوں پرزکوۃ فرض کی ہے،زکوٰۃ اسلام کا چوتھا رکن ہےاورنماز کے بعدسب سے زیادہ اہمیت وفضیلت اسی کوحاصل ہے۔

قرآن کریم میں زکوۃ کا ذکر(32)مقامات پرنماز کےساتھ آیا ہےاور پندرہ (15)مقامات پرصدقہ کالفظ''زکوۃ'' کے معنی میں شامل ہے،ہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آنا اس کی حیثیت کواوراونچادرجہ دے رہا ہے۔

عبادت کا مقصد قرب خداوندی اور خدمت خلق

حضرات! عبادت کے دو بنیادی فوائد ہیں، ایک تو یہ کہ بندہ اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرے، دوسرا یہ کہ اپنے مولیٰ کی عبادات کرتے ہوئے خلق خدا کی حاجت روائی کرے، لوگوں کی مدد کرے، ان کا تعاون کرے اور زکوۃ کے اندر یہ دو باتیں بھی موجود ہیں۔

ادائی زکوۃ کے ذریعہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اس معنی میں حاصل کرتا ہے کہ وہ ایک مخصوص مقدار میں مخصوص مال کا مالک ہوتا ہے اور جب اس میں احکام شرع کے اعتبار سے زکوۃ نکالتا ہے، تو مال کی محبت اور دنیا میں سرمایہ اکٹھا کرنے کا جذبہ اس کے دل سے نکلتا ہے اور وہ صرف اپنے رب کی رضا کا طلبگار رہتا ہے کہ میں نے جو دولت جمع کی ہے؛ وہ میری محنتوں سے جمع نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ دولت مجھے رب کے فضل سے نصیب ہوئی ہے، کمایا تو ضرور میں نے، لیکن اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دیتا ہوتا، تو کبھی سرمایہ جمع نہیں ہوتا۔

خدائے کریم نے اپنے کرم سے اس میں برکتیں دی ہیں، تبھی تو میں الحمدللہ یہ سرمایہ حاصل کر پایا ہوں، اب اس کا حکم ہے کہ میں اس کی راہ میں خرچ کروں، اس کے بندوں کی مدد کروں، چنانچہ بندۂ مومن جب مال خرچ کرتا ہے اور اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتا ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اسے روحانی ترقی ملتی ہے، قلب کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے پھر یہ کہ بندوں کی حاجتیں بھی پوری ہوتی ہیں۔

زکوۃ کی منجملہ حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت کا مرکز بن جائے، دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل جائے، وہ حرص وہوس کا غلام

نہ بنے، بلکہ اللہ تعالیٰ اوراس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا تابعِ فرمان بنے!

خدائے تعالیٰ اُمراء کی طرح غرباء کونوازنے پر قادر

حضرات! یادر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرمایہ داروں کو جو دولت دی ہے؛ وہ غریبوں کو بھی دے سکتا ہے، دینے والا خدا مالک و بے نیاز ہے، کسی کو اس نے مالی سطح پر اونچا درجہ دیا اور کسی کو کم درجہ دیا، تا کہ لوگ ایک دوسرے سے استفادہ کرسکیں اور آپسی رواداری اور باہمی تعاون کا ثبوت دے سکیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا:

أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَةُ رَبِّکَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ.

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان کی معیشت کو ان کے درمیان بانٹ دیا ہے اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں، تا کہ ایک دوسرے سے کام لیا کریں۔ اور یہ لوگ جو جمع کررہے ہیں؛ اس سے آپ کے رب کی رحمت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

(سورۃ الزخرف، آیت:32)

ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہر کسی کی ضروریات زندگی ایک دوسرے سے وابستہ کردی گئی، کیونکہ سب کے سب عالیشان محلوں میں ہوں گے تو انہیں تعمیر کرنے والا کون ہوگا؟ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے نظام ہی کچھ اسطرح رکھا کہ بندے ایک دوسرے سے اپنی حاجتیں پوری کرتے رہیں، ورنہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے لئے

روزی دینا اپنے ذمۂ کرم میں لے لیا ہے، انسان تو کیا زمین پر سانس لینے والے ہر جاندار کو وہی رزق عطا فرماتا ہے، ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ	اور روئے زمین پر جتنے چوپائے رہتے ہیں؛ سب کا
إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا	رزق اللہ ہی نے اپنے ذمۂ کرم میں لے لیا ہے۔

(سورۃ ہود، آیت:6)

یہ خدائے رزاق ورحیم کی شان ہے کہ بھوکا اٹھاتا ہے، لیکن کسی کو بھوکا سلاتا نہیں، اپنے بندوں کو سرفراز کرکے ہی سلاتا ہے۔

زکوۃ غرباء کا حق؛ جو انہیں لوٹایا جاتا ہے

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کی یہ نوازشیں ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی دوسروں کا خیال کرنے والے بنیں اور دوسروں کی حاجتیں پوری کرکے صفت الٰہی کے مظہر بنیں، کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار، عبادت گزار بندوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کی سخاوت وفیاضی کو امت کے لئے نمونہ بنایا، چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ	اور ان کے مالوں میں ان کا حق ہے جو مانگتے ہیں اور ان
لِلسَّائِلِ	کا جو لوگوں کے سامنے اپنی ضرورت کا تذکرہ بھی
وَالْمَحْرُوْمِ	نہیں کرتے۔

(سورۃ الذاریات، آیت:19)

انہی حقوق کی تکمیل کرواتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا فریضہ عطا کیا، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کی ترغیب فرماتے ہوئے ایک نہایت ہی پیارا فرمان

جاری کیا ہے؛ جس سے ہماری فکر کو یہ آگہی اور روشنی ملتی ہے کہ ہم کسی غریب کو اپنی ذاتی دولت نہیں دیتے، بلکہ اس کا حق جو ہم نے اپنے پاس روکے رکھا تھا؛ اسی کو لوٹا دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا والی بنا کر روانہ فرمایا تو انہیں چند ہدایات بھی فرمائی تھیں، منجملہ ان کے یہ بھی ارشاد فرمایا:

فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ،

تم انہیں یہ خبر دو کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے، جو مالداروں سے لی جائے گی اور محتاجوں کو لوٹا دی جائے گی۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اخذالصدقة من الاغنياء، حدیث نمبر: 1496)

یہاں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوۃ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ''فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِم'' کہ وہ غریبوں کو لوٹا دی جائے گی، یہ نہیں فرمایا کہ مالداروں سے لی جائے گی اور غریبوں کو دی جائے گی، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ غریبوں پر رد کی جائے گی یعنی انہیں لوٹا دی جائے گی، حالانکہ لوٹانا الگ بات ہے اور دینا، عطا کرنا الگ حیثیت رکھتا ہے، ؛ اسی سے زکوۃ کا فلسفہ واضح ہوا۔

زکوۃ کی سپردگی غریب پر ہرگز احسان نہیں!

واضح رہے کہ زکوۃ دینے والا غریب کو رقم دے کر کوئی احسان نہیں کر رہا ہے، بلکہ اسی کی رقم لوٹا رہا ہے، لوٹانا اسی وقت کہتے ہیں؛ جب کوئی کسی کی ملکیت اس کے مالک کو لوٹاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مالدارو! تم تمہارے اموال میں سے کسی محتاج کو جو زکوۃ دیتے ہو؛ وہ اسی کا حصہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے حصہ کو تمہارے مال میں رکھا ہے، جو تم اسے لوٹا رہے ہو۔

حضرات! جب انسان کو یہ فکر مل جاتی ہے تو وہ زکوۃ کی ادائیگی کے باب میں کسی پر احسان نہیں جتاتا اور اگر کوئی احسان جتاتا بھی ہے اور مال دے کر خوش کرنے کے بجائے کسی کا دل دکھاتا ہے تو اسکا ثواب رائگاں کر دیا جاتا ہے اور اس کی نیکی برباد ہو جاتی ہے، چنانچہ رب العزت نے ہمیں اس بات پر آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى كَالَّذِى يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ	اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دل دکھا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو؛ جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

(سورة البقرة، آیت: 264)

اس آیت مبارکہ میں ہمیں حکم دیا جا رہا ہے کہ کسی کی مدد کر کے احسان جتانا بھی نہیں چاہیئے اور اپنا احسان یاد دلا کر اس کا دل دکھانا بھی نہیں چاہیئے اور نہ ریا کاری و دکھاوا کرتے ہوئے اپنے صدقات وخیرات کو رائگاں کرنا چاہیئے۔

ادائی زکوۃ سے مال میں برکت اور اس کی حفاظت ہوتی ہے

اگر کوئی شخص کسی کی مدد کرتا ہے، کسی پر اپنا مال خرچ کرتا ہے تو گویا وہ اپنے لئے اور اپنی آخرت کے لئے ذخیرہ کر رہا ہے، مال بظاہر کم ہوتا نظر آتا ہے، مگر حقیقت میں بڑھ جاتا ہے، یہ ایسی حقیقت ہے؛ جس کا وعدہ خود خالق کائنات نے فرمایا ہے کہ وہ بندہ کے لئے اس کی دولت میں خوب فراوانی عطا کرتا ہے، خطبہ میں جس آیت مبارکہ کے تلاوت کی گئی، اس میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَـا آتَيْتُـمْ مِـنْ رِبًـا لِيَرْبُوَ فِي أَمْـوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا آتَيْتُـمْ مِـنْ زَكَـوةٍ تُرِيدُوْنَ وَجْـــهَ الـلّٰــهِ فَـأُولَـئِكَ هُـمُ الْمُضْعِفُوْنَ .	اور جو تم سود دیتے ہو؛ تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو تو وہ اللہ کے پاس نہیں بڑھتا اور جو تم زکوۃ ادا کرتے ہو؛ جس سے اللہ کی رضا چاہتے ہو، تو ایسے لوگ ہی (اپنے مال کو) بڑھانے والے ہیں۔

(سورۃ الروم،آیت:39)

زکوۃ کو مقرر کرنے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اپنے مال کی زکوۃ دینے والے خوش نصیب' خدا کی راہ میں خرچ کر کے اپنی رقم کو بڑھایا کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرنے سے سرمایہ بڑھ جاتا ہے اوراس میں برکت ہوتی ہے، اسی لئے زکوۃ کے ایک معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں، زکوۃ سے انسان کا دل پاک ہوتا ہے، دل کی صفائی ہوتی ہے، مال بھی بڑھتا ہے اوراس میں ترقی بھی ہوتی ہے۔

زکوۃ کی اہمیت اور اسے ادا کرنے کے فوائد میں متعلق کئی احادیث شریفہ وارد ہوئے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ زکوۃ ادا کرنے سے مال محفوظ ہو جاتا ہے، امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ عَبْـدِ اللَّـهِ، قَـالَ: قَـالَ رَسُـولُ الـلّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ: حَـصِّـنُـوا أَمْوَالَكُمْ بِـالـزَّكَاةِ، وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ.	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اموال کو زکوۃ ادا کرکے محفوظ کرلو اور اپنے بیماروں کا صدقہ وخیرات کے ذریعہ علاج کرو!

(المعجم الكبير للطبراني،من مسند عبد الله بن مسعود،حديث نمبر 10044)

زکوۃ ادا نہ کرنے پر آخرت میں جسم کو داغا جائے گا!

حضرات! ان فوائد وفضائل کے باوجود اگر کوئی زکوۃ ادا نہ کرے اور اسے اپنے پاس جمع کر کے رکھے تو ایسے شخص کو قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں سخت عذابوں کی خبر دی گئی ہے، چنانچہ سورۂ توبہ میں رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ .

اور جو لوگ اپنے پاس سونے اور چاندی کو محفوظ رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے!۔

(سورۃ التوبۃ، آیت: 34)

حضرات! جو لوگ مال کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں اللہ رب العزت نے واضح طور پر آگاہ کر دیا کہ اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے کے سبب اُنہیں دردناک عذاب دیا جائے گا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ

(حشر کے) دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔

ایسا دردناک عذاب دیتے ہوئے ان سے کہا جائیگا:

هَـذَا مَـا كَـنَـزْتُـمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا

یہ وہ مال ہے؛ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، اب اُس (مال) کا مزہ چکھو! جسے تم جمع

كُنتُمْ تَكْنِزُونَ	کرتے تھے۔

(سورة التوبة،آیت:35)

زکوۃ ادانہ کرنے پر مال زہریلا سانپ بن کرڈسے گا!

برادران اسلام! زکوۃ ادانہ کرنے پر مال کا وزنی طوق بنادیا جائیگا اور زکوۃ ادانہ کرنے والے بخیل کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، اس طرح کے مختلف عذابوں میں زکوۃ نہ دینے والے کو مبتلا کیا جائے گا، سورۂ آل عمران میں ارشاد ہورہا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ	اور جولوگ بخل کرتے ہیں؛ اس چیز میں جواللہ تعالی
يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ	نے اُنہیں اپنے فضل سے دی ہے، وہ ہرگز اسے
مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ	اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں! بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے،
بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ	وہ جس میں انھوں نے بخل کیا تھا؛ اُسے قیامت
مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	کے دن ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔

(سورة ال عمران،آیت: 180)

زکوۃ ادانہ کرنے والے بخیلوں کے گلے میں جوطوق ڈالا جائے گا، اس کی تفصیل وتفسیر ہمیں احادیث شریفہ سے ملتی ہے، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه	ہے انہوں نے فرمایا؛ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ	تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ نے
آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً ، فَلَمْ يُؤَدِّ	جس شخص کو مال عطا کیا اور اس نے مال کی زکوۃ
زَكوتَهُ مُثِّلَ لَهُ	ادانہیں کی تو قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيبَتَانِ ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ ، أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلاَ (وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ) الآيَةَ .	اس کا مال اس کے لئے نہایت زہریلا سانپ بنادیا جائے گا ، اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے ، (اس قسم کا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے۔) یہ سانپ قیامت کے دن طوق کی طرح اس شخص کی گردن میں ڈال دیا جائے گا ، پھر وہ اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑ کر کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں؛ میں تیرا وہ خزانہ ہوں؛ (جس کی تونے زکوٰۃ نہ دی۔)

پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: اور جو لوگ بخل کرتے ہیں؛ اس چیز میں جو اللہ تعالی نے اُنہیں اپنے فضل سے دی ہے، وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں! بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے؛ وہ جس میں بخل کئے تھے؛ قیامت کے دن اُسے ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔

(سورۃ ال عمران، 180،صحیح البخاری ، کتاب الزکوٰۃ ، باب اثم مانع الزکوٰۃ ، حدیث نمبر:1403)

مال زکوۃ کے سانپ بنائے جانے کی وجہ؟

برادران اسلام! زکوۃ کے مال کو قیامت کے دن خطرناک زہریلے سانپ کی صورت میں بنادیا جائے گا ، رب ذوالجلال چاہتا تو کسی اور طریقہ سے بھی زکوۃ ادانہ کرنے کی سزادے سکتا تھا ، لیکن اس کے لئے سانپ کے ذریعہ سزادینے کا انتخاب فرمایا، اس سلسلہ میں حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مناسب

توجیہ بیان فرمائی، چنانچہ رقمطراز ہیں:

زکوٰۃ مال کا میل ہے اور نجاست ہے، اسی لئے زکوٰۃ کا مال کھانے سے منع کیا گیا ہے کہ تمام مال کی نجاست زکوٰۃ میں جمع ہوجاتی ہے اور باقی مال پاک ہوجاتا ہے، بشرطیکہ پاک کمائی سے کمایا گیا ہو۔ جیسے کنویں میں چوہا گرنے سے سب پانی ناپاک ہوجاتا ہے تو چند ڈول پانی نکالنے سے باقی پانی پاک ہوجاتا ہے، ایسا ہی زکوٰۃ دینے سے باقی مال پاک ہوجاتا ہے، چند ڈول پانی نہ نکالا جائے تو کنویں کا سارا پانی ناپاک ہی رہتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے نہ دینے سے تمام مال نجس کا نجس ہی رہتا ہے اور اس کی نجاست قیامت میں ظاہر ہوگی۔......جس طرح نجاست میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح یہ نجس مال سانپ بن کر زکوٰۃ نہ دینے والے کے گلے میں لپٹ کر ڈسنا شروع کرے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں جو تو نے خدائے تعالیٰ کا حق نہ دے کر جمع کیا تھا۔

(مواعظ حسنہ، ج1،ص193/194)

زکوۃ کا نصاب مقرر کرنے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے زکوۃ کے نصاب کی تفصیل بتائی، ورنہ قرآن کریم میں آپ کو واضح طور پر کہیں نہیں ملے گا کہ سونے پر اتنی زکوۃ فرض ہے، تجارت میں اتنا مال ہو تو زکوۃ فرض ہے یا زمین سے جو اناج اور معدنیات برآمد ہو رہی ہیں ان کی بھی زکوۃ ادا کی جائے، کھیتی باڑی میں اتنی مقدار میں زکوۃ نکالی جائے، اللہ نے اپنے کلام میں صراحت کے ساتھ کہیں نہیں فرمایا، رب العالمین نے

جا بجا زکوۃ کا تذکرہ فرمایا، لیکن کہیں اس کی مقدار نہیں بتائی، بلکہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا ہے، کتنی مقدار میں زکوۃ فرض ہے، اس کی ادائیگی کی کیا شرائط ہیں اور کیا احکام ہیں؟۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اپنے تشریعی اختیار سے اس کا تعین فرمایا، حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے ہی اسے مقرر فرمایا کہ رقم کتنی مقدار میں دینی چاہیئے، اس کی وضاحت بھی فرمائی، چنانچہ سونے اور چاندی کے نصاب سے متعلق سنن ابوداود شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا

حضرت عاصم بن ضمرۃ اور حضرت حارث اعور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس دوسو (200) درہم ہوں اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں پانچ درہم (بطور زکوۃ دینا واجب ہے) اور سونے میں تم پر کوئی چیز واجب نہیں، یہاں تک کہ تمہارے لئے بیس (20) دینار ہوں تو جب تمہارے لئے بیس دینار ہوجائیں اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں آدھا دینار ہے، پھر

نِـصْفُ دِيـنَـارٍ فَـمَـا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ . اس پر جواضافہ ہو؛اس کے حساب سے (زکوۃ واجب ہوگی۔)

(سنن ابی داود، کتاب الزکوۃ،باب فی زکوۃالسائمۃ،حدیث نمبر:1575)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس دوسو(200)درہم چاندی ہو یا بیس (20)دینارسونا ہوتواس پر زکوۃ فرض ہے،اس میں چالیسواں حصہ زکوۃ نکالنا چاہئے۔

زکوۃ کس شخص پرفرض ہے؟

واضح رہے کہ دین اسلام نے اپنے سایہ میں زندگی گزارنے والے ہر شخص پرزکوۃ فرض نہیں کی ہے،ورنہ غریب محتاج لوگ جن کے پاس دووقت کی روٹی صحیح طور پر میسرنہیں ہوتی ان پر بھی زکوۃ ادا کرنا فرض ہوتا، چونکہ اسلام کا قانون ہر کسی کی زندگی کو چین وسکون اور راحت بخشنے والا قانون ہے،اسی لئے شریعت نے صرف ایسے شخص پر زکوۃ فرض کی ہے جواپنے پاس مال ودولت اورسونااور چاندی رکھتا ہواوراس پرمکمل سال گزرجائے،اس کے ذمہ کسی کا قرض نہ رہاہو،اگرقرض تھاتو قرض کونکالنے کے بعدکوئی بیس (20)دینا رسونے کا یا دوسو(200)درہم چاندی کایا ان کی قیمت کا مالک رہاہواور وہ مال اس کے قبضہ وملکیت میں رہا ہوتو یہ صاحب نصاب ہے،ایسے شخص پررضاءالٰہی کی خاطراپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنااورزکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔

موجودہ دور میں نہ تو درہم کا سکہ چلتا ہے اور نہ دینا رکا رواج ہے، اب اس وقت دھات کے سکے اور کاغذی نوٹ چل رہے ہیں، اب ایسی صورت میں زکوۃ کی ادائیگی کا سلسلہ کیاہونا چاہئے؟۔

حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے جو نصاب مقرر کیا ہے؛ نصاب تو وہی مقرر ہوگا۔

اس سلسلہ میں حضرت عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحقیق فرمائی اس کے مطابق موجودہ گراموں میں بٹاون کیا جائے تو بیس دینار کے ساٹھ (60) گرام، سات سوپچپن (755) ملی گرام ہوتے ہیں۔ دوسو (200) درہموں کے چار سو پچیس (425) گرام، دوسو پچاسی (285) ملی گرام ہوتے ہیں۔

اگر کسی کے پاس ساٹھ (60) گرام، سات سوپچپن (755) ملی گرام سونا ہو یا چار سو پچیس (425) گرام، دوسو پچاسی (285) ملی گرام چاندی ہو یا اس مقدار کے مماثل رقم ہو یا سامان تجارت ہو اور اس شخص کے پاس وہ رقم یا مال ایک سال تک موجود رہے تو ایسا شخص صاحب نصاب کہلائے گا اور اس پر زکوۃ کی ادائیگی فرض ہو جائے گی۔

البتہ شمالی ہند کے علماء کرام کی تحقیق کے بموجب مروجہ گراموں میں سونے کا نصاب ستاسی (87) گرام، چار سو اسی (480) ملی گرام اور چاندی کا نصاب چھ سؤبارہ (612) گرام تین سؤ ساٹھ (360) ملی گرام ہوتا ہے۔

دھات کے سکے اور کاغذی نوٹ بظاہر تو سونا چاندی نہیں، لیکن وہ ایک متعین مقدار میں سونا یا چاندی کی حیثیت ضرور رکھتی ہے، کیوں کہ وہ حکومت کے نزدیک سونا یا چاندی کے بدلہ دستاویز ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اگر دھات کے سکے یا کاغذی نوٹ بھی مذکورہ سونے یا چاندی کے برابر ہو تو اس میں بھی زکوۃ واجب رہیگی۔

حضرات! واضح رہے کہ زکوۃ صرف سونا اور چاندی تک محدود نہیں! بلکہ زکوۃ تجارتی مال، تجارتی اشیاء اور جانوروں وغیرہ میں بھی فرض ہے، جبکہ وہ نصاب کو پہونچے۔

(اس سلسلہ میں مزید تفصیلات جاننے کے لئے احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی کتاب ''مسائل زکوۃ عصر حاضر کے تناظر میں'' ملاحظہ کریں!)

مالِ زکوۃ کیسے افراد تک پہنچایا جائے؟

زکوۃ کی رقم کیسے افراد تک پہنچائی جائے اور اس کے مستحق کیسے افراد ہیں؛ اس کی وضاحت ہمیں کلام مجید میں ملتی ہے، ارشاد الٰہی ہے :

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ	بلاشبہ صدقات (زکوٰۃ) فقیروں، مسکینوں اور اُس کی وصولی پر مقرر کئے گئے کارکنوں کے لئے ہیں اور اُن کے لئے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور غلاموں کو آزاد کروانے میں اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہیں، یہ اللہ کا فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

(سورۃ التوبۃ، آیت:60)

سورۂ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ (8) مصارف بیان فرمائے؛ جن میں زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ ہمارے معاشرہ اور ماحول میں ہم زکوۃ ایسے شخص کو دے سکتے ہیں، جو سادات کرام سے نہ ہو اور صاحب نصاب نہ ہو یعنی اس شخص پر زکوۃ فرض نہ ہو؛ وہ شخص زکوۃ کی رقم حاصل کرنے کا مستحق ہے۔

کن افراد کو زکات نہیں دی جاسکتی؟

ادائیگی زکوۃ میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اپنے اصول یعنی والد، والدہ، دادا، دادی اور نانا، نانی، اسی طرح اوپر کے تمام ددھیالی و ننھیالی رشتہ داروں کو زکات دینا درست نہیں۔ اور فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی اور نیچے تک کی تمام اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں! و نیز شوہر، بیوی بھی آپس میں ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔

ان کے سوا دیگر رشتہ دار اگر مستحقِ زکوۃ ہوں، سادات نہ ہوں تو دیگر افراد کو زکوۃ دینے کے بالمقابل رشتہ داروں کو زکوۃ دینا بہتر ہے، کیوں کہ اپنے رشتہ داروں کو زکوۃ دینے کے سبب دوہرا ثواب حاصل ہوتا ہے، ایک تو زکوۃ ادا کرنے کا، دوسرے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا۔

جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنِ الرَّبَابِ عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ ......الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ، صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ .

حضرت رباب اپنے چچا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ......مسکین پر خرچ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا صلہ رحمی و صدقہ دونوں کو شامل ہے۔

(جامع الترمذی ، کتاب الزکوٰۃ،باب ماجاء الصدقة علی ذی قرابة،حدیث نمبر: 660)

زکوۃ ادا کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے مستحق بھائیوں اور بہنوں کو زکوۃ دے، پھر ان کی اولاد کو پھر دیگر قرابتداروں میں چچا، پھوپی، پھر ان کی اولاد، پھر ماموں، خالہ اور ان کی اولاد کا لحاظ رکھے۔

صدقہ فطر؛ فضائل واحکام

حضرات! اسلام نے معاشرہ کے ضرورتمند و تنگدست افراد کو خوشیوں میں شریک کرنے کی تاکید کی اور بڑے چھوٹے مرد وعورت پر صدقہ واجب کر دیا تاکہ غریب ونادار افراد کو بھی عید کی خوشیوں سے حصہ مل سکے۔

علامہ علی متقی ہندی حنفی (متوفی 974ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے کنز العمال میں خطیب اور ابن عساکر کے حوالہ سے حدیث پاک ذکر فرمائی:

لا یزال صیام العبد معلقا بین السماء والأرض حتی یؤدی صدقة الفطر." الخطیب وابن عساکر عن أنس".

بندۂ مؤمن کا روزہ اس وقت تک آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک کہ وہ صدقۂ فطر ادا نہ کرے۔

(کنزالعمال ، کتاب الصوم من قسم الاقوال ، حدیث نمبر:24130)

صدقۂ فطر کا حکم

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے موقع پر ہر چھوٹے بڑے مرد وعورت کی جانب سے صدقۂ فطر دینے کا حکم فرمایا اور نماز عید سے پہلے ہی صدقہ کرنے کی تاکید فرمائی۔

جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک مذکور ہے:

عن الحسن قال خطب ابن عباس الناس فی آخر رمضان فقال یا اهل البصرة ادوا زكاة صومكم قال فجعل الناس ينظر بعضهم الى بعض قال من هاهنا من اهل المدينة قوموا فعلموا اخوانكم فانهم لا يعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض صدقة رمضان نصف صاع من بر او صاعا من شعير او صاعا من تمر على العبد والحر والذكر والانثى.	حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ماہ رمضان کے آخر میں لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: اے اہل بصرہ! تم اپنے روزوں کی زکوۃ ادا کرو۔ راوی کہتے ہیں لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، تو آپ نے فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ اٹھو اور اپنے بھائیوں کو سکھاؤ! کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام وآزاد مرد وعوت پر رمضان کا صدقہ آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور مقرر فرمایا ہے۔

(مسند الامام احمد، حدیث نمبر3349)

صدقۂ فطر کا وجوب

صدقۂ فطر واجب ہے، اس کے واجب ہونے کے لئے صرف تین چیزیں شرط ہیں: (1) آزاد ہونا۔ (2) مسلمان ہونا۔ (3) کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی حاجت سے زائد ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔

صدقۂ فطر اس آزاد مسلمان شخص پر واجب ہے جس کے پاس اتنا مال ہو جو

نصاب تک پہنچتا ہو، اصلی حاجت سے زائد اور قرض سے فارغ ہو۔

صدقہ فطر اور زکوۃ کا نصاب ایک ہی ہے' البتہ صدقہ فطر واجب ہونے کیلئے مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا اور اس پر ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے جبکہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا اور اس پر ایک سال گزرنا شرط ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

وهی واجبة علی الحر المسلم المالک لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية كذا فی الاختيار شرح المختار، ولا يعتبر فيه وصف النماء ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية ووجوب نفقة الأقارب هكذا فی فتاوی قاضی خان

(فتاوی عالمگیری ج1' کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ص191)

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر گیہوں کی شکل میں ادا کرنا ہو تو آدھا صاع اور اگر جَو یا کھجور یا مُنقّی ہو تو ایک صاع دینا چاہئے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وانما تجب صدقة الفطر من اربعة اشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب. . . وهی نصف صاع من براو صاع من شعير اوتمر.

(فتاوی عالمگیری ج1' کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ص191)

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

کے پیش نظر مروجہ گراموں میں آدھا صاع ایک کلو106 گرام کے معادل ہوتا ہے۔

البتہ شمالی ہند کے علماء کرام کی تحقیق کے مطابق آدھا صاع دو(2) کلوسینتالیس (47) گرام کے برابر ہے۔

قیمت دینا افضل ہے

گیہوں، جَو اور کھجور وغیرہ میں سے کوئی چیز دینے کے بجائے اس کی قیمت دینا افضل ہے تاکہ عید کے موقع پر فقراء ومساکین رقم کے ذریعہ اپنی متعلقہ ضرورت کی تکمیل کرسکیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: **ان اداء القیمة افضل من عین المنصوص علیه و علیه الفتوی.**

(فتاوی عالمگیری ج1، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ص192)

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت

عید الفطر کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوجاتا ہے، صدقۂ فطر کی ادائی کا وقت تمام عمر ہے، زندگی بھر میں کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کیا جائے اور نماز کے بعد بھی دیا جاسکتا ہے جب تک ادا نہ کیا جائے برابر واجب الاداء رہے گا، خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے، ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: **ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثانی من یوم الفطر.**

(فتاوی عالمگیری، ج1، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ص192)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

واما وقت ادائها فجميع العمر عند عامة اصحابنا ، ولا تسقط بالتاخير عن يوم الفطر .

(بدائع الصنائع کتاب الزکاۃ،فصل وقت اداء صدقة الفطر' ج 2' ص 207)

افرادخانہ کی طرف سے صدقۂ فطر دینے کا حکم

آدمی جن افرادِ خانہ کی ولایت وکفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے، جیسے نابالغ اولاد، ان کا صدقۂ فطر اس سے متعلق ہوتا ہے، لہذا اپنی جانب سے اور نابالغ اولاد کی جانب سے صدقۂ فطر دینا چاہئے، بالغ اولاد اور بیوی کی جانب سے صدقۂ فطر ادا کرنا اس کے ذمہ نہیں ہے۔

بالغ اولاد اور بیوی کی جانب سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لئے ان سے اجازت لینا ضروری نہیں !اگر ان کی اجازت کے بغیر بھی فطرہ ادا کردے تو درست ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے: **ولا يؤدى عن زوجته ولا عن اولاده الكبار وان كانوا فى عياله ولوادى عنهم او عن زوجته بغير امر هم اجزأهم استحسانا كذا فى الهداية وعليه الفتاوى كذا فى فتاوى قاضيخان .**

(فتاو ی عالمگیری ج 1 ،کتاب الزکوٰۃ ، الباب الثامن فی صدقة الفطر' ص 193)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایمان کامل اور عمل صالح سے بہرہ ورفرمائے ، احکام اسلام کی پابندی کرنے اورصوم وصلوۃ ، حج وزکوۃ کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ادا کرنے والا بنائے۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

k

فتح مکہ اسباب ونتائج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ علٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمْ.

برادران اسلام! اللہ سبحانہ وتعالی نے مکہ مکرمہ کو بے شمار فضائل وکمالات سے نوازا ہے، یہ وہ مقدس شہر ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، یہ وہ بابرکت شہر ہے جہاں کعبۃ اللہ شریف ہے، جہاں حجر اسود اور چاہ زم زم ہے، جہاں صفا ومروہ اور میزاب رحمت ہے، یہی وہ باعظمت شہر ہے جس کی عظمت ورفعت کی قسم قرآن کریم میں ذکر کی گئی۔

رمضان کے مقدس مہینہ ہی میں مسلمان مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوئے اوراس فتح کو قرآن کریم نے ''فتح مبین'' سے تعبیر کیا ہے، ارشاد الہی ہے:

إِنَّـا فَتَـحْـنَـا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا .	(اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !) بیشک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا کی ہے۔

(سورۃ الفتح،آیت:1)

برادران اسلام! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھٹویں سال ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کا ارادہ فرمایا اور آپ کے ہمراہ پندرہ سو (1500) جاں نثار صحابہ نے بھی عمرہ کے لئے احرام باندھا اور مکہ شریف کی طرف روانہ ہوگئے، اثناء سفر حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو اطلاع ملی کہ دشمنان دین نے کاروان اسلام کو روکنے کے لئے اپنے اطراف واکناف کے قبیلوں کو جمع کرلیا ہے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام کا منشا و مقصد صرف خدا کی عبادت، خانۂ خدا کی زیارت اور عمرہ کی ادائی تھا، چنانچہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حدیبیہ کے علاقہ میں قیام فرمایا اور قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا مقصد جنگ وجدال نہیں ہے، ہم صرف عمرہ کی ادائی کے لئے آئے ہیں، اس اطلاع کے بعد اہل مکہ کی جانب سے یکے بعد دیگرے دو تین افراد گفتگو کے لئے آئے، تاہم کوئی حل نہیں نکلا، پھر سہیل بن عمرو نامی ایک شخص آیا، بالآخر ایک معاہدہ طے پایا اور بغیر عمرہ کئے سب لوٹ آئے۔ اس حدیبیہ کے صلح نامہ میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب کے قبائل سے کوئی بھی قبیلہ فریقین میں سے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ کرسکتا ہے، اس شرط کے مطابق بنوبکر قریش کے حلیف ہوئے اور بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف قرار پائے۔

بنوبکر اور بنوخزاعہ کے درمیان سخت دشمنی تھی، بنوبکر اپنی پرانی عداوت کی وجہ بنو خزاعہ سے انتقام لینے کے لئے آمادہ ہوگئے اور قریش سے مل کر اُن پر حملہ کردیا، اس حملہ میں قریش کے سرداروں نے تعاون کیا اور بنوخزاعہ کو قتل کرنے کے لئے بنی بکر کے پاس آدمی بھیجے اور اسلحہ فراہم کیا، اس حملہ کے سبب قریش کی جانب سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ عملی طور پر ٹوٹ گیا، قبیلہ بنوخزاعہ کے لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

فریادی ہوئے اور آپ سے مدد طلب کئے ،حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے امن وسلامتی پر مبنی تین شرائط روانہ رکھیں کہ وہ ان میں سے کوئی ایک شرط قبول کریں !وہ شرائط یہ ہیں:(1)بنوخزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے ۔ (2)قریش بنوبکر کی حمایت سے دست بردار ہوجائیں(3)حدیبیہ کے معاہدہ کی برخواستگی کا اعلان کیا جائے۔جیسا کہ امام زرقانی نے شرح مواہب میں نقل کیا ہے:

ان قریشا ندمت ،فقال:ان محمدا غازینا ،فقال ابن ابی سرح:لایغزوکم حتی یخیرکم فی خصال کلها اهون من غزوة،یرسل الیکم ان دوا قتلی خزاعة وهم ثلاثة وعشرون قتیلا او تبرؤا من حلف بنی نفاثة او ننبذ الیکم علی سواء .فقال سهیل:نبرا من حلفهم اسهل.

(شرح الزرقانی علی المواهب،ج3،ص380)

قریش کے نمائندوں میں سے سہیل نے کہا کہ ہم آخری شرط منظور کرتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔قریش نے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے روانہ کردہ قاصد کو جواب دیتے وقت تو بڑی بے باکی سے اعلان کیا تھا لیکن قاصد کے واپس چلے جانے کے بعد سرداران قریش نادم وپشیمان ہوئے اور سب نے ابوسفیان سے کہا کہ تم جاکر اس معاہدہ کی تجدید کرلو !ورنہ اس کا انجام بہت خطرناک ہوسکتا ہے اس کے بعد ابوسفیان مدینہ طیبہ پہنچ گئے اوراس معاملہ میں گفتگو کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی بات نہ بنی ،بالآخرانہیں معاہدہ کی تجدید کئے بغیر لوٹنا پڑا۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم فرمایا اور حلیف

قبائل کے پاس بھی تیاری کے لئے حکم نامہ بھیجا، مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ کس سے مقابلہ ہونے والا ہے؟ خاموشی کے ساتھ معرکہ کی تیاری ہوتی رہی، اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو معاملہ کی خبر نہ ہو، جیسا کہ مواہب لدنیہ میں مذکور ہے:

فتجهز رسول الله صلى الله عليه واله وسلم من غير اعلام احد بذلک.

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج3، ص386)

بصیرت نبوی نے قریش کو روانہ کردہ خط روک لیا

حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھا جس میں انتظامی خفیہ معاملات کی مخبری تھی۔ اس خط کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ مکرمہ روانہ کیا۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم عطا فرمایا ہے، وہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 'ما کان و مایکون' کی خبر رکھتے ہیں، قیامت تک رونما ہونے والے واقعات وحوادث کی خبر دیتے ہیں اور ان کا ایک ایک جزئیہ بیان فرماتے ہیں، نہ صرف زمین کی بلکہ آسمانوں کی باتیں جنت ودوزخ کی تفصیلات، اہل جنت واہل دوزخ کی تعداد، ان کے احوال وکوائف، ہر ہر چیز سے واقف وباخبر ہیں، کیا آپ مدینہ منورہ میں ہونے والے اس واقعہ سے باخبر نہ ہوں گے؟ یقیناً آپ کو اس واقعہ کا بخوبی علم تھا، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو اس خاتون کو روکنے اور اس سے خط

حاصل کرنے کے لئے روانہ کرتے ہوئے فرمایا ،(جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم اور دیگر کتب سیَر واحادیث میں مذکور ہے) کہ ''تم لوگ روضۂ خاخ پر جاؤ! وہاں ایک خاتون ہے؛ جس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے حاصل کر کے میرے پاس لے آؤ!'' تینوں صحابہ کرام گھوڑوں پر سوار ہو کر بڑی تیزی کے ساتھ روضۂ خاخ پہنچے اور اس عورت کو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور اس عورت سے خط طلب کیا، اُس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلط بات نہیں فرماسکتے اور نہ ہم جھوٹے ہیں، جب آپ نے سختی سے گفتگو کی تو اس عورت نے صحیح صحیح بتادیا اور اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر دے دیا۔ یہ تینوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خط لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! نہ میں نے اپنا دین تبدیل کیا ہے اور نہ مرتد ہوا ہوں، میں نے اہل مکہ کو صرف اس لئے خط لکھا کہ مکہ مکرمہ میں میرے اہل وعیال ہیں وہاں میرا کوئی اور رشتہ دار نہیں جو 'ان کی خیر خواہی وخبر گیری کرے، میرے سوا دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ مکرمہ میں موجود ہیں وہ ان کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مکہ والوں کو شکست دے گا، میں نے چاہا کہ خط کے ذریعہ مکہ والوں کو معاملہ کی اطلاع دے دوں تاکہ ان پر میرا احسان ہوجائے اور وہ میرے اہل وعیال سے ہمدردی کا معاملہ

کریں، اگرچہ میرے خط سے اہل مکہ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول فرمالیا۔ اورانہیں معاف فرمادیا اورارشادفرمایا:

صدق، ولا تقولوا له الا خيرا. حاطب بن ابو بلتعہ نے سچ کہا ہے، ان کے بارے میں خیر و بھلائی کی ہی بات کرو!۔

(صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الجاسوس، حديث نمبر: 3007۔ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أهل بدر رضى الله عنهم وقصة حاطب بن أبي بلتعة . حديث نمبر6557)

کاروانِ امن کی مکہ مکرمہ روانگی

حضرات! ہجرت کے آٹھویں سال 'دس رمضان المبارک چہارشنبہ کے دن بعد نماز عصر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار (10,000) کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے، راستہ میں اور دو ہزار افراد شامل ہوگئے جملہ بارہ ہزار (12,000) کا لشکر مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے:

وخرج عليه الصلوة والسلام يوم الاربعاء لعشر ليال خلون من رمضان بعد العصر سنة ثمان من الهجرة...ان العشرة آلاف خرج بها من نفس المدينة ثم تلاحق به الالفان.

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقانى، باب غزوة الفتح الاعظم، ج3، ص395/396)

مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام مـر الـظهـران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ

ڈالا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنا الگ چولہا جلائے،جب بارہ ہزار صحابہ کرام نے الگ الگ چولہا جلایا تو مــر الـظهـر ان کے وسیع وعریض میدان میں میلوں دور تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ راستہ ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے۔قریش کو یہ اطلاع تو مل چکی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر مدینہ طیبہ سے نکل چکا ہے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مسلمان اتنے قریب پہنچ گئے ہیں۔قریش نے تحقیق خبر کے لئے ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام کو بھیجا، یہ تینوں تحقیق کے لئے نکلے اور مرالظہر ان میں جل رہی آگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ابوسفیان نے کہا: بنی خزاعہ کا قبیلہ اتنا تو نہیں کہ مرالظہر ان کا طویل میدان بھر جائے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ والوں پر رحم کھا کر انہیں خبر دار کرنے اور یہ کہنے کے لئے آرہے تھے کہ اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مکہ والے امن مانگ لیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا،اسی اثنا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ابوسفیان اور ان کے دو ساتھیوں سے ملاقات ہوئی،حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:لشکر پہنچ چکا ہے،ابوسفیان نے مشورہ طلب کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو! جب وہ حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہء کرام نے انہیں دیکھ کر فرمایا دشمنوں کا سردار ہمارے قبضہ میں ہے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے،چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو معاف فرمادیا۔

(سبـل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، جماع أبواب المغازي التي غزا فيها

رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه الكريمة، الباب السابع والعشرون فى غزوة الفتح الاعظم، ج 5،ص 215/216)

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمت کے جلووں کو ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے سخت تکلیف دینے والے دشمن کو بھی معافی عطا فرمائی، وہ ابوسفیان جنہوں نے اسلام کے خلاف بدر اور اُحد کی لڑائیاں لڑیں، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا، مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا، یقیناً وہ سزا کے مستحق تھے لیکن حضور اکرم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمینی کے قربان جائیں آپ نے انہیں بھی درگذر فرمادیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاکر اسلامی فوج کے مناظر دکھائیں۔ابوسفیان نے ایک ایک قبیلہ کو بڑی آن بان سے ہتھیاروں سے مسلح، سازوسامان سے بھرا آتے دیکھا،انہوں نے دیکھا کہ قبیلہ غِفَار، قبیلۂ جہینہ، سعد بن ہذیم اور سلیم جیسے جنگجو اور بہادر قبائل عرب لشکر اسلام میں شامل تھے، آخر میں آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے جھرمٹ میں تشریف لارہے تھے۔اس روحانی منظر اور نورانی ماحول کا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے دل پر گہرا اثر پڑا،اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ہے:

فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَوْت بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّهِ صَلّى	حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت ابو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ؟.....قَالَ وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ....قَالَ فَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ فَأَسْلَمَ.	سفیان کوحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا،جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے ابو سفیان اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم مان لو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں......اے ابو سفیان اللہ تعالی تم پر رحم کرے! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم مان لو کہ میں اللہ تعالی کا رسول ہوں......حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالی عنہ نے توحید و رسالت کی گواہی دی اور اسلام قبول کیا۔

نیز مواہب لدنیہ میں ہے:

فاتوا بهم رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم فاسلم ابو سفيان بن حرب.	جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے قریش کے افراد کوحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالی عنہ نے اسلام قبول کیا۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقاني،باب غزوة الفتح الاعظم، ج 3 ، ص 405)

20 / رمضان المبارک سنہ آٹھ (8) ہجری پیر کے دن حضور پاک صلی اللہ علیہ

وسلم مقام کداء سے گذرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مقام کداء سے داخل ہونے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقام کُدَی سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

حملہ کے لئے پہل نہ کی جائے! شاہ زمن کا پیام امن

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو یہ تاکید فرمائی کہ حملہ میں پہل نہ کرنا اور جو شخص تم سے لڑنے کے درپے ہو صرف اسی سے مقابلہ کرنا آپ نے ارشاد فرمایا:

لا تقاتلوا إلا من قاتلکم . تم کسی پر حملہ نہ کرنا! اگر کوئی تم پر حملہ کرے تب تم اپنا دفاع کرنا۔

(السیرۃ الحلبیۃ، ج5،ص:270)

اس طرح مسلمان مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کہیں مقابلہ کی نوبت نہیں آئی، سوائے مقام کُدَی کے جہاں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، بنو بکر، بنو حارث اور ہذیل اور قریش کے کچھ قبائل مقابلہ کے لئے تیار تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ آتے ہی ان لوگوں نے آپ پر حملہ کیا، آپ نے ان کے حملہ کا دفاعی جواب دیتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا اور دشمنوں کو شکست ہوئی، نتیجہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور بنو بکر وغیرہ کے تقریبا چوبیس آدمی ہلاک ہوگئے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے:

واندفع خالد بن الولید حتی دخل من اسفل مکۃ،وقد تجمع بھا بنو بکر وبنو الحارث بن عبد مناف،وناس من ھذیل و من الاحابیش الذین استنصرت بھم قریش،فقاتلوا

خالدا فقاتلهم فانهزموا ،وقتل من بنی بکر نحو من عشرین رجلا،ومن هذیل ثلاثة أو اربعة.

(المواهب اللدینة بالمنح المحمدیة مع شرح الزرقانی،باب غزوة الفتح الاعظم، ج3 ، ص 416)

عفوودرگذرکاعام اعلان

مشرکین مکہ جواعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک اور ہجرت مدینہ منورہ سے صلح حدیبیہ تک حضورا کرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کواور مسلمانوں کوطرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے رہے،ایذ ارسانی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا،انہوں نے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کوشہید کرنے کی بارہا ناپاک سازشیں کیں ،قبائل عرب کومسلمانوں کے خلاف بھڑکایا، ایسے جانی دشمنوں اورخون کے پیاسوں پرمسلمانوں کوغلبہ حاصل ہوا تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت والفت سے لبریز فرمان عالیشان جاری فرمایااورعام اعلان فرمایا کہ آج تم سے کوئی باز پرس نہیں تم لوگ آزادہو۔

'**الیوم یوم المرحمة**' یعنیآج تو رحمت ومہربانی فرمانے کادن ہے

دشمن کو زیر کرکے کیا عفو و درگزر
امن وسلامتی کے علم دار ہیں حضور

(مؤلف)

شاہان دنیا کاطریقۂ کار

برادران اسلام!جب سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں آتی ہے تو انسان ظلم و انصاف کافرق بھول جاتا ہے،دنیا کی جتنی سوپر پاورمملکتیں گذری ہیں انہوں نے اپنی فتح

کا جشن مظلوم افراد کا خون بہا کر منایا ہے، دنیا میں جب بڑی بڑی فتوحات ہوئیں تو فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔

تاتاری قوم جب پوری قوت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئی تو انہوں نے سارے شہر کو تہس نہس کر دیا، انسانی خون کا سمندر بہادیا۔ صلیبیوں نے جب ملک شام پر غلبہ واقتدار حاصل کیا تو خون کی ندیاں رواں کر دیں، اس وقت مسجد اقصیٰ میں گھوڑوں کے گھٹنے انسانی خون میں ڈوبے ہوئے تھے، ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ دنیا نے صلیبیوں کا یہ اقتدار دیکھا جہاں انسانی خون کی ندیاں بہتی ہیں اور انسانیت سسک سسک کر دم توڑتی ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام بادشاہوں، سربراہانِ مملکت، ارباب سلطنت کے لئے عظیم مثال قائم فرمائی، اقتدار حاصل کرنے والوں کو ایک آفاقی پیام دیا، فتح مکہ جیسا عظیم کارنامہ ہوا، جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں پر اہل اسلام نے اقتدار حاصل کرلیا، چاہتے تو تمام دشمنوں کو قتل کیا جاسکتا تھا، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا: آج تم پر کوئی داروگیر نہیں، تم لوگ آزاد ہو، پر امن رہو۔ **الیوم یوم المرحمة**. آج تو رحمت ومہربانی فرمانے کا دن ہے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پروانۂ امن عطا فرمایا چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ أَلْقَى السِّلاَحَ فَهُوَ	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے، جو شخص ہتھیار ڈال دے اسکے لئے امان ہے، جو شخص اپنے

آمِنٌ وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ. گھر کا دروازہ بند کرلے اس کے لئے امان ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب فتح مكة، حديث نمبر: 4724)

اور صحیح بخاری شریف میں ہے:

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ. حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام ہانی! یقیناً ہم نے اسے بھی امان دیا ہے جس کو تم نے امان دیا۔

(صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة فى الثوب الواحد ملتحفا به ،حديث نمبر 357)

نیز امام بیہقی کے سنن کبری میں روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم... فمن دخل دارك يا أبا سفيان ودارك يا حكيم وكف يده فهو آمن. حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوسفیان! جو شخص تمہارے گھر میں داخل ہو، اور اے حکیم بن حزام! جو شخص تمہارے گھر میں داخل ہو اور اپنے ہاتھ کو روک لے تو اس کے لئے امان ہے۔

(السنن الكبرى للبيهقى، كتاب السير باب فتح مكة حرسها الله تعالى ،حديث نمبر 18744)

گستاخ کے لئے امان نہیں

حضرات! امان کا یہ اعلان اگرچہ تمام لوگوں کے لئے عام تھا لیکن چند افراد اُس سے مستثنٰی تھے، جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا

ارتکاب کیا جس کی وجہ وہ قابل گردن زدنی ہو چکے تھے اس لئے ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔
ایک گستاخ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے قتل کرڈالو؛ اگر چہ وہ خانۂ کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا ہو، جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن نسائی میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ ، فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ . فَقَالَ: اقْتُلُوهُ !.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: فتح مکہ کے سال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ کے سر انور پر مِغفر (لوہے کی ٹوپی) تھی، جب آپ نے اسے اتارا تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے قتل کردو!۔

(صحيح البخاری، كتاب جزاء الصيد، باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام.، حديث نمبر: 1846 ۔ سنن النسائی، كتاب مناسك الحج، باب دخول مكة بغير إحرام. حديث نمبر: 2880)

یہاں غور کیا جائے کہ عین حرم شریف میں قتل کردینے کا حکم دیا گیا جب کہ کعبۃ اللہ شریف کے تقدس کے اظہار کے لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا جو شخص اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہے۔ (سورۃ آل عمران، آیت: 97)
ہر شخص خانۂ کعبہ میں داخل ہوتے ہی امن و سلامتی پالیتا ہے، اگر کوئی حرم

شریف میں اپنے والد کے قاتل کو بھی دیکھ لے تو اسے یہ حق نہیں کہ حرم شریف میں اسے تکلیف پہنچائے لیکن ان افراد نے بارگاہِ نبوت میں گستاخی کر کے ایسے جرم کا ارتکاب کیا کہ زمین کا کوئی خطہ ان کی پناہ گاہ نہیں بن سکتا تھا یہاں تک کہ وہ حرم کعبہ میں غلاف کعبہ سے چمٹے ہوئے ہوں تب بھی اُنہیں امان نہیں ملتا۔ ان گستاخوں کا انجام صرف یہ تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

ان میں عبدالعزیٰ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا تھا، حضرت سعید بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ حویرث بن نقید اور حارث بن ہشام ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ کو نُمَیْلَہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، قریبہ جو ابن خطل کی باندی تھی اس کو بھی قتل کیا گیا۔

(ملخص از سبل الهدی والرشاد ، ج:5، ص:225/226)

حرم کعبہ، بتوں کی آلائشوں سے پاک ہوا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مبارک اونٹنی پر سوار ہو کر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور خانہ کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اونٹنی بٹھائی، کعبۃ اللہ شریف کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا . حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والا ہے۔

(سورۃ الاسراء، آیت:81)

مشرکوں نے خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ (360) بت بٹھا رکھے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام اور عین خانۂ کعبہ کو بتوں کی نجاست وآلائش سے پاک کیا۔

دست اقدس کی برکت سے محبت کا پیدا ہونا

برادران اسلام! اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کو اپنا دست قدرت قرار دیا، آپ کے دست اقدس کی اعجازی شان ہے کہ جہاں دست اقدس لگ جاتا وہ مقام ہمیشہ کے لئے برکتوں کا مخزن بن جاتا، حتی کہ اگر کسی غیر مسلم شخص کے سینہ پر دست اطہر رکھ دیتے تو فوراً اس کے دل سے ظلمت دور ہو جاتی اور اس میں اسلام کا نور سما جاتا، اس کا تاریک سینہ معارف کا گنجینہ ہو جاتا، فتح مکہ کے موقع پر بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا جسے امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے سبل الھدی والرشاد میں نقل کیا ہے:

أن فضالة بن عمير بن الملوح الليثي أراد قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضالة ؟ قال: نعم.قال: ماذا كنت تحدث به

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر طواف کعبہ میں مشغول تھے فضالہ بن عمیر بن ملوح لیثی نامی ایک صاحب نے دل میں یہ ارادہ کیا کہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں، جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: کیا تمہارا نام فضالہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، آپ نے ارشاد فرمایا: تم دل میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ کچھ

نـفسک ؟ قـال: لا	نہیں، میں تو اللہ کا ذکر کررہا تھا، آپ نے یہ سن کر
شـيء، كنت أذكر الله،	تبسم فرمایا اورارشادفرمایا: تم اللہ کی بارگاہ میں
فضحک رسول الله	(اس ارادہ پر) معافی طلب کرو! پھراس کے بعد
صلى الله عليه وسلم ثم	آپ نے اپنے دست اقدس کو ان کے سینے پر
قال: استغفر الله .ثم	رکھا، (بس انکے دل کی دنیا میں انقلاب بپا ہوگیا
وضع يده على صدره	،عداوت محبت سے بدل گئی) وہ کہتے ہیں کہ اللہ
فسكن، وكان فضالة	کی قسم! حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا
يقول: والله ما رفع يده	دست مبارک میرے سینے سے اٹھایا بھی نہیں کہ
عن صدری حتی ما خلق	دل کی حالت یہ ہوگئی کہ ساری کائنات میں سب
شيء أحب إلى منه .	سے بڑھ کرآپ کی محبت میرے دل میں بس گئی۔

(سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد،جماع أبواب المغازى التى غزا فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه الكريمة،الباب السابع والعشرون فى غزوة الفتح الاعظم، ج5،ص 235/236)

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انواراللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس روایت کے تحت ارشادفرماتے ہیں: فضالہ رضی اللہ عنہ کو ذکرالٰہی میں مشغول ہونے کی برمحل سوجھی، کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت طواف میں مشغول تھے،مگر بارگاہ نبوت میں ایسی چالاکیاں کب چل سکتی تھیں، وہاں تو جس طرح چہرہ پیش نظر ہوتا ہے دل پیش نظر ہوتے ہیں،حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس موقع پر ہنس کر استغفار کرنے کے لئے فرمانے کا جواثر فضالہ رضی اللہ عنہ کے دل پر ہوا ہوگا اس کو

انہی کا دل جانتا ہے،مگر اس شقاوت کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست شفقت پھیر کر دور کردیا،اور اس کا اس قدر اثر ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ وہ کسی کو اپنا محبوب نہیں سمجھتے تھے۔جب ایسے لوگوں کے ساتھ جو قتل کی تاک میں رہتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شفقت ہوتو خیال کیا جائے کہ محبان صادق پر کیسی عنایتیں مبذول ہوں گی؟۔

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری

غرض کہ دست مبارک کا ان میں یہ اثر ہوا کہ صرف ایمان ہی نہیں بلکہ کامل طور پر آپ کی محبت ان کے دل میں جاگزیں ہوئی،جس سے ہر طرح کے مراتب عالیہ کے مستحق ہوئے۔

(مقاصد الاسلام،حصۂ نہم،ص:55/56)

حضرت بلال کا کعبہ کی چھت سے اذان کہنا

حضرات!آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا رنگ ونسل کے نام پر بٹی ہوئی ہے،سفید فام شخص سیاہ فام کو عزت و وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا،محض رنگ کی بنیاد پر اس کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے،لیکن حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تصور کی نفی فرمائی اور آپ نے تمام انسانوں کو بحیثیتِ انسان مساوی حقوق عطا فرمائے،حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ جو ایک حبشی غلام تھے'فتح مکہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ کعبہ کی چھت سے اذان کہے،جیسا کہ سبل الہدی والرشاد میں ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما حانت الظهر أمر بلالا أن يؤذن بالظهر يومئذ فوق الكعبة ليغيظ بذلك المشركين .	جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو اس دن کعبۃ اللہ شریف کی چھپ پر کھڑے ہوکر اذان ظہر کہنے کا حکم فرمایا تاکہ مشرکین آتش غیظ میں جلیں۔

(سبل الهدى والرشاد، ج:5، ص:248)

حضرات! اس حکم کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ ونسل کے فرق کو مٹادیا اور بتلایا کہ اللہ تعالی کے دربار میں جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ دلوں اور ان کے اخلاص کو دیکھا جاتا ہے، رنگ کی وجہ سے کوئی انسان ذلیل نہیں ہوتا بلکہ گناہوں کی وجہ سے وہ ذلت ورسوائی کا شکار ہوتا ہے، سفید فام ہونے کی وجہ سے وہ معزز نہیں ہوتا بلکہ تقوی وپرہیزگاری کی بنیاد پر وہ معزز ومکرم قرار پاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر نماز ظہر کی اذان کہی، اس طرح مکہ مکرمہ کے کفر آلود ماحول کو اذان بلال نے نور اسلام سے منور کیا، اور اس کی فضاؤں میں عظمت اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

ابلیس لعین کی مایوسی

حضرات! اہل اسلام کی اس شان وشوکت اور اسلام کی سربلندی کو دیکھ کر ابلیس لعین آہ وبکا کرنے لگا، اور اپنی ناکامی پر رنج وملال کرنے لگا:

روى أبو يعلى، وأبو نعيم عن ابن عباس رضى الله	امام ابویعلی اور امام ابونعیم نے روایت نقل کی ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی

عنهما قال لما فتح	عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
رسول الله صلى الله	مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو اس دن ابلیس لعین نے رنج و
عليه وسلم مكة رن	غم کی وجہ سے ایک زبردست چیخ ماری جس کے
إبليس رنة فاجتمعت	سبب اس کی پوری اولاد اس کے پاس جمع ہوگئی۔
إليه ذريته، فقال:	ابلیس نے کہا: اب تم اس بات سے مایوس ہوجاؤ
إيئسوا أن تردوا أمة	کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو شرک کی
محمد إلى الشرك	طرف لوٹاؤ گے یعنی آج کے بعد امت محمدیہ علی
بعد يومكم .	صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں شرک نہیں ہوسکتا۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقاني،باب غزوة الفتح الاعظم،ج3،ص386)

اہل مکہ سے خطاب

برادران اسلام! فتح مکہ کے دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ شریف کے دروازہ پر قیام فرما ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا، جسے شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا ہے:

ولما كان الغد من يوم	فتح مکہ کے دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ
الفتح قام النبي صلى الله	وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرمانے
عليه واله وسلم خطيبا في	کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے اللہ کی حمد
الناس،فحمد الله واثنى	وثنا اور اس کی عظمت وبزرگی بیان کی جس کا
عليه ومجده بما هو	کہ وہ اہل ہے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے

اھـلـه،ثم قال:ایھا الناس!ان	لوگو! بیشک اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کو قابل حرمت
الـلــه حـرم مـکة یـوم خلق	بنایا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو
السـمـوات والارض،فھـی	پیدا کیا، چونکہ اللہ تعالی نے اسے قابل احترام
حـرام بحرمة الله تعالی الی	بنایا ہے اس لئے وہ شہر قیامت تک واجب
یــوم الـقیــامة ،فـلا یـحـل	الاحترام ہے،تو وہ شخص جو اللہ تعالی اور آخرت
لامـریء یـؤمن بالله والیوم	کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ جائز
الآخـــر ان یســفـک بھـــا	نہیں کہ وہ اس میں کسی کا خون بہائے ، یا وہاں
دمـا،اور یـعـضد بھا شجرة	کوئی درخت کاٹے ، (اگر کوئی رسول اللہ صلی
،فــان احــد تـرخـص فیھـا	اللہ علیہ والہ وسلم کے عمل کو دیکھتے ہوئے اس
لـقتال رسول الله صلی الله	مقدس شہر میں اس کو جائز سمجھے تو اس سے
عـلیه واله وسلم فقولوا:ان	کہدو! بیشک اللہ تعالی نے اپنے رسول کریم
الـلـه قد اذن لرسوله ولم	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اجازت دی تھی
یاذن لکم،انما احلت لی	اور تمہیں اس کی اجازت نہیں دی،)اس کے
ســاعة مــن نھــار،وقـد	سوا نہیں کہ دن کے ایک وقت کے لئے وہ
عـــادت حــرمتھــا الآن	میرے لئے حلال کر دیا گیا تھا، یقیناً اب اس
کـحــرمتھـا بـال امـس.	کی حرمت لوٹ کر آ چکی ہے جیسا کہ کل
فـلیبـلـغ الشاھد الغائب!	تھی۔ جو شخص حاضر ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس
.ثـم قـال:یا معشر قریش	پیام حق کو اس شخص تک پہونچائے جو حاضر
ما ترون انی فاعل	نہیں، پھر آپ نے

فیکم؟قالوا: خیرا ،اخ کریم ابن اخ کریم. قال فانی اقول کما قال اخی یوسف "لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم وھو ارحم الرحمین "اذھبوا فانتم الطلقاء.

ارشاد فرمایا: اے قریش کی جماعت! تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہم آپ سے خیر وبھلائی کی امید رکھتے ہیں، کیونکہ آپ سرچشمۂ لطف وکرم ہستی اور پیکر فضل وکرم شخصیت کے شہزادہ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا: آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں، اللہ تعالی تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا، اور وہ بے انتہاء رحم فرمانے والا ہے۔ تم (بے فکر) واپس جاؤ؛ اس حال میں کہ تم بالکل آزاد ہو۔

(المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة مع شرح الزرقانی،باب غزوة الفتح الاعظم، ج3، ص447/449)

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرما رہے اور مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے سے قبل حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور مسلمانوں کی تعلیم کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرات! چونکہ یہ عظیم فتح ماہ رمضان المبارک میں عطا کی گئی اسی مناسبت سے اجمالی طور پر ''فتح مکہ اسباب ونتائج'' عنوان پر بیان کرنے کی سعادت حاصل کی گئی، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب کریم صاحب فتح مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

صدقہ وطفیل ماہ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے اور ہم سب کو حج بیت اللہ کا شرف اور زیارت روضۂ اقدس کی سعادت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

X

ہے درودِ پاک ہی ذکر شہِ عالی مقام ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اس فخرِ عالم پر مدام اور فرشتے دائما مشغول ہیں جس میں تمام
کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک
کیا فضیلت ہے پڑھے یکبار گر کوئی درود بھیجتا ہے اس پہ ستر رحمتیں ربِّ ودود
اور ملائک کے درود اس پر کریں پیہم وُرود ہو مدام اس کی ترقیٔ مدارج زُود زُود
دیکھ لے گا قبلِ موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے بااحترام
محو ہوتے ہیں گنہ پڑھنے سے اس کے لاکلام دفع ہوں سب ہّم وغم جو کوئی پڑھتا ہو مدام
نکلیں اس کی وجہ سے دونوں جہاں کے سارے کام جو پڑھے دائم رہے منصور و محبوبِ انام
ذکرِ خالق اور دعا ذکر نبی کے ساتھ ہے
کیا صلوۃ احمدی بھی افضلُ الطاعات ہے

از: شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ

X

k

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ خصائص وکمالات ارشادات وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ:اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَھُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ أَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ.صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمْ.

برادران اسلام! جہاں ماہ رمضان المبارک کو بہت سی خصوصیات حاصل ہیں وہیں اس ماہ کو یہ خصوصی نسبت بھی حاصل ہے کہ اس میں مولائے کائنات ،فاتح خیبر،باب العلم، حیدرکرار،ابوالحسن سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت عظمی ہوئی،اسی مناسبت سے آج ''حضرت مولائے کائنات،خصائص وکمالات ،تعلیمات وارشادات'' کےعنوان پرعرض کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کواللہ تعالی نے بے پناہ خصائص وامتیازات سےممتاز فرمایا،آپ کوفضائل وکمالات کا جامع ،علوم ومعارف کامنبع ،رشد وہدایت کا مصدر، زہدوورع،شجاعت وسخاوت کا پیکراورمرکز ولایت بنایا،آپ کی شان و

عظمت کے بیان میں متعدد آیات قرآنیہ ناطق اور بے شمار احادیث کریمہ وارد ہیں۔

مولود کعبہ ہونے کا اعزاز

برادرانِ اسلام! سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ آپ کی ولادت باکرامت کعبۃ اللہ شریف کے اندر ہوئی، جیسا کہ روایت ہے:

ولد رضی اللہ عنہ بمکۃ داخل البیت الحرام ...ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ . قالہ ابن الصباغ.

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے اندر ہوئی۔ علامہ ابن صباغ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بیان فرمایا کہ آپ سے قبل خانۂ کعبہ میں کسی کی ولادت نہیں ہوئی۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،ص 84)

آپ کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کی ولادت خانۂ کعبہ کے اندر ہوئی، اسی وجہ سے آپ کو مولود کعبہ کہا جاتا ہے، آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ولادت باکرامت کے بعد سب سے پہلے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ زیبا کا دیدار کیا ہے، چونکہ آپ نے ولادت کے بعد سب سے پہلے حضور کا چہرۂ مبارک دیکھا اس کی برکت یہ ہوئی کہ آپ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت قرار پایا، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ عَلِیٍّ عِبَادَةٌ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابةرضی اللہ عنہم،حديث نمبر:4665)

ایمان میں سبقت

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ کمسن حضرات میں سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا، جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِیْ حَمْزَةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُوْلُ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِیٌّ.	ایک انصاری صحابی حضرت ابوحمزہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (کمسن حضرات میں) سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ. حدیث نمبر:4100)

ونیز جامع ترمذی شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ بُعِثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَصَلَّى عَلِیٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوشنبہ کو اعلان نبوت فرمایا اور سہ شنبہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا فرمائی۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ .حدیث نمبر: 4094)

اہل بیت کے فردفرید اور عظیم صحابی

برادران اسلام! حضراتِ اہل بیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ عنہم سے عقیدت ومحبت، سعادت دنیوی کا ذریعہ اور نجات اخروی کا باعث ہے، چونکہ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ اہل بیت ہونے کے شرف سے بھی مشرف ہیں اور صحابیت کے اعزاز سے بھی معزز ہیں اسی لئے آپ سے دو جہتوں سے محبت کی جائے۔

حضرات! آپ کی شان وعظمت اور حضور سے کمال قربت کا اندازہ صحیح بخاری شریف میں وارد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا:

أَنْتَ مِنِّی وَأَنَا مِنْکَ . اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علی بن أبی طالب القرشی الهاشمی أبی الحسن رضی الله عنه، حدیث نمبر: 2699)

عقدنکاح

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عقد نکاح، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللّٰہَ أَمَرَنِیْ أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کراؤں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج،8،ص،497،حدیث نمبر:10152)

کرّم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ

حضرات اہل بیت کرام وصحابۂ عظام کا نام ذکر کرتے وقت بطور اکرام رضی اللہ تعالی عنہ کہا جاتا ہے، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کے نام مبارک کے ساتھ اس عمومی کلمات کے علاوہ بطور خاص ''کرم اللہ وجہہ'' کہا جاتا ہے، اس کی وجہ نور الابصار میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

(وامه)فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف....انها كانت اذا ارادت ان تسجد لصنم وعلى رضى الله تعالى عنه فى بطنها لم يمكنها يضع رجله على بطنها ويلصق ظهره بظهرها ويمنعها من ذلك؛ولذلك يقال عند ذكره"كرم الله وجهه".	سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی والدۂ محترمہ کا نام مبارک حضرت ''فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف'' رضی اللہ عنہم ہے......جب وہ کسی بت کے آگے سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں؛ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے شکم میں تھے وہ سجدہ نہیں کر پاتی تھیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قدم ان کے شکم مبارک سے چمٹا دیتے اور اپنی پیٹھ ان کی پیٹھ سے لگا دیتے اور انہیں سجدہ کرنے سے روک دیتے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی آپ کا مبارک تذکرہ کیا جاتا ہے تو ''کرم اللہ وجہہ'' (اللہ تعالی آپ کے چہرۂ انور کو بزرگ و باکرامت بنایا ہے) کہا جاتا ہے۔

(نورالابصار فی مناقب آل بيت النبى المختار صلى الله عليه وآله وسلم ،ص 85)

آپ سے محبت درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

برادرانِ اسلام! حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی ہستی اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہے کہ آپ سے محبت کرنے والے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا محبوب قرار دیا اور آپ سے بغض رکھنے کو اپنی ذات سے بغض رکھنا قرار دیا' جیسا کہ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ سَلْمَانَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ: "مُحِبُّكَ مُحِبِّي، ومُبْغِضُكَ مُبْغِضِي".	سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا :(اےعلی) تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تم سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني، ج،6،ص،47، حديث نمبر:5973)

حضرت مولائے کائنات محبوب خلائق

برادران اسلام! حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی چونکہ اللہ تعالی کو بھی محبوب ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبوب ہے، اسی لئے کائنات کا ذرہ ذرہ آپ سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالی اس محبت کرنے والے کو دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی سرفراز فرماتا ہے، علامہ امام طبری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ میں روایت نقل کی ہے:

وعن أنس رضى الله عنه قال: دفع علی بن أبی طالب إلی بلال درهما يشتری به بطيخا؛ قال: فاشتريت به فأخذ بطيخة فقورها فوجدها مرة فقال يا بلال رد هذا إلی صاحبه، وائتنی بالدرهم فإن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لی : إن الله أخذ حبك علی البشر والشجر والثمر والبذر فما أجاب إلی حبك عذب وطاب وما لم يجب خبث ومر " وأنی أظن هذا مما لم يجب.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خربوزہ خریدنے کے لئے ایک درہم عطا فرمایا، حضرت بلال نے فرمایا کہ میں ایک خربوزہ آپ کی خدمت میں پیش کیا، جب آپ نے اسے کاٹا تو اسے کڑوا پایا، آپ نے ارشاد فرمایا: ائے بلال! جس شخص کے پاس سے یہ لائے ہو ؛ اسی کو واپس کردو! اوردرہم میرے پاس واپس لاؤ! کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی نے تمہاری محبت کا عہد ہر انسان، درخت، پھل اور ہر بیج سے لیا ہے ،تو جس نے تمہاری محبت کو اپنے دل میں سمولیا وہ شیریں و پاکیزہ ہوگیا اور جس نے تمہاری محبت کو قبول نہ کیا وہ پلید اور کڑوا ہوگیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ خربوزہ بھی اسی درخت کا ہے؛ جس نے میری محبت کے عہد کو قبول نہیں کیا ہے۔

(الرياض النضرة فی مناقب العشرة،الباب الرابع فی مناقب امير المومنين علی ابن ابی طالب رضی الله عنه)

محبوب خدااورمحبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خصوصی فضیلت کو آشکار فرمایا اور آپ کے اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ومحبوب ہونے کی بشارت عطا فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِی سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً ، يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ .قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے وروایت ہے،انہوں نے فرمایا، مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:کل میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا؛ جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ (قلعۂ خیبر) فتح کرے گا،وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے ہیں،صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ساری رات اس انتظار میں تھے کہ یہ سعادت کس کو ملے گی؟ جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صبح کی تو ان میں سے

عَلَی رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، کُلُّهُمْ یَرْجُو أَنْ یُعْطَاهَا فَقَالَ : أَیْنَ عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ .فَقِیلَ هُوَ یَا رَسُولَ اللَّهِ یَشْتَکِی عَیْنَیْهِ . قَالَ : فَأَرْسِلُوا إِلَیْهِ .فَأُتِیَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی عَیْنَیْهِ ، وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ حَتَّی کَأَنْ لَمْ یَکُنْ بِهِ وَجَعٌ ، فَأَعْطَاهُ الرَّایَةَ .	ہر ایک بارگاہ نبوی میں اس امید کے ساتھ حاضر ہوئے کہ جھنڈا انہیں عطا ہو،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں،تو عرض کیا کہ آپ کو آشوب چشم لاحق ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلانے کا حکم فرمایا!جب آپ کو لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی چشمان مبارک میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا اور دعا فرمائی تو آپ ایسے صحت یاب ہوگئے جیسا کہ آپ کو درد ہی نہ تھا،اور آپ کو پرچم اسلام عطا فرمایا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کردیا۔

(صحیح البخاری ،کتاب المناقب،باب مناقب علی بن ابی طالب،حدیث نمبر:3701)

شجاعت وبہادری

فاتح خیبر،حیدر کرار،صاحب ذوالفقار،شیر یزداں،شاہ مرداں ابوالحسن سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے شجاعت وبہادری کے عظیم جوہر سے مزین فرمایا،میدان کارزار میں آپ کی سبقت وپیش قدمی بہادر مردوجواں افراد کے لئے ایک نمونہ تھی،غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ کی شجاعت وبہادری سے متعلق امام ابن عساکر کے

حوالہ سے روایت مذکور ہے:

وقال جابر بن عبد الله	سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا:
حمل علی الباب علی	حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے خیبر کے
ظهره يوم خيبر حتی	دن (قلعہ کے) دروازہ کو اپنی پشت پر
صعد المسلمون عليه	اٹھالیا، یہاں تک کہ اہل اسلام نے اس پر چڑھائی
فتحوها وإنهم جروه	کی اور اسے فتح کرلیا، اور اس کے بعد لوگوں نے
بعد ذلک فلم يحمله	اس دروازہ کو کھینچا تو وہ (اپنی جگہ سے) نہ ہٹا، یہاں تک
إلا أربعون رجلا.	کہ چالیس (40) افراد نے اسے اٹھایا۔ (ابن
أخرجه ابن عساكر.	عساکر نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔)

(تاريخ الخلفاء ،علی بن أبی طالب رضی الله عنه)

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ؛ جامع کمالات

برادران اسلام! حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی بلند و بالا ہستی اور آپ کے فضائل و مناقب کے کیا کہنے! جبکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کمالات کو بڑی جامعیت کے ساتھ ارشاد فرمایا، چنانچہ اس سلسلہ میں امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت نقل کی ہے:

عن أبی الحمراء مولی	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سیدنا ابو
رسول الله صلی الله عليه	حمراء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے
وسلم قال : كنا حول النبی	فرمایا کہ ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلی الله عليه وسلم فطلع	کی خدمت اقدس میں حاضر تھے

علـی بـن أبـی طـالـب رضـی الـلـه عـنه ، فقال رسـول الـلـه صـلی الله عـلیـه وسلم : مـن سره أن یـنـظـر إلـی آدم فـی عـلـمـه ، وإلی نوح فی فهمه ، وإلی إبراهیم فی خـلقه ، فلینظر إلی علی بن أبی طالب .	کہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ رونق افروز ہوئے ،تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی علمی شان کے ساتھ دیکھے، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی فہم ودانشمندی کی شان کے ساتھ دیکھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے پاکیزہ اخلاق کی شان کے ساتھ دیکھے تو وہ علی بن ابو طالب کو دیکھ لے! (کہ ان میں سب کے جلوے ہیں)

(فضائل الخلفاء الراشدین لأبی نعیم الأصبهانی، ج1ص 75)

دنیاہی میں جنت کی بشارت

برادران اسلام! سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو جن خصائص وکمالات سے اللہ تعالی نے ممتاز فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں، آپ کو عشرۂ مبشرہ میں ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی زبان حق ترجمان سے یہ ضمانت عطا فرمائی:

وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّةِ . اور علی (رضی اللہ تعالی عنہ) جنت میں ہیں۔

(سنن ابن ماجه، المقدمة،باب فضائل العشرة رضی الله عنهم،حدیث نمبر:138)

حضرت مولائے کائنات کی شان میں آٹھ سو(800) آیات وارد

صحابۂ کرام میں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی یہ ایک امتیازی شان ہے کہ آپ

کی شان میں (800) آیات مبارکہ نازل ہوئیں' جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے امام ابن عساکر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

وأخرج ابن عساكر عن ابن عباس قال: نزلت في علي ثمان مائة آية .	امام ابن عساکر نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی، آپ نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں آٹھ سو (800) آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں۔

(تاريخ الخلفاء ، علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ج 1،ص 70)

حضرت مولائے کائنات اور قرآن کریم ہمیشہ ساتھ رہیں گے

برادران اسلام! سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نہ صرف آٹھ سو (800) آیات نازل ہوئی ہیں بلکہ آپ کے حق میں صاحب قرآن سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مژدۂ جاں فزا سنایا کہ علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے ساتھ ہے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین، معجم اوسط طبرانی اور معجم صغیر طبرانی وغیرہ میں روایت ہے:

عن أم سلمة ، قالت : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : على مع القرآن والقرآن مع على لن يتفرقا	ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے ساتھ ہے، وہ دونوں ہرگز جدانہیں ہوسکتے یہاں تک کہ

حتــی یــرد ا عــلـی الحوض	حوض کوثر پر وہ دونوں میرے پاس ساتھ ساتھ آئیں گے۔

(الـمستـدرك عـلـى الـصحيحين للحاكم ، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم حـديث نمبر : 4604ـ الـمـعـجـم الأوسـط لـلطبرانى، باب العين، من اسمه : عباد، حديث نمبر : 5037ـ الـمعجم الصغير للطبرانى، باب العين، من اسمه : عباد،حديث نمبر: 721)

حضرت مولائے کائنات قرآن کریم جمع کرنے والوں میں شامل

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فرمان عالی شان کی برکت تھی کہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا شماران صحابۂ کرام میں ہوتا ہے؛ جنہوں نے قرآن کریم کو جمع کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے: **وعـلـى رضى الـلـه عـنـه.... أحـد من جمع القرآن وعرضه على رسول الله صلى الله عليه وسلم**

(تاريخ الخلفاء ، على بن أبى طالب رضى الله عنه،ج 1،ص 68)

حضرت مولائے کائنات کی فیاضی بارگاہ الہی میں مقبول

حضرات! خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

الَّـذِيـنَ يُـنْـفِـقُـونَ أَمْـوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً	جو لوگ اپنا مال (اللہ کی راہ میں) رات اور دن، پوشیدہ اور ظاہری طور پر خرچ کرتے ہیں

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ .	تو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:274)

اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر اللہ کے ان پاکباز بندوں کا تذکرہ ہے جو رضاءالٰہی کی خاطر دن ورات اپنا مال خرچ کرتے ہیں،لیکن مفسرین کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ آیت کریمہ بطور خاص سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں وارد ہوئی ہے،جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تفسیر درمنثور میں روایت نقل کی ہے:

عن ابن عباس فی قولہ (الذین ینفقون أموالهم باللیل والنهار سراً وعلانیة)قال : نزلت فی علی بن أبی طالب ، کانت له أربعة دراهم فأنفق باللیل درهماً ، وبالنهار درهماً ، وسراً درهماً ، وعلانیة درهماً .	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے آیت کریمہ" الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا .. " سے متعلق روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی،آپ کے پاس چار درہم تھے،آپ نے ایک درہم رات میں خرچ کیا اور ایک دن میں،ایک پوشیدہ طور پر خرچ کیا اور ایک علانیہ طور پر۔

(الدر المنثور فی التفسیرالمأثور، سورۃ البقرۃ۔ 274)

آپ کے اس طرح خرچ کرنے کی ادا اللہ تعالی کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالی نے آپ کی عظمت کے اظہار اور اپنے دربار میں آپ کی مقبولیت کو آشکار کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے رضاء الہی کی خاطر نہ صرف اپنا مال قربان کیا بلکہ اپنے گھر اور وطن کو قربان کیا، شریعت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان قربان کیا اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے آپ کے شہزادوں نے بھی عظیم قربانیاں دیں۔

جنت حضرت مولائے کائنات کی آمد کی آرزومند

حضرات! اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی اطاعت و بندگی اور معرفت وعبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور جو بندگان خدا دنیا میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں ان کے لئے یہ بشارت عنایت فرمائی:

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُورِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.	یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اُس عمل کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔

(سورۃ الزخرف، آیت:72)

چونکہ جنت کو مومنین کے لئے عبادت کا صلہ قرار دیا گیا؛ جہاں ابدی چین وقرار ہے، اسی لئے ہر کوئی جنت کا مشتاق اور اس کا طالب ہوتا ہے، لیکن کچھ مقربان بارگاہ خدا ترس بندے ایسے ہوتے ہیں؛ جن کے لئے جنت مشتاق رہتی ہے، انہی نفوس قدسیہ میں مولائے کائنات، فاتح خیبر، ابوتراب، باب العلم، ابوالحسن سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سر

فہرست ہیں؛ جن کی بابت حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ	ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً جنت تین افراد کی
إِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ إِلَى	مشتاق ہے (1) (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ)
ثَلاثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ	(2) (حضرت) عمار (رضی اللہ عنہ) (3)
وَسَلْمَانَ .	(حضرت) سلمان (رضی اللہ عنہ)

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب سلمان الفارسی رضی الله عنه.حدیث نمبر4166)

دورخلافت

جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اسی وقت آپ نے اسلامی خلافت کی باگ ڈور سنبھال لی، جیسا کہ روایت ہے: **استخلف يوم قتل عثمان وهو يوم الجمعة لثماني عشرة خلت من ذى الحجة سنة خمس وثلاثين .** حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سنہ پینتیس (35) ہجری ، 18 ذوالحجہ، بروز جمعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین،فصل فی الصحابۃ) آپ کے عہد زریں کی مدت سے متعلق ''الاکمال'' میں ہے: **وكانت خلافته اربع سنين وتسعة اشهر واياما.** آپ کی خلافت جملہ

چار(4) سال،نو(9) مہینے اور چند دن رہی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین ،فصل فی الصحابۃ)

مدینہ منورہ کی عظمت وتقدس کوملحوظ رکھتے ہوئے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ کواپنا دارالخلافہ بنالیا،اور آپ نے دینی لبادہ اوڑھے ہوئے دشمنان اسلام بےادب وگستاخ فرقہ خوارج کا مقابلہ کیا اور مقام نہاوند میں انہیں تہ تیغ کیا،اور آپ نے اس موقع پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صادق بیان فرمائی کہ آپ نے ارشادفرمایا تھا:دس(10) اہل اسلام شہید ہوں گے اور دشمن سارے مارے جائیں گے،صرف دس(10) لوگ بچیں گے۔

شہادت کی بشارت

برادران اسلام!حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پہلے ہی سے خلافت وشہادت کی بشارت عطا فرمائی تھی،چنانچہ امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت نقل کی ہے:

عن جابر بن سمرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى : إنك مؤمر مستخلف وإنك مقتول .

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ارشادفرمایا:بیشک تم والی اور خلیفہ مقرر کئے جانے والے ہواور بیشک تم شہید کئے جانے والے ہو۔

(فضائل الخلفاء الراشدين لأبى نعيم الأصبهانى ،ج 1ص 347)

شہادت مولائے کائنات

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت سے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے صاحب اِکمال رقم طراز ہیں:

ضربه عبد الرحمن بن ملجم المرادی بالکوفة صبیحة الجمعة لثمانی عشرة لیلة خلت من شهر رمضان سنة اربعین ومات بعد ثلاث لیال من ضربة.

ابن ملجم شقی نے سنہ چالیس (40) ہجری، اٹھارہ (18) رمضان المبارک، جمعہ کی صبح آپ پرحملہ کیا اورحملہ کے تین (3) رات بعد آپ کی شہادت ہوئی۔(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین ،فصل فی الصحابة)

اورالریاض النضرۃ کے بموجب 17 رمضان شریف کوآپ پرحملہ ہوا اوراس کے تین دن بعد آپ شہید ہوئے۔**وکان ذلک فی صبیحةیوم سبع عشرة من رمضان صبیحة بدر**.(الریاض النضرة ،ج1،ص296)

حضرت مولائے کائنات کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کوشہادت کا منصبِ رفیع عطا فرمایا،ابن ملجم شقی کےحملہ کرنے کے بعد صبح صادق کے وقت آپ نے فرمایا کہ ''میرا چہرہ مشرق کی سمت پھیردو!جب چہرۂ مبارک مشرق کی جانب پھیر دیا گیا تو آپ نے فرمایا:اے صبح صادق؛ تجھے اس ذات کی قسم جس کے حکم سے تو نمودار ہوتی ہے!بروز قیامت تو گواہی دینا کہ جس وقت سے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہے؛اس وقت سے آج تک کبھی تو نے مجھے سوتا ہوا نہ پایا،تیرے نمودار ہونے سے قبل ہی میں بیدار ہوجاتا۔'' پھرسجدہ ریز ہوکر آپ نے دعا کی؛الٰہی !قیامت کے دن جبکہ ہزارہا انبیاء وملائکہ،صدیقین وشہداء تیرے عرش

عظیم کو دیکھ رہے ہوں گے؛ اس وقت تو گواہی دینا کہ جب سے میں نے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا؛ کبھی آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔

(ملخص از شہادت نامہ)

غسل مبارک

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے غسل مبارک اور نماز جنازہ سے متعلق تاریخ میں اس طرح تفصیلات ملتی ہیں:

وغسله ابناه الحسن والحسين وعبد الله بن جعفر وصلى عليه الحسن .	آپ کے شہزادگان: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے غسل مبارک دیا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین ،فصل فی الصحابة)

ارشادات وفرمودات' حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ

علامہ مومن بن حسن شبلنجی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کتاب' نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے ارشادات وفرمودات نقل کئے جارہے ہیں:

شیریں کلامی

من عذب لسانه كثر اخوانه.	جس کی زبان شیریں ہو اس کے دوست واحباب زیادہ ہوتے ہیں۔

نیکی کی برکت

بالبر یستعبد الحر . نیکی اور حسن سلوک کے ذریعہ آزاد شخص کو بھی تابع کیا جا سکتا ہے۔

تقلیل کلام

اذا تم العقل نقص الکلام. جب عقل کامل ہوتی ہے تو آدمی گفتگو کم کرتا ہے۔

من طلب مالا یعنیه فاته مایعنیه. جو شخص بے فائدہ چیزوں کو طلب کرتا ہے، ضروری چیزیں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔

غیبت سے پرہیز

السامع للغیبة احد المغتابین . غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

تقدیر اور تدبیر

اذا حلت المقادیر بطلت التدابیر. جب تقدیر کا فیصلہ آجاتا ہے تو تدبیر ناکام ہوجاتی ہے۔

نادان اور دانا کی پہچان

قلب الاحمق فی فیه ،ولسان العاقل فی قبله. بے وقوف کا دل اس کی زبان میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔

عفوودرگزر

اذا قدرت علی عدوک فاجعل العفو شکرا للقدرة علیه.	جب تم اپنے دشمن پر قابو پالوتو اس پر قابو پانے کے شکر میں عفوودرگزرکواختیارکرو!۔

بخالت کا نقصان

البخیل یستعجل الفقر ،یعیش فی الدنیا عیشة الفقراء ویحاسب فی الاخرة حساب الاغنیاء .البخل جامع لمساوی الاخلاق.	بخیل شخص بہت جلد تنگدست ہوجا تا ہے،وہ دنیا میں تو تنگدستوں کی طرح زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں اس سے مالداروں کی طرح حساب لیا جائے گا۔بخالت تمام اخلاقی خرابیوں کا مجمع ہے۔

علم کا فائدہ اور جہالت کا نقصان

العلم یرفع الوضیع ،والجھل یضع الرفیع.	علم پستی میں رہنے والوں کو بلندی عطا کرتا ہے اور جہالت بلند آدمی کو بے وقار کردیتی ہے۔

تواضع وخاکساری

لاتکون غنیا حتی تکون عفیفا،ولاتکون زاھدا حتی تکون متواضعا،ولاتکون	تم اس وقت تک مالدار نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم پاک دامن نہ ہوجاؤ،اوراس وقت تک زاہد(دنیا سے بے رغبتی کرنے والے)نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم منکسرالمزاج نہ ہوجاؤ،اورتم اس وقت

متواضعا حتی تکون حلیما، ولا یسلم قلبک حتی تحب للمسلمین ما تحب لنفسک.	تک متواضع نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم بردبار نہ ہوجاؤ، اور تمہارا دل اس وقت تک قلب سلیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ تم مسلمانوں کے لئے وہ چیز پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھامنے کی تلقین

وطن نفسک علی الصبر علی ما اصابک. قل عند کل شدة:" لا حول ولاقوة الا بالله العلی العظیم" تکف. وقل عند کل نعمة :" الحمد لله" تزد منها.	جو کچھ تم پر مصیبت آئے اس پر اپنے آپ کو صبر کا عادی بنالو۔ ہر مصیبت کے وقت "لا حول ولاقوة الا بالله العلی العظیم" کہا کرو، اس کی برکت سے تم مصیبت کو روک دوگے، اور ہر نعمت وراحت کے وقت "الحمد لله" کہا کرو کہ تم نعمتوں میں اضافہ پاؤ گے۔

گوشہ نشینی وتنہائی

الوحدة راحة، والعزلة عبادة، والقناعة غنی، والاقتصاد بلغة.	تنہائی راحت ہے، گوشہ نشینی عبادت ہے، قناعت (اپنے نصیب پر راضی رہنا) تونگری ہے اور میانہ روی بقدر ضرورت (چیزوں کو پورا کرتی) ہے۔

مردم شناسی کا طریقہ

ولا تعرف الناس الا	لوگوں کو امتحان وآزمائش کے ذریعہ تم پہچان سکتے ہو،

بالاختبار،فاختبر اهلک وولدک فــی غیبتک،وصـدیقک فــی مـصیبتک،وذا الـقـرابة عـنـد فاقتک	توتم اپنے گھر اور اپنی اولاد کو غائبانہ میں آزماؤ!اپنے دوست کواپنی مصیبت کے وقت آزماؤ!اور اپنے رشتہ دار کواپنی فاقہ کشی اور تنگدستی کے وقت آزماؤ!۔

دنیا کی بے ثباتی

آپ نے ارشادفرمایا:

الناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا.

لوگ خواب غفلت میں ہیں، جب انہیں موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

الـدنیـا والآخرة کالمشرق والـمـغـرب،ان قـربـت من احدهما بعدت عن الاخر.	دنیاوآخرت مشرق ومغرب کی طرح ہے،اگر تم ان میں سے کسی ایک کےقریب ہوجاؤ گے تو دوسرے سےخودبخوددور ہوجاؤ گے۔

☆...... آپ نے ارشادفرمایا:

الناس من جهة التمثال أكفاء ☆ أبوهم آدم ، والأم حواء .

تمام انسان جسم کے لحاظ سے برابر ہیں،ان کے والد حضرت آدم اور والدہ حضرت حواء ہیں علیہما السلام۔

فإن يكن لهم من أصلهم شرف ☆ يفاخرون به،فالطين والماء .

اگران کی اصل کے لحاظ سے کوئی عزت وبزرگی ہے،جس پر وہ فخر کر سکتے ہیں تو وہ مٹی اور پانی ہے

ماالفضل إلا لأهل العلم إنهم ☆ على الهدى لمن استهدى أدلاء .

فضیلت وعظمت صرف اہل علم کے لئے ہے کیونکہ، وہ ہدایت پر ہیں اور
طالبین ہدایت کے لئے رہنما ہیں۔

وقیمة المرء ما قد کان یحسنه ☆ والجاهلون لأهل العلم أعداء .

اورآدمی کی قدر وقیمت انہیں خوبیوں سے ہے جو اسے زینت بخشے،
اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔

فقم بعلم، ولاتطلب به بدلا ☆ فالناس موتی،وأهل العلم أحياء .

تو تم طلب علم کے لئے کمربستہ ہوجاؤ اوراس علم کے ذریعہ کوئی دنیوی فائدہ
کے طلبگار نہ بنو، کیونکہ عام انسان مردے ہیں اور علم والے زندے ہیں۔

برادران اسلام! حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ، آپ کے فرامین وارشادات، عادات واطوار اور آپ کی تابناک زندگی بہترین نمونۂ عمل ہے، جس میں آپ کے چاہنے والوں اور محبین کے لئے درس حق وصداقت ہے کہ وہ غفلت سے بچیں اور آخرت کی تیاری کریں، نمازوں کا اہتمام کریں اور کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرات اہل بیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت کرنے والا بنائے، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے بے انتہاء عقیدت والفت رکھنے والا بنائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفیض فرمائے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والا بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

k

شب قدر، عظمت وفضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ .وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ .لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ .تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَةُ وَالرُّوحُ فِیهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ أَمْرٍ . سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرْ .صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمْ .

برادران اسلام! ماہ رمضان رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے، کثرت عبادت اور پابندیٔ صلاۃ وصیام کا مہینہ ہے، اہتمام سجود وقیام اور درود وسلام اور ذکر واذکار کا مہینہ ہے، بندۂ مومن اس مہینہ میں مسلسل صدقات وخیرات کی ادائیگی، اوامر بجالانے اور نواہی سے اجتناب کرنے میں اپنے شب وروز کو بسر کرتا ہے، غرضکہ اس مبارک مہینہ میں تمام مسلمان خیر مجسم اور بھلائی کے پیکر بن جاتے ہیں۔

یقیناً یہ ماہ رمضان کا فیضان ہے کہ وہ گنہگار، معصیت شعار انسانوں کو تقوی وطہارت کا عادی بنادیتا ہے اور عبادت وریاضت کا جامہ پہنا کر انہیں حریم خاص میں حاضری کے لائق بنادیتا ہے۔

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے؛ جس میں امت مسلمہ کے لئے گناہوں کی بخشش کا سامان فراہم کیا گیا، ساتھ ہی ساتھ نیکیوں کی قدر و قیمت بڑھا دی گئی اور اس کی برکت سے شرح ثواب میں اضافہ کردیا گیا، اسی ماہ مبارک میں ایک ایسی مقدس رات بندوں کو عطا کی جاتی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل و بہتر ہے، جس کا نام ''لیلۃ القدر'' ہے۔

شب قدر عظمت وفضیلت اور برکت والی رات ہے، یہ نزولِ قرآن کریم کی وہ مقدس شب ہے جس میں فرشتوں کا ورود ہوتا ہے اور اس شب میں رب العالمین عبادت واطاعت میں مصروف رہنے والے بندگان حق کو ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ثواب عطا فرماتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ .وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ .لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ .تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ . سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ .

بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا، تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر کام (کی تدبیر) کے لئے اترتے ہیں، وہ رات سراپا سلامتی ہے، اور وہ صبح ہونے تک اپنی برکتوں کے ساتھ رہتی ہے۔

(سورۃ القدر، آیت:1/5)

شب قدر کی وجہ تسمیہ

حضرات !اس رات کوشب قدر کیوں کہا جاتا ہے،اسے قدر والی رات کہنے کی کیا وجہ ہے؛اس سے متعلق متعدِّ دوجوہ بیان کی جاتی ہیں؛جس کی بنا اسے قدر والی رات کہا جاتا ہے۔

پہلی وجہ: 'قدر' کے معنیٰ 'عظمت و وقار' کے ہیں، یہ لفظ اس آیت کریمہ میں 'عظمت' کے معنی میں مستعمل ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. انہوں نے اللہ کی قدر دانی اس کی عظمت کے مطابق نہ کی۔

(سورۃالانعام،آیت:91)

صاحب تفسیر خازن علامہ ابوالحسن علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

سميت ليلة القدر لعظم قدرها و شرفها على الليالى. اس شب کو دیگر راتوں پراس کے تقدس وبزرگی اورعزوشرف کی وجہ "لیلۃ القدر" سے موسوم کیا گیا ہے۔

(لباب التاويل فى معانى التنزيل،سورة القدر،آيت:1)

معلوم ہوا کہ یہ رات عزوشان،اوروقاروعظمت والی رات ہے،اسی لئے اس کا نام "لیلۃ القدر" رکھا گیا۔

دوسری وجہ: جس طرح وہ رات شرف وفضیلت والی ہے؛اسی طرح اس رات کیا جانے والاعمل بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول اور بڑی قدرومنزلت والا ہوتا ہے، چنانچہ اس رات نیک عمل کر کے بندۂ مومن اسے قبولیت کے دروازہ تک پہنچاتا ہے،اس بنیاد پر بھی اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے:

وسمیت بذلک لان العمل الصالح یکون فیھا ذا قدر عند اللہ لکونہ مقبولا.	اور اسے "قدر" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس شب بندہ کا نیک عمل بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کے سبب بڑی قدر والا ہو جاتا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل، سورۃ القدر، آیت: 1)

تیسری وجہ: "قدر" تنگی کو کہتے ہیں، اس کے معنی تنگ ہو جانے کے بھی ہیں، کلام الٰہی میں لفظ "قدر" تنگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، ارشاد باری ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ.	اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اسے اللہ نے عطا کیا ہے۔

(سورۃ الطلاق، آیت: 7)

اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ یہ رات بندوں کے لئے تنگی کی رات ہے، دراصل اس رات عبادت گزاروں سے ملاقات کے لئے کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے زمین تنگ ہو جاتی ہے، چنانچہ صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

سمیت بذلک لان الارض تضیق بالملائکۃ فیھا.	اس (رات) کو اس لئے شب قدر کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ اس رات زمین فرشتوں (کی آمد کی وجہ) سے تنگ ہو جاتی ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل، سورۃ القدر، آیت: 1)

چوتھی وجہ: حضرات! اس متبرک رات کو شب قدر کہے جانے کی ایک اور وجہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

یا ''قدر'' اس لئے کہ (1) کتاب قابل قدر، (2) رسولِ قابل قدر کی معرفت، (3) امت قابل قدر پر اتارا، اس لئے سورۂ قدر میں ''لیلۃ القدر'' کا لفظ تین وقت آیا ہے۔ (فضائل رمضان، ص: 107)

جیسا کہ تفسیر قرطبی میں ہے: **سمیت بذلک لانه أنزل فیها کتابا ذا قدر، علی رسول ذی قدر، علی أمة ذات قدر.**

(تفسیر القرطبی، سورۃ القدر۔1)

حضرات! شب قدر کی توقیر کرنا اور عظمت بجالانا اہل ایمان پر لازم ہے، ایک تو اس طرح کہ اس رات کا تقدس وعظمت قلب میں بسائے رکھیں، دوسرے اس طور پر کہ عبادات، اذکار وغیرہ ادا کرتے رہیں، اور ممنوعات اور گناہوں سے پرہیز کریں۔

شب قدر کا تقدس برقرار رکھنے والے بندے یقیناً رب قدیر کی ظاہری وباطنی نعمتوں کے حقدار بنیں گے، ان کے اعمال بارگاہ رب العزت سے شرف قبولیت حاصل کریں گے اور قدر وعظمت والے قرار پائیں گے۔

شب قدر کا تعین

اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولین وآخرین کے تمام علوم عطا فرمائے ہیں، منجملہ ان کے رب قدیر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی تاریخ کا بھی قطعی علم عطا فرمادیا، چنانچہ صحیح بخاری ونیز زجاجۃ المصابیح میں امام مالک، امام شافعی اور امام ابوعوانہ رحمہم اللہ کے حوالہ سے روایت درج ہے:

عن عائشة قالت قال	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
رسول الله صلى الله	ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
عليه وآله وسلم انى	وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس رات (یعنی شب قدر
رايت هذه الليلة فى	) کو رمضان میں دیکھا ،لیکن جب دو آدمیوں نے آپس
رمضان فتلاحى رجلان	میں جھگڑا کیا تو (شب قدر کو قطعیت کے ساتھ متعین طور پر
فرفعت. رواه مالك	تمہیں بتانے کا حکم)اٹھالیا گیا۔ امام مالک امام شافعی اور
والشافعي و ابو عوانة.	حضرت ابوعوانہ نے اس کی روایت کی ہے۔

(زجاجة المصابيح،باب ليلة القدر،حديث نمبر:2937)

شب قدر کی علامتیں

حضرات! شب قدر کی کیا علامتیں ہیں؟ ہم کیسے اندازہ لگائیں کہ ہم نے شب قدر کو پالیا ہے؟ اس سلسلہ میں ہمیں احادیث شریفہ سے روشنی ملتی ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''درمنثور'' میں ایک تفصیلی روایت نقل کی ہے:

وأخرج أحمد وابن جرير	اور امام احمد، امام ابن جریر، امام محمد بن نصر،
ومحمد بن نصر والبيهقى	امام بیہقی اور امام ابن مردویہ نے حضرت
وابن مردويه عن عبادة بن	عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے
الصامت أنه سأل رسول	روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت
الله صلى الله عليه و سلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر
عن ليلة القدر فقال :فى	کے بارے میں سوال کیا تو حضور پاک
رمضان فى	علیہ

العشر الأواخر فإنها فى ليلة وتر فى أحدى وعشرين أو ثلاث وعشرين أو خمس وعشرين أو سبع وعشرين أو تسع وعشرين أو آخر ليلة من رمضان من قامها إيماناواحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن أماراتها أنها ليلة بلجة صافية ساكنة ساجية لا حارة ولا باردة كأن فيها قمرا ساطعا ولا يحل لنجم أن يرمى به تلك الليلة حتى الصباح ومن أماراتها أن الشمس تطلع صبيحتها لا شعاع لها مستوية كأنها القمر ليلة

الصلوۃوالسلام نے فرمایا:وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوا کرتی ہے،کیوں کہ وہ طاق رات میں ہوا کرتی ہے،یا تو اکیسویں رات ، یاتیئیسویں رات، یا پچیسویں رات،یا ستائیسویں رات ، یاانتیسویں رات ، یارمضان المبارک کی آخری رات میں ہوتی ہے،جو شخص بحالت ایمان ثواب کےارادہ سے اس رات قیام کرےتواس کےگذشتہ تمام گناہ بخش دئے جاتے ہیں اورشب قدر کی یہ علامتیں ہیں:(1) وہ رات نہایت روشن (2)خوب شفاف(3)پرسکون (4)سہانی وخاموش(5)نہ گرم اورنہ ہی سرد،گویا کہ اس رات چاند خوب روشنی بکھیررہا ہے،(6)اور جب تک صبح نہ ہوجائے اس رات کسی ستارہ کونہیں پھیکا جاتا(7)اوراس کی علامتوں میں یہ بھی ہے کہ اس کی صبح سورج مکمل طور پرایسا طلوع ہوتاہے؛ گویا کہ وہ چودھویں رات

البدر وحرم الله على الشيطان أن يخرج معها يومئذ .

کا چاند ہے،(8)اور اللہ تعالیٰ نے شیطان پر یہ حرام کر دیا ہے کہ اس دن وہ سورج کے ساتھ نکلے۔

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور،سورۃ القدر،آیت:2)

شب قدر، سمندر کا پانی شیریں ہوجاتا ہے

شب قدر کی علامتوں میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے،امام رازی نے ستائیسویں شب سمندر کا پانی میٹھا ہونے سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا ہے:

أنه كان لعثمان بن أبي العاص غلام ، فقال : يا مولاى إن البحر يعذب ماؤه ليلة من الشهر ، قال : إذا كانت تلك الليلة ، فأعلمني فإذا هي السابعة والعشرون من رمضان.

حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا؛(اس نے) آپ سے کہا:(رمضان کے) مہینہ میں ایک ایسی رات ہے؛جس میں سمندر کا پانی میٹھا ہوجاتا ہے،تو آپ نے اس سے فرمایا:جب وہ رات آجائے تو تم مجھ کو بتادینا،تو واقعی وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات تھی۔

(تفسیر مفاتیح الغیب،سورۃ القدر،آیت:1)

اسی طرح تفسیر قرطبی میں ایک روایت ہے کہ شب قدر میں سمندر کا پانی میٹھا ہوجاتا ہے:

قال عبيد بن عمير : كنت ليلة السابع والعشرين في البحر ، فأخذت من مائه، فوجدته عذبا سلسا .	حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں (رمضان المبارک کی) ستائیسویں شب سمندر میں (سفر کر رہا) تھا، میں نے سمندر سے پانی لیا تو اسے نہایت شیریں اور لطیف ولذیذ پایا۔

(تفسیر القرطبی،سورۃ القدر،آیت:1)

شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں

حضرات! معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان المبارک میں ہوا کرتی ہے، حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرنے یعنی آخری دس راتوں میں عبادتوں کا خصوصی اہتمام کرنے کی تلقین فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ، وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ .	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے تھے:"تم شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو!"

(صحیح البخاری کتاب فضل لیلۃ القدر،باب تحری لیلۃ القدر......حدیث نمبر: 2020،صحیح مسلم،کتاب الصیام ،باب فضل لیلۃ القدر......،حدیث نمبر:2833،جامع الترمذی،ابواب الصوم ،باب ماجاء فی لیلۃ القدر،حدیث نمبر:797)

ستائیسویں شب، شب قدر

برادران اسلام! حضرت رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد سے واضح ہورہا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوا کرتی ہے۔ چونکہ حضرات صحابۂ کرام حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے منشا اور مزاج سے زیادہ واقف اور وہی آپ کی مبارک سنتوں پر بہتر عمل کرنے والے ہیں؛ اس لئے ان سے متعلق کسی خلاف سنت عمل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ وہی صحابۂ کرام بیان فرماتے ہیں کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوا کرتی ہے، اگر چہ کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک موقع پر حکمتاً اس کے تعین کی صراحت نہیں فرمائی تھی، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مذکورہ حدیث پاک کی روایت کے بعد امام ترمذی شب قدر کے تعین سے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّـهُ كَـانَ يَحْلِفُ أَنَّهَـا لَيْلَةُ سَبْـعٍ وَعِشْـرِيـنَ .وَيَـقُـولُ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَلامَتِهَا فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا.

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ قسم کھا کر یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (شب قدر) ستائیسویں رات ہے اور یہ فرماتے کہ ہمیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علامتیں بیان فرمائیں تو ہم نے انہیں گنا اور یاد کرلیا۔

سورۂ قدر کے کلمات سے استدلال

حضرات! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ

شب قدر ستائیسویں رمضان کو ہوا کرتی ہے،اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۂ قدر کے کلمات سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ سورۂ قدر میں تیس(30)کلمات ہیں،ان میں ضمیر ھــــی (یعنی وہ رات) ستائیسواں کلمہ ہے،جس کا مرجع ''لیلۃ القدر'' ہے،جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی عظیم شرح فتح الباری میں ہے:

و قد روی عن عمر رضی الله عنـــه انهـا ليـلة سبع وعشرين وروی عـن عبـد الله بن عباس مثـل ذلک و استـدل عليه بان سورة القدر ثلاثون كلمة و ان هـی مـنهـا هی الكلمة السابعة والعشرون.	حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت ہے اور آپ نے اس بنیاد پر استدلال کیا کہ سورۂ قدر میں تیس (30)کلمات ہیں،اورلفظ''ھـی''(یعنی وہ رات)ستائیسواں کلمہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،باب تحری ليلة القدر فی الوتر من العشر الا واخر۔ مفا تيح الغيب للامام الرازی،سورة القدر۔3)

لیلۃ القدر کے حروف سے ستائیسویں شب کی طرف اشارہ

سورۃ القدر میں لفظ لیلۃ القدر (یعنی شب قدر) تین مرتبہ استعمال ہوااور''لیلۃ القدر'' میں نو(9)حروف پائے جاتے ہیں،اورنو(9)کے عدد کو تین(3)میں ضرب دینے سے ستائیس(27)حاصل ہوتے ہیں،چنانچہ اس ستائیس(27)کے عدد سے بھی ''شب قدر'' ستائیسویں رات ہی ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے،

جیسا کہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

واستنبط بعضهم ذلک فی جهة اخری فقال لیلة القدر تسعة احرف و قد اعیدت فی السورة ثلاث مرات فذلک سبع وعشرون.	اوربعض علماء نے ایک اور وجہ سے (شب قدر کے ستائیسویں تاریخ میں ہونے پر) استدلال کیا ہے، چنانچہ منقول ہے :لیلۃ القدر میں نو (9) حروف ہیں اور اس سورہ میں لیلۃ القدر تین (3) مرتبہ آیا ہے، اس طرح وہ ستائیس (27) ہوتے ہیں۔

(فتح الباری، باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الا واخر۔ مفا تیح الغیب للامام الرازی، سورۃالقدر:3)

شب قدر اخیر عشرہ میں ہونے کی حکمت

حضرات! شب قدر ماہ رمضان کے اخیر عشرہ میں رکھی گئی ہے، اس کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ جب عمل کرنے والا اپنا عمل پورا کرتا ہے تو اسے انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے ،ایسے ہی رمضان المبارک کی قدر کرنے والوں اور روزوں کا اہتمام کرنے والوں کے حق میں گویا شب قدر ایک عظیم انعام الٰہی ہے۔

اس کی ایک اور حکمت حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عام افراد کے لئے ؛ پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ وغیرہ سے ضعف ہوگا اوراخیر دہے میں ہمت پست ہوتی ہے، اس لئے ہمت بڑھانے کے لئے شب قدر مقرر ہوئی ، اس میں تجلی خاص فرمائی، تاکہ ہمت بڑھے اور رمضان شریف کی تکمیل کرسکیں۔

(فضائل رمضان،ص:110)

اخیر عشرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام

برادران اسلام! یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل

الانبیاء ہیں، خالق کائنات نے آپ کو سرورکونین بنایا ہے، اس کے باوجود حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام ہم غلاموں کی ہمت افزائی فرماتے ہوئے کثرت سے عبادتوں کا اہتمام فرماتے، دیگر دنوں کی بنسبت رمضان المبارک اور خاص طور پر اس کے آخری عشرہ میں آپ کی شان عبادت عروج پر ہوتی، جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الاَوَاخِرِ مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیگر شب وروز کی بنسبت رمضان کے اخیر عشرہ میں عبادت کرنے میں مزید اہتمام فرماتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان. حدیث نمبر2845)

حضرات! نہ صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس عبادتوں کا اہتمام فرماتے، بلکہ اپنے اہل بیت کو بھی اس کی توجہ دلاتے اور شب بیداری کی تلقین فرماتے، جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کا جب آخری عشرہ شروع ہوجاتا ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کمر بستہ ہوکر ہمیشہ سے زائد عبادت میں مشغول

وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَاَحْيَا لَيْلَهُ ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ .

ہو جاتے ہیں اور شب بیدار رہتے (اور نوافل، ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن فرمایا کرتے) اور اپنے گھر والوں کو (بھی ان راتوں میں) جگا دیتے (تاکہ وہ بھی شب بیدار رہ کر آخری عشرہ کی برکتیں حاصل کریں)۔

(صحیح البخاری، باب العمل فی العشر الأواخر من رمضان،حدیث نمبر 2024۔صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان .حدیث نمبر 2844)

شب قدر کی خصوصیات

اس رات کی متعدّد خاصیتیں ہیں ،قرآن کریم کی روشنی میں اس کی چھ(6) خاصیتیں آشکار ہوتی ہیں:

(1) شب قدر کی اہمیت اور فضیلت و برکت اس امر سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل ایک سورہ اس کی شان میں نازل فرمایا۔(2)اس رات میں نزول قرآن ہوا(3)یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے(4)اس رات میں فرشتے زمین پر آتے ہیں(5)حضرت جبریل کی آمد ہوتی ہے اور(6)صبح صادق تک بندوں پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

شب قدر کی برکتوں سے محرومی سب سے بڑی محرومی ہے!

حضرات !اللہ تعالی نے شب قدر کے ذریعہ ہمیں ایک عظیم موقع عنایت فرمایا کہ ہم اس رات عبادت کے ذریعہ اجر وثواب کے خزانے حاصل کریں،رب کی عنایتوں سے اپنے دامن مراد کو بھر لیں،لیکن کوئی ایسے عظیم موقع کو بھی غفلت کی نذر کرتا ہے تو یہ اس

کی محرومی کی علامت ہے، سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے؛ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو مکمل محروم ہے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الصيام باب ماجاء فى فضل شهر رمضان ،حديث نمبر1634)

سابقہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں

شب قدر کی فضیلت میں کئی احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں، اس رات میں عبادت کرنے اور قیام کرنے والے کے سابقہ گناہ معاف کردئے جاتے ہیں، بشرطیکہ وہ صاحب ایمان اور اخلاص والا ہو، شب قدر میں قیام کرنے اور عبادت کرنے کی وجہ سے سابقہ گناہوں کی معافی کیلئے ایمان وعقیدہ اساسی شرط ہے، اس کے بغیر بخشش کا تصور بھی محال ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بحالت ایمان ثواب کے ارادہ سے شب قدر میں قیام کرے تو اس

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. کے گذشتہ سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان ،باب قیام لیلۃ القدر من الایمان، حدیث:35)

شب قدر میں ملائکہ کا نزول اور دعائے مغفرت

شب قدر کی ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس رات فرشتوں کی آمد ہوتی ہے اور وہ رب العالمین کی عبادت میں مصروف بندوں کے لئے رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، چنانچہ شعب الایمان، مشکوۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث مبارک ہے:

عن انس بن مالک ، قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إذا کان لیلة القدر نزل جبریل علیه السلام فی کبکبة من الملائکة یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر الله عز وجل.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ (زمین پر) اترتے ہیں اور ہر اس بندہ کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں؛ جو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اللہ کی یاد اور عبادت میں مشغول رہتا ہے۔

(شعب الایمان للبیهقی، کتاب فی لیلة العیدین و یومهما، حدیث نمبر3562)

ستر ہزار فرشتوں کا نزول اور نورانی جھنڈوں کی تنصیب

سلطان الاولیاء حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف منیف الغنیۃ لطالبی

طریق الحق میں تفصیلی حدیث شریف نقل فرماتے ہیں کہ اس رات حکم الٰہی سے ہزاروں فرشتے زمین پر آتے ہیں، اور وہ نورانی جھنڈے خانۂ کعبہ اور روضۂ نبوی وغیرہ پر نصب کرتے ہیں، چنانچہ مروی ہے:

وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ قال: اذا کان لیلۃ القدر یامر اللہ سبحانہ وتعالی جبریل علیہ السلام ان ینزل الی الارض ومعہ سکان سدرۃ المنتھی وھم سبعون الف ملک،ومعھم الویۃ من نور،فاذاھبطوا الی الارض رکز جبریل علیہ السلام لو اءہ والملائکۃ الویتھم فی اربع مواطن: عند الکعبۃ،وعند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم،وعندمسجد بیت المقدس،وعند مسجد طورسیناء	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے کہ زمین پر اتر جاؤ، آپ کے ساتھ سدرۃ المنتہی کے ساکن ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں، جب وہ سب زمین پر آتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دیگر فرشتے اپنے جھنڈے چار مقامات پر نصب کرتے ہیں: (1) خانۂ کعبہ کے پاس (2) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس (3) مسجد اقصی کے پاس (4) اور مسجد طور سینا کے پاس......

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق،ج:2،ص:14)

شب قدر ہزار مہینوں سے افضل کیوں؟

برادران اسلام! شب قدر کی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا،لیکن سوال یہ ہے کہ اس رات کو اتنی عظمت کیوں دی گئی اور یہ مقدس رات امت محمدیہ کو کیوں دی گئی؟ اس بارے میں احادیث شریفہ سے مختلف وجوہ سامنے آتی ہیں۔

کتب تفاسیر میں یہ روایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسی عبادت گزار ہستیاں تھیں جو مسلسل ہزار مہینوں تک حق تعالی کی عبادت کرتی رہیں اور اتنی طویل مدت میں انہوں نے کبھی کوئی غفلت نہ کی، جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سماعت فرمایا تو انہیں بہت تعجب ہوا اور ساتھ ہی یہ خیال ہونے لگا کہ ہماری عمریں اتنی طویل نہیں،تو ہم کیسے وہ ثواب پاسکیں گے جو بنی اسرائیل کی ان مبارک ہستیوں نے حاصل کیا تو اللہ رب العزت نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر رات عطا فرمائی۔ یہ روایت متعدد تفاسیر میں منقول ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی اس حدیث پاک کو اپنی تفسیر میں درج کیا ہے:

عن علی بن عروۃ قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما اربعۃ من بنی اسرائیل عبدوا اللہ ثمانین عاما لم یعصوہ طرفۃ عین فذکر	حضرت علی بن عروہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن بنی اسرائیل کے چار(4)(انبیاء کرام علیہم السلام)کا تذکرہ فرمایا، جنہوں نے اسی (80)سال تک اللہ تعالی کی عبادت

ایوب،وزکریا،وحزقیل بن العجوز و یوشع بن النون قال فعجب اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم من ذلک فاتاه جبریل فقال یا محمد عجبت امتک من عبادة هولاء النفر ثمانین سنة لم یعصوه طرفة عین فقد انزل الله خیرا من ذلک فقرء علیه انا انزلناه فی لیلة القدر، ومآادراک ما لیلة القدر،لیلة القدر خیر من الف شهر. هذا افضل مما عجبت انت و امتک قال فسرّ بذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم والناس معه.	کی اورکبھی انہوں نے لحہ بھر کے لئے بھی کوئی معصیت کا ارتکاب نہیں کیا،حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ایوب، حضرت زکریا،حضرت حزقیل اورحضرت یوشع علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا۔راوی کہتے ہیں:اس بات پر صحابۂ کرام کوتعجب ہوا،توحضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکرعرض کیا:یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!آپ کی امت کو ان چار (4)حضرات کی عبادت پرتعجب ہوا کہ انہوں نے اسی (80)سال تک عبادت کی اورکبھی انہوں نےلحہ بھر کے لئےبھی معصیت کاارتکاب نہیں کیا،تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بہترنعمت نازل فرمائی، پھر حضرت جبریل نے سورۂ قدر کی تلاوت کی پھرعرض کیا یہ اس سے بھی افضل وبہتر ہےجس پرآپ اورآپ کی امت نے تعجب کا اظہارکیا،اس خبر سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورصحابۂ کرام مسرور ہوگئے۔

(تفسیر ابن کثیر،سورۃالقدر۔3۔الدر المنثور،سورۃالقدر۔3)

حضرات!مذکورہ روایت سے یہ بات آشکار ہورہی ہے کہ امت مرحومہ کے لئے رحمت الٰہی کے کیسے ابواب کھلتے ہیں باوجود یہ کہ اس امت کی عمریں کم ہیں اوراعمال

بھی ناقص ہیں، لیکن حق تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے ہر سال ایک ایسی رات عطا فرمائی، جس میں وہ ثواب حاصل کرنے کا موقعہ عنایت فرمایا جو پچھلے زمانہ میں اسی (80) سال کی سخت محنتوں سے پایا جا سکتا تھا۔

شب قدر میں محروم کون؟

حضرات! اس رحمت ومغفرت، عنایت وبخشش کی رات بھی چند افراد محروم رہ جاتے ہیں، اگر وہ افراد بھی اپنے گناہوں کو ترک کریں اور صدق دل سے توبہ کریں تو اللہ تعالی کی رحمت ان کے بھی شامل حال ہوگی۔

امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث شریف ہے:

عن عبد الله بن عباس ، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ....وإذا كانت ليلة القدر يأمر الله عز وجل جبريل عليه السلام ، فيهبط في كبكبة من الملائكة إلى الأرض ومعهم لواء أخضر ، فيركز اللواء على ظهر الكعبة ، وله مائة جناح منها جناحان لا ينشرهما إلا في تلك

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ....جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالی جبریل امین کو حکم فرماتا ہے، تو وہ فرشتوں کی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ زمین پر اترتے ہیں، ان کے ساتھ سبز جھنڈا ہوتا ہے جسے خانہ کعبہ پر نصب کیا جاتا ہے۔ جبریل امین (علیہ السلام) کو خصوصی شان والے ایک سو (100) پر ہیں، جن میں دو پر ایسے ہیں جنہیں وہ شب قدر کے علاوہ کبھی نہیں کھولتے، جب (حضرت)

اللیلة، فینشرهما فی تلک اللیلة فیجاوز المشرق إلی المغرب ، فیبث جبریل علیه السلام الملائکة فی هذه اللیلة فیسلمون علی کل قائم ، وقاعد ، ومصل وذاکر یصافحونهم ، ویؤمنون علی دعائهم حتی یطلع الفجر ، فإذا طلع الفجر ینادی جبریل معاشر الملائکةالرحیل الرحیل ، فیقولون یا جبریل ، فما صنع الله فی حوائج المؤمنین من أمة محمد صلی الله علیه وسلم ؟ فیقول جبریل :نظر الله إلیهم فی هذه اللیلة فعفا عنهم ، وغفر لهم إلا

جبریل اس رات اپنے پروں کوکھولتے ہیں تو مشرق و مغرب ڈھنک جاتے ہیں۔پھر (حضرت) جبریل ملائکہ کو ہر طرف پھیل جانے کے لئے کہتے ہیں، کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر عبادت کرنے والے، نماز پڑھنے والے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کو وہ فرشتے سلام کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں، ان کی دعاؤں پر آمین کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہے۔جیسے ہی فجر طلوع ہوتی ہے (حضرت) جبریل نداد یتے ہیں: اۓ فرشتو! واپس چلو! واپس چلو! ملائکہ کہتے ہیں: اۓ جبریل ! امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مؤمنین کی ضروریات وحوائج سے متعلق اللہ تعالی نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ (حضرت) جبریل، فرماتے ہیں: اس رات اللہ تعالی نے ان کی جانب نظر رحمت اور توجہ خاص فرمائی، انہیں درگزر فرمادیا اور انہیں بخش دیا سوائے چار(4) افراد کے! حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

أربعة ، فقلنا : يا رسول الله من هم ؟ قال : رجل مدمن خمر، وعاق لوالديه ، وقاطع رحم ، ومشاحن .

نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !وہ چار(4)افراد کون ہیں؟حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا(1) شراب کا عادی(2)والدین کا نافرمان(3)رشتوں کو توڑنے والا اور(4) کینہ پرور۔

(شعب الایمان للبیھقی ،حدیث نمبر:3540)

شب قدر کے معمولات

برادران اسلام!اس مقدس رات کی فضیلت وبرکت جاننے کے بعد غفلت میں پڑے رہنا مؤمنین کا شیوہ نہیں، چنانچہ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنے کی خاطر غسل کرے،عبادات واذکار کا اہتمام کرے،خدائے تعالی کو راضی کرنے اوراس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔شب قدر کے معمولات سے متعلق ایک روایت میں آتا ہے:

قال زر هي ليلة سبع وعشرين فمن ادركها فليغتسل و ليفطر على لبن .

حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: شب قدر ستائیسویں شب ہے،تو جوکوئی اسے پائے تو چاہئے کہ وہ غسل کرے اور دودھ سے افطار کرے۔

(مصنف عبد الرزاق،باب ليلة القدر،حديث نمبر: 7701)

شب قدر میں کی جانے والی دعا

شب قدر کے معمولات میں یہ بھی ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات پڑھنے کے لئے خصوصی دعا تعلیم فرمائی کہ اس رات یہ دعا کرے: " اللَّهُمَّ إِنَّک

عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّی ".

جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُولُ فِيهَا ؟ قَالَ : قُولِی ! " اللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّی ".	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ،وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس میں کیا دعا پڑھوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہ دعا کرو! اے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا ہے، اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرما۔

(جامع الترمذی،ابواب الدعوات،باب ای الدعاء افضل، حدیث نمبر: 3855)

''اعتکاف''فضائل واحکام

حضرات! اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ اپنے کوٹھیرنے کا پابند بنالینا ہے اور شرع میں عبادت کی نیت سے روزہ کی حالت میں مسجد میں شب وروز رہنےکو اعتکاف کہتے ہیں۔اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:۔

(1) واجب،(2) سنت اور (3) نفل۔واجب اعتکاف یہ ہے کہ کوئی شخص اعتکاف کرنے کی نذر مانے اور اس کو اپنے اوپر واجب کرلے۔سنت اعتکاف یہ ہے کہ رمضان کے آخری دہے میں مسجد میں معتکف رہے اور یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھی محلّہ کی مسجد میں معتکف نہ رہے تو سب گنہگار رہوں گے۔ اوران دنوں کے سواجب کبھی مسجد میں ٹھیر جائے تو یہ مستحب اعتکاف ہے اوراس کی

مقدار کم سے کم ایک ساعت ہے۔اعتکاف صرف ایسی مسجد میں جائز ہے جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا اہتمام ہو۔

صحیح بخاری میں روایت ہے:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ .

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے (اپنے اپنے گھروں میں) اعتکاف کیا۔

(صحيح بخاری،کتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف فی العشر الأواخر والاعتكاف فی المساجد كلها،حديث نمبر:2026)

اعتکاف کا احادیث کریمہ میں بہت ثواب آیا ہے،سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ " هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْرَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا " .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) سے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے باز رہتا ہے،اور نیکیوں سے اسے اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے تمام نیکیاں کیں۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الصيام،باب فی ثواب الاعتكاف،حديث

نمبر:1853۔زجاجة المصابیح،باب الاعتکاف،حدیث نمبر:2948)

شب عید لیلۃ الجائزۃ یعنی انعام والی رات ہے

مسلمان، رات بھر بازاروں میں گھومنے پھرنے سے احتراز کریں اور عید الفطر کی اس مبارک رات کو عبادت الٰہی میں گزاریں کیونکہ اس رات عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے، درمختار ج1 ص 507 میں ہے: **و من المندوبات . . . احیاء لیلة العیدین.**

اس شب کو **لیلة الجائزة** (انعام واکرام کی رات) اور **لیلة الاجرة** (مزدوری حاصل کرنے کی رات) کہا گیا ہے۔

نیک بندے جب رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالی اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرتے رہے اور جب یہ مہینہ ختم پذیر ہوتو انعام واکرام سے سرفراز ہونے کے لئے اپنے آقا ومولی کے سامنے کھڑے ہوجائیں اور دنیا وآخرت میں صلاح وفلاح کی دعاء مانگیں، کیونکہ اس رات رب تعالی کی رحمت جوش میں رہتی ہے اور دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔

عن ابن عمر قال خمس لیال لا ترد فیهن الدعاء . . . ولیلة العیدین .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعاء رد نہیں کی جاتی منجملہ ان کے عیدین کی راتیں ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق ج 4ص 317)

عیدین اور دیگر متبرک راتوں میں عبادت کا اہتمام کرنے والوں کیلئے جنت کی خوشی خبری دی گئی ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من احيا الليالى الخمس وجبت له الجنة : ليلة التروية و ليلة عرفة و ليلة النحر وليلة الفطر وليلة نصف من شعبان	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوکوئی ان پانچ راتوں میں عبادت کرتا ہے اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے (1) آٹھویں ذوالحجہ اور (2) نویں ذوالحجہ کی رات (3) عید الاضحیٰ اور (4) عید الفطر کی رات اور (5) شعبان کی پندرھویں رات۔

(الترغیب والترھیب ج 2ص 152)

لہذا اگر عید کی تیاری باقی رہ گئی ہے تو اس مبارک رات میں زیادہ وقت صرف کئے بغیر شاپنگ کرلیں غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہ کریں اوراس شب کوحسب استطاعت عبادت میں گذارنے کی کوشش کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ قرآن اورصاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں مغفرت ونجات کا پروانہ عطا فرمائے اور ہمیں عبادت واطاعت کے ذریعہ شب قدر کی قدر کرنے والا اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کوحاصل کرنے والا بنائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوار خطابت

حصۂ دہم برائے شوال المکرّم

عید کا آفاقی پیام انسانیت کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰئکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

خوشی ومسرت اور رنج وغم انسانی طبیعت پر آنے والے احوال ہیں، جوں جوں طبیعت میں اختلاف آتا ہے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں، گویا یہ احوال فطرت انسانی میں داخل ہیں چنانچہ جب بھی روز عید آتا ہے توبتقاضۂ فطرت،طبیعت پر فرحت کی چادر تنی جاتی ہے کیونکہ روز عید عطاء نعمت کا دن ہوتا ہے۔

عید عَود سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں،عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دن ہر سال نئی فرحت وشادمانی لاتا ہے اور اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالی بندوں کو منافع واحسانات سے سرفراز فرماتا ہے،اور ایک وجہ یہ کہ بندہ اس دن اللہ تعالی اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف لوٹتا ہے اسی لئے اس کو عید کہا جاتا ہے۔

جو بندے اطاعت واتباع،عبادت وتقوی کے ساتھ خوشی مناتے ہیں وہ اللہ

تعالی کے محبوب ہیں اور جو تکبر و نافرمانی کے ساتھ اظہار خوشی کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کے پاس مبغوض و ناپسند ہیں جیسا کہ ارشاد حق تعالی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ بیشک اللہ تعالی اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(سورۃالقصص،آیت:76)

دین اسلام کے سایۂ رحمت وظل عاطفت میں رہنے والوں کو خالق کائنات نے بیشمار خوشیاں اور کئی عیدیں عطا فرمائی ہیں، جن میں مشہور عیدیں یہ ہیں:

(1) عیدالفطر (2) (عیدالاضحیٰ)

احادیث شریفہ میں عیدالفطر کے فضائل وارد ہیں جن میں سے ایک حدیث شریف ذکر کی جارہی ہے جس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں ذکر فرمائی ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَوْسٍ الْأَنْصَارِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلائِكَةُ عَلَى أَبْوَابِ الطُّرُقِ ، فَنَادَوْا : اغْدُوا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَبٍّ كَرِيمٍ يَمُنُّ بِالْخَيْرِ ، ثُمَّ يُثِيبُ عَلَيْهِ الْجَزِيلَ ، لَقَدْ أُمِرْتُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ وَأُمِرْتُمْ

سیدنا سعید بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عیدالفطر کا دن آتا ہے تو فرشتے چوراہوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نداء دیتے ہیں: اے مسلمانوں کی جماعت! رب کریم کی جانب چلو؛ جو خیر سے نوازتا ہے، پھر اجر عظیم عطا فرماتا ہے، یقیناً تمہیں رات میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام اللیل کیا

بِصِيَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ ، وَأَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ ، فَاقْبِضُوا جَوَائِزَكُمْ ، فَإِذَا صَلَّوْا ، نَادَى مُنَادٍ : أَلا إِنَّ رَبَّكُمْ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ ، فَارْجِعُوا رَاشِدِينَ إِلَى رِحَالِكُمْ ، فَهُوَ يَوْمُ الْجَائِزَةِ، وَيُسَمَّى ذَلِكَ الْيَوْمُ فِي السَّمَاءِ يَوْمَ الْجَائِزَةِ .

اور تمہیں دن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے،تم نے اپنے رب کی اطاعت کی، اب اپنے انعامات حاصل کرلو! پھر جب لوگ نمازعید ادا کرتے ہیں تو ایک نداء دینے والا نداء دیتا ہے،سنو! بے شک تمہارے پروردگار نے تمہیں بخش دیا، اب تم اپنے گھر لوٹ جاؤ! اس حال میں کہ تم ہدایت والے ہو،تو یہ یوم الجائزۃ (انعام کا دن) ہے اورآسمان میں اس دن کو یوم الجائزۃ (انعام کا دن) کہا جاتا ہے۔

(معجم کبیرطبرانی ،حدیث نمبر:616)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی غوث اعظم رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں:

قال وهب بن منبه رحمه الله: خلق الله الجنة يوم الفطر، وغرس شجرة طوبى يوم الفطر، واصطفى جبريل عليه السلام للوحي يوم الفطر، والسحرة وجدوا المغفرة يوم الفطر.

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے عید الفطر کے دن جنت پیدا فرمائی اوراسی دن درخت طوبی لگایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی کیلئے منتخب فرمایا اوراسی دن حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل آنے والے جادوگروں کو توبہ نصیب ہوئی۔

(الغنية لطالبي طريق الحق، ج 2،ص 18)

حضرات !شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کوعیدالفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کوعیدالاضحیٰ۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں دنوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکر ادا کرنا واجب ہے۔ جمعہ کی نماز کی صحت اور وجوب کے لئے جو شرائط ہیں، وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں،سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہےاور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے،اورعیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں سنت ہے۔اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہےمگرعیدین کا خطبہ سننا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہےیعنی اس وقت بات چیت کرنا نماز پڑھنا سب منع ہے۔

عیدالفطر کے دن تیرہ(13)چیزیں مسنون ہیں:

شرع شریف کے موافق اپنی آرائش کرنا،غسل کرنا،مسواک کرنا،عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا،خوشبو لگانا،صبح کو بہت سویرے اٹھنا،عیدگاہ میں بہت سویرے جانا،عیدگاہ جانے کے قبل کوئی میٹھی چیز جیسے کھجور وغیرہ کھانا،عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر دے دینا،عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا،شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا،ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا،پیدل جانا،راستہ میں’’ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ‘‘آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عیدالاضحیٰ میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جوعیدالفطر میں ہیں،فرق اس قدر ہے کہ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلےکوئی چیز کھانا مسنون ہےعیدالاضحیٰ میں نہیں۔

عیدالفطر میں راستہ میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اورعیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے،عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہےاورعیدالاضحیٰ کی سویرے اورعیدالاضحیٰ

میں صدقہ فطر نہیں بلکہ نماز کے بعد اہل وسعت پر قربانی واجب ہے، اذان واقامت نہ عیدالاضحیٰ میں ہے اور نہ عیدالفطر میں۔

(نورالایضاح، در مختار)

اور اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ رمضان المبارک میں روزے رکھنے کا حکم دیا۔ جس سے دل کی طہارت اور نفس کی اصلاح ہوتی ہے، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ رمضان المبارک کے بعد عید کی نماز جس میں اللہ اکبر زیادہ تعداد میں کہے جاتے ہیں پڑھ کر اللہ کی بزرگی بیان کریں اور شکر ادا کریں کہ اس نے رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی ہدایت کر کے ہماری اصلاح فرمائی

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰئكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔

(سورئہ بقرہ،آیت :185)

عید کی مشروعیت سے متعلق سنن ابوداود میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ والوں کے لئے دو دن مقرر تھے، جن میں وہ عید مناتے تھے ،لہولعب سے کھیل کود سے ظاہر کرتے تھے،

فَقَالَ مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ . قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ	تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو دن جن کو تم عید مقرر کئے ہو، ان سے کیا غرض ہے تو مدینہ والوں نے کہا کہ یہ وہی دن ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ان میں کھیلا کرتے تھے اور خوشیاں مناتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے :اللہ تعالی ان دودنوں کے بدلہ میں دوسرے دودن عید منانے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ایک تو عیدالاضحیٰ اور دوسرے عیدالفطر۔

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 1136)

عیدالاضحیٰ تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالی نے حضرت خلیل اللہ پر بڑا افضل کیا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے بچالیا۔ہم کو حضرت خلیل اللہ کی پیروی کرنے کا حکم ہوا ہے، جو دن حضرت خلیل اللہ کی خوشی کا ہے ہم کو بھی ان کی پیروی کرکے اس میں خوشی کرکے عید منانا چاہئے ۔ دوسرا دن عیدالفطر ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو رمضان شریف دے کر نفس کی اور دل کی اصلاح فرمایا۔روزے پورے ہوگئے ۔کتنا بڑا احسان ہے اللہ کا جس نے ہم سے پورے روزے کروائے ۔اس نعمت کے شکریہ میں بھی ختم رمضان کے بعد عیدالفطر کے دن کو عید مناکر اللہ تعالی کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہیں ۔مسلمان ہمیشہ لہولعب سے بچا کرتے ہیں،اس لئے ان دونوں عیدوں کو بھی کفار کی طرح لہو ولعب کھیل کود میں نہ گزاریں بلکہ اللہ تعالی کی عبادت

کر کے عید کی خوشی کا اظہار کریں، مسلمان کے پاس عبادت سے بڑھ کر کوئی چیز خوشی کے قابل نہیں)۔

حقیقی عید کیا ہے؟

زبدۃ المحدثین، حضرت ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

بے شک عید کی خوشی منانا بھی مسنون ہے، لیکن کیا معلوم کہ ہمارے لئے یہ عید ہے یا وعید؟

حضرات! اصلی عید تو اس روز ہوگی جس روز وہ جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نظر فرمائیں گے۔

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو انبساطِ عید دیدن روئے تو
صد ہلال عید قربانت کنم اے ہلالِ ما خمِ ابروئے تو

(ہم غریبوں کی عیدگاہ، اے محبوب تیری گلی ہے اور عید کی خوشی ہمیں آپ چہرے کو دیکھنے سے ملتی ہے)۔(عید کے سو(100) چاند میں آپ پر قربان کرتا ہوں، ہماری عید کا چاند آپ کے ابرو کا خم ہے)۔

عید کی خوشی منانا چاہئے اس لئے کہ یہ بھی سنت ہے۔

مگر صاحبو! عید تو اس روز ہوگی جب ہم خدائے تعالی سے ملیں گے، اس حالت میں کہ ہم اس سے راضی اور وہ ہم سے راضی، ہمیشہ اسی کوشش میں رہنا چاہئیے۔

یہ عید اور اس کی خوشی دونوں فانی ہیں، خدا کرے کہ وہ دن آئے جس میں دل کی اصلاح ہوکر دل' دلدار کا ہوجائے، وہ دن حقیقی عید کا ہے، یہ عید بھی باقی اور اس کی خوشی بھی باقی۔

عید کے دن مغفرت ہوتی ہے اس لئے وہ خوشی کا دن ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بندے عید کے دن خدا کے دربار (عیدگاہ) میں جاتے ہیں تو وہاں سے بخشے بخشوائے گھروں کو واپس ہوتے ہیں۔

بعض لوگ خلافِ شریعت اُمور کے مرتکب ہوکر عید کی نماز کے لئے آتے ہیں، ان سب خرافات سے باز آ کر سرفرازیوں کے مستحق بن کر آنا چاہئے۔

(مواعظِ حسنہ ، حصہ اول ، ص 277،ازمحدث دکن)

حضرت صالح رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہر عید کے روز اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کرتے اور سب مل کر روتے بیٹھتے ، لوگوں نے اس بارے میں دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمانے لگے: میں غلام ہوں، اللہ تعالی نے ہمیں نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ وہ ہم سے پورا ہوا یا نہیں؟ عید کی خوشی منانا اُسے مناسب ہے جو عذاب الٰہی سے امن میں ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ عید کے دن گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اتنا روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی ، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا: جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے روزے قبول ہوئے یا نہیں وہ عید کیسے منائے؟۔

(مواعظِ حسنہ ، حصہ دوم ، ص 315،از محدث دکن)

عید منانے کا طریقہ

مومن کی عید یہ نہیں ہوتی کہ وہ اس میں کھیل کود کرے اور لہو ولعب میں مشغول رہے بلکہ وہ اللہ تعالی کی عبادت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت میں عید مناتا ہے۔

اور عید کا مفہوم ہی طاعت وعبادت، فرحت ومسرت، سلامتی وراحت ہے، تقاضۂ عقل کے مطابق اس دن عبادت میں تخفیف ہونی چاہئے تھی، لیکن اس کے برخلاف اللہ تعالی نے امت پر ایک اور نماز اضافہ واجب فرمائی، جس میں اس بات کی تعلیم ہے کہ بندے جب ایک مقام پر جمع ہوجائیں تو معاشرہ میں افراتفری وانتشار پیدا ہونے کے بجائے رب کریم کی عبادت میں رہ کر انسانی معاشرہ کو اپنے اجتماع سے امن وسلامتی کا پیام دیں۔

برادرانِ اسلام! عیدگاہ جاتے وقت راستہ میں تکبیر کہنا سنت ہے تکبیر اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ بشری تقاضے کے مطابق جب کثیر اجتماع ہوتا ہے تو بلا وجہ آوازیں بلند ہوتی ہیں اور راہ گیروں کیلئے اذیت کا سبب بنتی ہیں اور رفتہ رفتہ بات جھگڑے وفساد تک پہنچ جاتی ہے، معاشرتی ومعاشی فضا سے تکدر کو دور کرنے کیلئے تکبیر کہنے کا حکم دیا گیا، اس کے علاوہ عید کے دن نماز اور تکبیروں سے مومن بندے ذکر خداوندی کر کے اس کی برکتوں اور رحمتوں سے عالم کو فیض یاب بناتے ہیں کیونکہ جب ابر کرم برستا ہے تو وہ رحمت عامہ بن کر سب کو اپنے سایہ میں لیتا ہے۔

حضرات! عید کے دن مالدار، صاحب نصاب مومن پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے تاکہ غریب، نادار ومحتاج افراد بھی عید کی خوشیوں سے محروم نہ رہیں اس کے علاوہ ہر خطہ کے مسلمان نماز عید کے بعد فقراء ومساکین میں گھر واپس ہونے تک راستہ بھر اپنا مال اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ عمل مسلمانوں کی سخاوت، ملت سے محبت اور ان پر مہربانی کو عیاں کرتا ہے، اس طرح عید کی ابتداء سے انتہاء تک مسلمانوں کا ہر عمل دنیا میں امن وسلامتی قائم کرنے کا پیام افرادِ وطن کے نام دیتا ہے۔

عید کی خصوصی دعاء

امام طبرانی کی معجم اوسط میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منقول ہے:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کیلئے یہ دعاء فرمائی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : كَانَ دُعَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ الْعِيْدَيْنِ " اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ عِيْشَةً تَقِيَّةً ، وَمِيْتَةً سَوِيَّةً ، وَمَرَدًّا غَيْرَ مُخْزٍ وَلَا فَاضِحٍ ، اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا فَجْأَةً ، وَلَا تَأْخُذْنَا بَغْتَةً ، وَلَا تُعَجِّلْنَا عَنْ حَقٍّ وَّلَا وَصِيَّةٍ ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَفَافَ وَالْغِنَى ، وَالتُّقَى وَالْهُدَى ، وَحُسْنَ عَاقِبَةِ الْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّقَاقِ ، وَالرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ فِيْ دِيْنِكَ ،

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت انہوں نے فرمایا: عیدین کے موقع پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ دعاء فرماتے : اے اللہ ! ہم تجھ سے تقوی والی زندگی اور حسن خاتمہ والی موت کا سوال کرتے ہیں، ایسا انجام مانگتے ہیں جو ذلیل اور رسوا کرنے والا نہ ہو، اے اللہ ! تو ہمیں اچانک ہلاک نہ فرما، فوراً ہمارا مؤاخذہ نہ فرما اور کسی حق کی ادائیگی یا وصیت پوری کرنے سے پہلے ہمیں ناگہانی موت نہ دے، اے اللہ ! ہم تجھ سے پاکدامنی و بے نیازی پرہیزگاری وہدایت مانگتے ہیں اور دنیا و آخرت کے اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں، ہم تیرے دین میں شک و اختلاف، ریاء کاری اور شہرت سے تیری پناہ میں آتے ہیں،

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبُ! لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنْکَ رَحْمَةً ، إِنَّکَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ".

اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا مت کر، اور ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی خوب عطافرمانے والا ہے۔

(معجم اوسط طبرانی ، باب العین ، حدیث نمبر:7787)

یہ عید کے موقع سے مناسبت رکھنے والی ایسی جامع دعاء ہے کہ اس میں ان تمام چیزوں کی درخواست ہے، جو ہر کسی کیلئے دنیا وآخرت میں مسرت وشادمانی، امن وسلامتی اور اتحاد واتفاق کا باعث ہوتی ہیں۔

عید وبرات وغیرہ کے موقع پر بھی آتش بازی سے پرہیز کریں:

برادران اسلام! آتش بازی میں بلا کسی فائدہ کے مال ضائع ہوتا ہے، یہ فضول خرچی اوراسراف ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا .إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينُ .

اور فضول خرچی بالکل مت کرو، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل،آیت:26/27)

آتش بازی میں کسی عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ شریعت مطہرہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ .

تم اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:195)

مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے وقت عزیز کو لایعنی اور بے فائدہ امور میں صرف کرے،جیسا کہ جامع ترمذی شریف ج2 ص58 میں حدیث پاک ہے:

مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ. انسان کے مسلمان ہونے کی خوبی یہ ہیکہ وہ بے فائدہ چیز چھوڑ دے۔

(جامع ترمذی،ابواب الزھد،حدیث نمبر:2487)

عید کے دن بھی غیر شرعی امور سے باز رہیں!

اسلام'امن وسلامتی عطا کرنے والا تہذیب وشائستگی کی تعلیم دینے والا مقدس دین ہے،جس کے احکام وقوانین اقوام عالم کے ہر فرد وہر قبیلہ،ہر رنگ ونسل،ہر زماں و مکاں کیلئے امن وشانتی'راحت واطمینان فراہم کرتے ہیں،جس کا پیغامِ امن اپنے ماننے والوں تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کیلئے ہے۔

زمین پر کسی بھی قسم کا فتنہ وفساد،نقصان وخسران،قتل وغارتگری اس دین متین میں بالکل ناجائز وممنوع ہے،ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا . تم زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت کرو!۔

(سورۃالاعراف،آیت:65)

مسلمان کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ اپنے طرز عمل اور گفتار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور ساری انسانیت اس سے محفوظ ومامون رہیں،''مشکوۃ المصابیح''میں جامع ترمذی اور سنن نسائی کے حوالہ سے منقول ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، اور مؤمن وہ ہے جس سے سارے لوگ اپنی جان ومال سے متعلق بےخوف رہیں۔

(جامع ترمذی،ابواب الایمان،حدیث نمبر: 2836۔سنن نسائی، حدیث نمبر:5011۔مشکوۃ المصابیح،کتاب الایمان، حدیث نمبر:33)

حضرات !شعار اسلام یہ ہے کہ غیر مسلم سے بھی تکلیف کودور کرنا اوراس کی ایذاءرسانی سے احتراز کرنا ضروری ہے۔درمختار میں ہے :

ویجب کف الاذی عنه وتحریم غیبته کالمسلم.

غیر مسلم کی تکلیف دور کرنا لازم اوراس کی غیبت کرنا حرام ہے جس طرح کسی مسلمان کو تکلیف دینااوراس کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(درمختار، ج:3،ص:272)

آنے والے گیارہ مہینوں کے لئے لائحہ عمل

حضرات !رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہونے اور گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہم دوبارہ اسی گناہوں والی زندگی کی طرف نہ جائیں بلکہ رمضان میں کی گئی تربیت سے استفادہ کریں اورآنے والے گیارہ مہینوں کے ایک

لائحہ عمل تیار کریں ، کیونکہ دنیا دار فانی ہے،انسان یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا،وقت مقرر پر اسے اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔انسان ،لہو ولعب اور خواہشات کی تکمیل کے لئے دنیا میں نہیں آیا بلکہ اسے ایک خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے،اس کا مقصدِ تخلیق اللہ تعالی کی عبادت ومعرفت ہے۔اللہ تعالی نے اہل ایمان کو تاکید کی ہے کہ وہ پرہیز گاری کی زندگی بسر کریں اور اپنے آپ کا محاسبہ کریں،ارشاد الہی ہے:

يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ وَلْتَنْـظُرْ نَفْـسٌ مَا قَـدَّمَـتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ الـلَّـهَ خَبِيـرٌ بِـمَـا تَعْمَلُونَ.	اے ایمان والو؛اللہ تعالی سے ڈرو!اور ہر آدمی جائزہ لے اور محاسبہ کرے کہ وہ آنے والے دن کے لئے کیا توشہ تیار کر رکھا ہے،اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو،بیشک اللہ تعالی تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

(سورۃ الحشر،آیت:18)

مسلمان؛ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی اور منشا کے مطابق زندگی بسر کرے،نفسانی خواہشات کو ترک کرکے اپنے آپ کو احکام الہی وشریعت مصطفوی کے تابع کردے،اور ہمیشہ موت کو یاد کرتا رہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِى الْمَوْتَ.	لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو یاد کرتے رہو!۔

(جامع الترمذی،ابواب الزهد، باب ما جاء فی ذكر الموت.حديث نمبر:2477)

حضرات !انسان کی عادت ہے کہ اگر اسے کسی مقام کا سفر کرنا ہوتو وہاں کے احوال سے آگہی حاصل کرتا ہے،زادِ راہ ساتھ لے کر مکمل تیاری کے ساتھ سفر کرتا ہے،اسی طرح ہمیں آخرت کا سفر طے کرنے لئے بھی مکمل تیاری کرنی ہوگی۔ بروز قیامت بندہ سے ذرہ ذرہ کا حساب لیا جائے گا،اس کا نامۂ اعمال اس کے سامنے کھول کر رکھدیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ:

اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا.

تو خود اپنا اعمال نامہ پڑھ لے،آج اپنا حساب لینے کے لئے تو خود کافی ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل،آیت :14)

نیک بندوں کو نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا اور نافرمان کو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا،وہ پریشانی کے عالم میں کہے گا کہ کاش مجھے نامۂ اعمال نہ دیا جاتا! مجھے موت آجاتی کہ میں اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرسکوں۔

دنیا میں کوئی مصیبت آتی یا میرے خلاف کوئی مقدمہ دائر کیا جاتا تو مال خرچ کر کے خلاصی حاصل کرتا تھا؛افسوس کہ آج مال کچھ کام نہیں آئے گا۔دنیا میں اپنی طاقت اور عہدہ کے سبب مطمئن تھا،بلاخوف وخطر جو چاہا کردیا؛افسوس کہ میرا اقتدار اور منصب سب کچھ خاک میں مل گیا۔اللہ تعالی کی جانب سے اعلان ہوگا کہ اس کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔ (خلاصۂ مضمون سورۃ الحاقۃ)

رمضان کے بعد والی اس نئی زندگی میں بطور خاص ہم ہر جہت سے اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں،عقیدہ وعمل کا جائزہ لیں اور متعلقہ حقوق کا بھی جائزہ لیں،اگر کہیں کوتاہی ہوئی ہوتو فوراً اللہ تعالی کی بارگاہ میں رجوع ہوکر صدق دل سے توبہ واستغفار

کریں، اگر حقوق العباد میں کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو صاحب حق کو اس کا حق دیں۔ حقوق العباد کا بطور خاص خیال رکھیں؛ کیونکہ اللہ تعالی حق تلفی کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ صاحب حق اس کو معاف نہ کردے۔

اولیاء کرام کا یہ معمول رہا کرتا کہ وہ رات میں دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کیا کرتے تھے، ہمیں بھی چاہئے کہ رات میں تنہائی میں بیٹھ کر کم از کم دن بھر کے ضروری اعمال کا محاسبہ کریں۔ اگر ہم سے کوئی نیکی ہوئی ہے تو اس پر شکر کریں اور استقامت کی دعاء کریں، اگر کوئی خطا سرزد ہوئی ہو تو توبہ واستغفار کریں۔

جب ہم اپنے آپ کی اصلاح کریں گے تو ایک صالح معاشرہ تشکیل پاسکتا ہے؛ کیونکہ معاشرہ افراد سے بنتا ہے، اگر فرد کی اصلاح ہوجائے تو معاشرہ کی بھی اصلاح ہوجائے گی۔

نماز عید کی تکبیرات

معزز سامعین کرام !اب اختصار کے ساتھ نماز عید کا طریقہ بتلاتے ہوئے اپنے اس بیان کو اختتام کی طرف لاتا ہوں۔ حدیث شریف کی روشنی میں امام اعظم کی تحقیق کے مطابق عیدین کی نمازوں میں علاوہ عام تکبیروں کے ہر رکعت میں تین تین اس طرح ہر نماز عید میں چھ چھ تکبیرات واجب ہیں۔

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنابلہ کے پاس نماز عید کی زائد تکبیرات پہلی رکعت میں چھ(6)اور دوسری رکعت میں پانچ (5) ہیں۔

فقہاء شافعیہ کے پاس پہلی رکعت میں سات (7) اور دوسری رکعت میں پانچ (5) ہیں۔ سنن ابوداود، طحاوی، اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے:

وعن سعيد بن عمرو بن العاص؛ أنه سأل أبا موسى الأشعرى وحذيفة بن اليمان، كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر فى الأضحى، والفطر؟ فقال أبوموسى كان يكبر أربعا تكبيرة على الجنازة، فقال حذيفة صدق، فقال أبوموسى كذلك كنت أكبر فى البصرة، حيث كنت عليهم رواه أبوداود، والطحاوى وسكت أبو داود عنه، ثم المنذرى، فى مختصره ورواه عبد الرزاق عن ابن مسعود بإسناد صحيح.

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ کی نماز اور عیدالفطر کی نماز میں کس طرح تکبیرات فرماتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ جنازہ کی تکبیروں کی طرح دونوں عیدوں کی چار تکبیرات فرماتے تھے ۔حضرت حذیفہ نے ان کی تصدیق کی ، یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ کہنے لگے کہ میرا اسی طرح عمل درآمد رہا ہے جس وقت میں بصرہ کا حاکم تھا۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے اور ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ہے اور ابو داؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور منذری نے بھی اپنی مختصر میں اس کی روایت کی ہے۔اور عبدالرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔

(جس میں سے پہلی تکبیر تکبیر تحریمہ ہوتی تھی، اس کے بعد ثنا پڑھتے پھر تین تکبیرات زائد فرماتے تھے، ہر دو تکبیروں کے بیچ میں تین تسبیحات کے موافق فصل کرتے تھے، اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے اور تیسری تکبیر کے بعد قیام کے لئے ہاتھ باندھ لیتے تھے ایسا ہی دوسری رکعت میں بھی نماز جنازہ کی طرح چار تکبیر فرماتے۔ جس میں سے پہلے تین تکبیرات زائد ہوتے ہر دو تکبیر کے بیچ میں تین تسبیحات کی مقدار فصل ہوتا تھا۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے چوتھی تکبیر کے ساتھ بغیر رفع یدین کئے رکوع میں چلے جاتے تھے)

نوٹ: حنفی شخص اگر شافعی مالکی یا حنبلی امام کی اقتداء میں نماز عید ادا کرے تو امام کے مسلک کے مطابق تکبیرات کہے۔ عیدین کے نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر بھی واجب ہے۔

نماز عید کا طریقہ

نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نماز عید کی دل سے نیت کرے:

نَوَيتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالٰى رَكْعَتَيْ صَلٰوةِ عِيدِ الفِطْرِ مَعَ سِتَّةِ تَكْبِيرَاتٍ

دو رکعت نماز عید الفطر ادا کرتا ہوں چھ تکبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے۔

امام امامت کی نیت کرے اور مقتدی اقتداء کی نیت کریں پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھیں پھر (امام و مقتدی ہر دو) اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں ہاتھ چھوڑ کر اتنی دیر توقف کریں کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں پھر دوسری مرتبہ اسی طرح اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور

چھوڑ دیں اور اسی قدر توقف کریں پھر تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر (اس دفعہ نہ چھوڑیں بلکہ) باندھ لیں پھر امام (آہستہ) اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہر کے ساتھ پڑھے اور قاعدہ کے موافق رکوع وسجود وغیرہ کر کے دوسری رکعت شروع کرے جب دوسری رکعت میں قراءت (سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ) ختم کر چکے تو (امام ومقتدی ہر دو) پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں اور تین تسبیح کے موافق توقف کریں اسی طرح دوسری اور تیسری تکبیر کہتے اور کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے جائیں (یعنی تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھیں چھوڑے رہیں) پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسب قاعدہ نماز پوری کر لیں ختم نماز کے بعد امام منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام لوگ خاموش بیٹھے، خطبہ سنیں۔ عیدین میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام اہل اسلام کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقہ وطفیل راہ حق پر گامزن رکھے اور اس عید سعید کی بھرپور خوشیاں عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں کو اپنے خوف اور خشیت سے معمور فرمائے، صحابۂ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین کی پیروی کرتے ہوئے نفس کا محاسبہ کرنے اور تصور آخرت ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور بار بار عید کی خوشیاں زندگی میں نصیب کرے!

آمِیْن بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کے بعد ہماری زندگی کیسی ہو؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: إِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ.

برادران اسلام! ہر ایمان والے کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اس سے راضی ہوجائے ، رب العزت اسے اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائے ، حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کے دربار سے وابستگی بندۂ مومن کی زندگی کا اہم مقصد ہوا کرتا ہے، چنانچہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اطاعت واتباع کی راہ کو اختیار کرتا ہے، احکام شریعت پر کاربند ہوجاتا ہے ہمیشہ نیکیوں کو انجام دینے کی سعی کرتا ہے، برائیوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور تقوی وطہارت کی زندگی گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی بات سے راضی ہوتا ہے کہ اس کے بندے راہ حق پر گامزن رہیں ، رب العالمین کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کیا کریں اور متقی و پرہیزگار بن جائیں۔

رمضان المبارک میں اللہ رب العزت نے جو روزے فرض کئے ہیں، اس کی اہم حکمت یہ بیان فرمائی کہ روزہ کی برکت سے روزہ دار تقوی شعار اور پرہیزگار بن جاتا ہے، جس طرح سورۂ بقرہ کی (183) آیت مبارکہ میں روزہ کی مقصدیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ!۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:183)

واضح رہے کہ تقوی اور پرہیزگاری کی یہ حالت محض رمضان المبارک تک ہی محدود نہیں ہونی چاہئے، مذکورہ ارشاد الٰہی میں جو مقصد بیان کیا گیا اس سے یہی روشنی ملتی ہے کہ روزہ دار کی ساری زندگی تقوی وطہارت کی آئینہ دار ہو، ماہ رمضان میں کی جانے والی عبادتیں اور ریاضتیں ماضی کی یادگار بن کر نہ رہ جائیں بلکہ آئندہ زندگی میں بھی انہی مجاہدات کو اپنایا جائے، کیونکہ تقوی کا مفہوم یہی ہے کہ ہمیشہ رضائے الٰہی کے حصول کی فکر ہو، بندہ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو۔

تقوی کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں؛ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

التقوی ان لا یراک اللہ حیث نھاک و لا یفقدک حیث امرک . پرہیزگاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے منع فرمایا اس میں تجھے مشغول نہ پائے اور جس کا حکم فرمایا وہاں غافل نہ پائے۔

(روح المعانی ، سورۃ البقرۃ :2)

کیا رمضان کے بعد رحمت و برکت کا سلسلہ منقطع ہوگیا؟

حضرات! معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کے ہر عمل سے تقوی کا تعلق ہے، رمضان المبارک ہو یا دیگر مہینے' وہ ایسے ہی عمل کو اختیار کرے جس میں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی ہو اور اس عمل کو ہرگز نہ اپنائے جو مرضیٔ الٰہی کے خلاف ہو۔

نہ مطلب ہے گدائی سے' نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو
الٰہی! ہووے وہ جو کچھ کہ مرضیٔ الٰہی ہو

(خواجه میر دردؔ)

رمضان المبارک کا سارا مہینہ ہم نیکیوں سے اپنا دامن بھرتے رہے، اس مبارک مہینہ کی برکتیں اور سعادتیں ہمارے مقدر میں آتی رہیں، سارا مہینہ رحمت الٰہی کی چادر ہم پر تنی رہی، سوال یہ ہے کہ کیا برکتوں کا یہ سلسلہ ماہ رمضان کے بعد ختم ہوجائیگا، رحمتوں کی جو چادر ہم پر سایہ فگن تھی، کیا ماہ رمضان گزرجانے کے بعد کھینچ لی جائے گی؟ ہرگزنہیں! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اہلیت پیدا کریں، اپنے دامن کو اس قابل بنائیں کہ اس میں ہم دنیا وآخرت کی برکتیں سما سکیں، ہم اپنے اندر اتنی لیاقت پیدا کریں کہ سایۂ رحمت کے نیچے ٹہرنے کے حقدار بنیں!

ایسا نہ ہو کہ صرف ماہِ رمضان میں نمازی' قرآن کی تلاوت کرنے والے' صدقہ وخیرات میں پہل کرنے والے' راتوں میں شب بیداری وقیام کرنے والے رہیں اور رمضان المبارک کے بعد معاصی کا ارتکاب کرنے والے' گناہوں پر اصرار کرنے والے اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے لگیں' جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی کے غضب وجلال کا شکار ہوجائیں- اللہ تعالی ہمیں اپنی پناہ میں رکھے-

ماہ رمضان میں ہمیں خیر وخوبی اس لئے عطا کی گئی تھی کہ ہم نے پرہیزگاری اختیار کی تھی ، پورا مہینہ تقوی وطہارت کے پابند رہے اور اس کے گزر جانے کے بعد اگر ہم تقوی وپرہیزگاری پر استقامت کے ساتھ جمے رہیں تو ضرور ہماری زندگی خوشگوار رہے گی ، اگر ماہ رمضان کی طرح دیگر مہینوں میں ہمارے عقائد واعمال سے متعلق مستقل مزاجی پائی گئی تو یقیناً ہم خیر وبرکت سے بہرہ ور رہیں گے ، اور ضرور خدائے رحیم کی کرم نوازیاں ہمیں اپنی آغوش میں لے لیں گی ، جیسا کہ رب العالمین کا وعدہ ہے' سورۂ اعراف میں ارشاد ہورہا ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ.

اور میری رحمت ہر چیز کو گھیری ہوئی ہے تو میں اسے ضرور ان کے حق میں لکھدوں گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔

(سورۃ الاعراف،آیت:156)

اس ارشاد خداوندی سے آشکار ہورہا ہے کہ جب تک ہم میں تقوی وطہارت ہے، ہم خصوصی رحمتوں کے سایہ میں رہیں گے اور جب تک ہم میں پرہیزگاری پائی جائیگی ، چین وسکون کی زندگی میسر رہے گی۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی استقامت

برادران اسلام! بزرگان دین کی زندگیوں سے ہم روشنی حاصل کریں کہ ان کا تقوی کس کمال کو پہنچا ہوا تھا ، دین پر ان کی استقامت کیسی تھی ، حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں' جنہیں سید التابعین کے لقب سے دنیا یاد کرتی ہے' اُن کے حالات ذکر کرتے ہوئے امام ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں

بیان کیا ہے:

حدثنا عبد المنعم بن إدريس، عن أبيه، قال: صلى سعيد بن المسيب الغداة بوضوء العتمة خمسين سنة. وقال سعيد بن المسيب: ما فاتتني التكبيرة الأولى منذ خمسين سنة، وما نظرت في قفا رجل في الصلاة منذ خمسين سنة.	حضرت عبدالمنعم بن ادریس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: حضرت سعید بن میبّب رضی اللہ عنہ نے پچاس (50) سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی اور حضرت سعید بن میبّب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے فرمایا: پچاس (50) سال سے کبھی میری تکبیر اولیٰ نہیں چھوٹی اور نہ میں نے نماز کے موقع پر پچاس (50) سال سے کسی آدمی کی گدّی دیکھی ہے۔ (یعنی ہمیشہ صف اول ہی میں تکبیر اولی کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔)

(حلية الاولياء وطبقات الاصفياء طبقةاهل المدينة ، سعيد بن المسيب ، ص: 186 ، 187)

یہاں بطور مثال حضرت سعید بن میبّب رضی اللہ عنہ کا واقعہ کا بیان کیا گیا، ورنہ ہمارے تمام اسلاف کرام اور صالحین عظام کی زندگیاں اس طرح کی طاعت وریاضت کے واقعات سے لبریز ہیں، جن سے ہمیں اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنانے کا درس وسبق ملتا ہے۔

حضرات! غور فرمائیں کہ حضرت سعید بن میبّب رضی اللہ عنہ کی استقامت کا

کیا عالم ہے، خود آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ پچاس (50) سال کا طویل عرصہ گزر چکا لیکن میں نے کبھی پہلی صف کے علاوہ باجماعت نماز ادا نہ کی' جس کی بنا میں نے کبھی اگلی صف والوں کی گدی نہیں دیکھی، پچاس سال میں نسلیں تبدیل ہو جاتی ہیں، حکومتیں بدل جاتی ہیں، نوجوان بڑھاپے کو پہنچ جاتا ہے' لیکن پچاس سال کے طویل عرصہ میں آپ کے پایۂ استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا' اس قدر طویل عرصہ میں باجماعت نماز کی ادائیگی، تکبیر اولی کا التزام، صف اول میں شرکت یقیناً غیر معمولی استقامت کی آئینہ دار ہیں، رمضان کے بعد زندگی کو بہتر بنانے والوں کے لئے اور پرہیز گاری پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔

ماہ رمضان رخصت ہوا' فیضان خداوندی نہیں!

برادران اسلام! یاد رکھیں کہ ہم نے ماہ رمضان کو تو رخصت کیا ہے لیکن اس کے فیضان کو رخصت نہیں کیا' قرآن کی تلاوت کو رخصت نہیں کیا' اعمال خیر کو رخصت نہیں کیا' جس طرح ہم رمضان المبارک میں اعمال خیر انجام دیا کرتے تھے، اس سلسلہ کو بعد رمضان بھی جاری رکھیں، اس مہینہ میں ہمارا ہر قدم نیکی اور بھلائی کی طرف اٹھا کرتا تھا' صبر وشکر ہمارا شیوہ بن چکا تھا' یہ رفتار و کردار ماہ رمضان کے بعد بھی باقی رہے۔

ماہ رمضان میں ہمارا ہر عمل شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہوا کرتا تھا' رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد اس اطاعت واتباع میں تساہل اور غفلت نہ ہونے پائے، ایمان والوں کا یہ شعار نہیں کہ وہ احکام الٰہی سے انحراف کریں، رمضان کے روزہ داروں کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ اس مہینہ کے گزر جانے کے بعد ارشادات نبوی سے روگردانی اختیار کریں' کیونکہ شریعت تو ایمان والوں پر ہر حال میں لاگو رہے گی۔

دین پر ثابت قدم رہنے والے دارین میں سعادتمند

حضرات! رمضان المبارک ہو یا دیگر مہینے، ہر حال میں شریعت مطہرہ پر استقامت ضروری ہے اور دین پر استقامت ہی کامیابی ہے، رب العالمین نے اپنے کلام مجید میں ان بندوں کو سراہا ہے جو اپنے عقیدہ وعمل میں ثابت قدم رہتے ہیں، جیسا کہ خطبہ میں تلاوت کی گئی آیت مبارکہ میں ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ.	جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تبارک وتعالی ہے، پھر (اس پر) ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے کہ) تم خوف نہ کرو اور نہ رنجیدہ ہو اور جنت (کے ملنے) پر خوش ہو جاؤ! جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

(سورة حم السجدة، آیت:30)

حضرات! ایک بندۂ مؤمن میں اپنے عقیدہ وعمل پر استقامت تادم زیست رہنی چاہیئے، مرتے دم تک وہ احکام اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنے حسنِ عمل پر مداومت و پابندی کرے، تبھی وہ دارین کی سعادتوں کا حق دار ہوگا، حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ.	اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو! جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کی حالت پر ہی دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔

(سورة ال عمران، آیت:102)

جو لوگ اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں، شب وروز

اس کی نافرمانی سے گریز کرتے ہیں، رات ودن اس کی عبادت وبندگی کیا کرتے ہیں، اسی کی حمد وثنا اور یاد میں اپنے لیل ونہار گزارا کرتے ہیں، اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے شب بیداری کرتے ہیں، اور کسبِ معاش، تجارت وکاروبار انہیں ذکر الٰہی سے نہیں روکتے، ایسے بندوں کو بروز قیامت ممتاز مقام دیا جائے گا، جس دن ہر شخص بارگاہ الٰہی میں خائف وحیراں، لرزاں وترساں حاضر ہوگا؛ اُس دن انہیں امن وقرار، راحت ورحمت سے نواز کر اُن کی امتیازی شان ظاہر کی جائے گی۔

مستدرک علی الصحیحین میں حدیث پاک ہے:

عن عقبة بن عامر الجهنى رضى الله عنه ، قال : كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر فكنا نتناوب الرعية ، فلما كانت نوبتى سرحت إبلى ثم رجعت فجئت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يخطب الناس فسمعته يقول : .... يجمع الناس فى صعيد واحد ينفذهم البصر	سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ہم باری باری سے اُونٹوں کو چَرانے کی ذمہ داری لیتے تھے، جب میری باری آئی تو میں نے اپنے اونٹوں کو چَرنے کے لئے بھیجا' پھر واپس ہوکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' جبکہ آپ صحابہ کے درمیان خطبہ ارشاد فرمارہے تھے' تو میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ......لوگوں کو ایک ایسے میدان میں جمع کیا جائے گا کہ نگاہ اُن کو پالے گی،

ویسمعهم الداعی فینادی مناد سیعلم أهل الجمع لمن الکرم الیوم ثلاث مرات ثم یقول : أین الذین کانت تتجافی جنوبهم عن المضاجع ، ثم یقول: أین الذین کانوا (لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله) إلی آخر الآیة ، ثم ینادی مناد سیعلم الجمع لمن الکرم الیوم ، ثم یقول أین الحمادون الذین کانوا یحمدون ربهم .	داعی اُن کو اپنی آواز سنائے گا، ایک ندا دینے والا ندا دے گا: ضرور سارا مجمع جان لے گا کہ آج بزرگی کس کے لئے ہے، یہ ندا تین مرتبہ ہوگی، پھر ندا دینے والا کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو خوابگاہوں سے علٰحدہ ہوجایا کرتے تھے؟ پھر کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے 'نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ تجارت غافل کرتی تھی اور نہ خرید وفروخت ، وہ اس دن سے ڈرتے تھے جس میں دل اور نگاہیں مضطرب ہوں گی ۔ پھر ندا دینے والا ندا دے گا: ضرور تمام لوگ جان لیں گے کہ آج بزرگی کس کے لئے ہے ، پھر کہے گا: خوب حمد کرنے والے کہاں ہیں جو اپنے رب کی حمد وثنا کیا کرتے تھے۔
هذا حدیث صحیح	یہ صحیح حدیث ہے۔

المستدرك علی الصحیحین ،تفسیر سورة النور، کتاب التفسیر،حدیث نمبر: 3467)

استقامت کے بارے میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے روح البیان میں لکھا ہے:

قال الشیخ ابوطالب رحمه الله مداومة الاوراد من	شیخ ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معمولات کو بہ پابندی انجام دینا ایمان والوں

اخلاق المؤمن وطریق	کے اخلاق سے ہے اور عبادت گزاروں کا
العابدین وهی مزید الایمان	طریقہ ہے نیز یہ ایمان میں اضافہ کا باعث اور
وعلامة الایقان.	ایقان کی علامت ہے۔

(تفسیرروح البیان، سورۃ ال عمران،آیت: 112)

استقامت فی الدین کی برکت

برادران اسلام ! نیک اعمال پر ثابت قدمی، خیر وبھلائی کی انجام دہی پر استقامت کی وجہ سے آدمی کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے، مصیبتیں دفع ہوجاتی ہیں، جیسا کہ نزھۃ المجالس میں بنی اسرائیل کی ایک مستقل مزاج، دین پر ثابت قدم اور عبادت گزار خاتون کا واقعہ مذکور ہے:

کان فی بنی إسرائیل	بنی اسرائیل میں ایک نیک وصالح خاتون نماز کو
امرأة صالحة محافظة	بروقت پابندی کے ساتھ ادا کیا کرتی تھی ، اس
علی الصلاة فی وقتها	خاتون کا شوہر غیر مسلم تھا (سابقہ شریعت میں غیر
ولها زوج کافر	مسلم سے نکاح کرنا منع نہیں تھا) جو اُسے نماز سے
فنهاها عن ذلک فلم	روکتا تھا اور وہ خاتون اس کی بات نہیں مانتی تھی ،
تطعه، فأودعها مالا ثم	شوہر نے اس خاتون کے پاس کچھ مال امانت رکھا
سرقه وألقاه فی البحر	، پھر خود اُسے چوری کیا اور اُسے سمندر میں ڈال
فابتلعته سمکة فأخذها	دیا، اُس مال کو ایک مچھلی نے نگلا تو ایک شکاری نے اُس
صیاد وباعها لزوج المرأة	مچھلی کا شکار کیا اور اُسے نیک خاتون کے شوہر کو فروخت
فأخذتها لتصلحها	کیا، خاتون نے مچھلی لی تاکہ اُسے استعمال کرے

فوجدت الصرة التی فیھا	تو اس کے پیٹ میں وہ تھیلی پائی؛ جس میں مالِ
المال فی جوفھا فوضعتھا	امانت رکھا ہوا تھا' پھر اس نے تھیلی کو اُس کی جگہ
فی مکانھا ثم طلب منھا	رکھدیا اور شوہر نے اُس سے وہ امانت طلب کی
المال فدفعته إلیه فتعجب	تو خاتون نے امانت کو بہ حفاظت واپس کردیا،
من ذلک فأوقدت المرأة	شوہر نے امانت کی واپسی پر تعجب کیا، خاتون نے
تنورا لتخبز فیه العجین	تنّور جلایا تا کہ اُس پر روٹی پکائے تو غیر مسلم شوہر
فرماھا الکافر فیه فقالت یا	نے خاتون کو تنّور میں پھینک ڈالا، خاتون نے کہا
واحد أحد لیس لی علی	:اے وہ تنہا ذات جس کا کوئی شریک نہیں! میں
النار جلد فخمدت النار	آگ کی تاب نہیں لاسکتی' تو اللہ تعالی کے حکم سے
بإذن الله.	اسی وقت آگ بجھ گئی۔

(نزھة المجالس ومنتخب النفائس ، ج1،ص:105)

ماہ رمضان میں کی گئی تربیت کا مقصود

حضرات! رمضان کے مہینہ میں خصوصی طور پر ہماری روحانی تربیت کی گئی تھی، روزہ کی حالت میں ہم نے یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھی کہ اللہ تعالی ہمیں دیکھ رہا ہے، یہی وجہ تھی کہ روزہ دار نے بند کمرہ میں بھی بھوک سے بے قرار' پیاس سے بے تاب ہونے کے باوجود کبھی کچھ کھا پی لینے کی جسارت نہیں کی کیونکہ اس کو یقین ہے کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، میرا پروردگار مجھ سے بے خبر نہیں ہے، میرا پالن ہار تو مجھے دیکھ رہا ہے، کیونکہ اسے پہلے ہی سے آگاہ کردیا گیا تھا، حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے۔

(سورۃ العلق،آیت:14)

اس تربیت کا مقصود یہی ہے کہ بعد رمضان بھی ہر وقت انسان یہی کیفیت اپنے اندر باقی رکھے اور ہمیشہ اس بات کو ملحوظ نظر رکھے کہ مالک و مولی مجھے دیکھ رہا ہے' میری گفتار و کردار' سماعت و بصارت اور چال چلن پر نظر رکھے ہوئے ہے' یہ کیفیت باقی رہے اور یہ بات ذہن نشین رہے تو قدم کبھی ناجائز مقامات کی طرف نہیں بڑھیں گے،اس کی زبان کبھی لغویات و بدگوئی میں ملوث نہیں ہوگی،ہاتھ کبھی خلاف شرع امور کا ارتکاب نہیں کریں گے اور آنکھیں کبھی قبیح مناظر اور غیر محارم کی طرف نہیں اٹھیں گی۔

تربیت رمضان فکر و عمل کی حفاظت کا ذریعہ

حضرات !رمضان المبارک کی اس عظیم روحانی تربیت کے بعد کل بروز قیامت کوئی شخص عذر نہیں کر سکے گا کہ نفس و شیطان کے مکر و فریب میں آ کر ہم گناہ کر بیٹھے ہیں' کیونکہ ایک ماہ کی تربیت میں شیطان کو قید کر دیا گیا تھا اور روزوں کے ذریعہ نفس کی اصلاح کی گئی' تلاوت قرآن کریم اور تراویح کے ذریعہ روحانی قوت میں اضافہ کر دیا گیا' جس طرح ملک کی حفاظت کے لئے فوج تیار کر کے سرحد پر کھڑا کیا جاتا ہے تا کہ دشمن ملک میں داخل نہ ہو؛اسی طرح ایمان کا ملک جو اعمال صالحہ کے ذریعہ آباد ہے اس کی حفاظت کیلئے انسان کی روحانی تربیت کی گئی اور اسے مستعد کر دیا گیا کہ کہیں شیطان اس کے ایمان و عقیدہ اور اعمال صالحہ کو برباد نہ کر سکے۔

رمضان کے بعد بھی ہمیں اعمال صالحہ انجام دیتے ہوئے تقوی و طہارت والی زندگی بسر کرنی لازم ہے اور شریعت مطہرہ کے ہر حکم پر عمل آوری ضروری ہے،چونکہ

حضرت نبیء کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل فرماتے ہمیشہ اس پر مداومت فرماتے اور اس عمل کو ترک نہیں فرماتے، آپ کا عمل کسی زمانہ یا مدت پر منحصر نہیں ہوتا۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف وغیرہ میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ الْـمُـؤْمِـنِـيـنَ عَائِشَةَ قَالَ قُلْـتُ يَـا أُمَّ الْـمُؤْمِنِينَ كَيْفَ كَـانَ عَمَلُ رَسُولِ اللَّـهِ صـلـى الله عليـه وسـلـم هَـلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْـئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لاَ. كَـانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَـطِيـعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّـهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ.	حضرت علقمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا: اے ام المؤمنین! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک کیسا ہوا کرتا' کیا آپ (عمل کے لئے) کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: نہیں! آپ کا عمل مبارک ہمیشہ ہوا کرتا' تم میں کون اس طرح عمل کرسکتا ہے؟ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

(صحیح مسلم ،کتاب الصلوٰۃ،باب فضیلة العمل الدائم ......،حدیث نمبر:1865۔صحیح البخاری ، کتاب الصوم،باب هل يخص شيئا من الايام ، حدیث نمبر:1981)

بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا رہیں' پنجوقتہ نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام کریں'

قرآن کریم کی تلاوت کریں' والدین کی خدمت کریں' غرباء وفقراء کا خیال رکھیں' مفلس ونادار حضرات کی مدد کریں' حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

بارگاہ یزدی میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی طرح سال بھر ہمیں اپنی رحمتوں کے زیر سایہ عبادت وبندگی میں مصروف رکھے ،اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے ، گناہوں کے ارتکاب' شیطان کے مکروفریب سے بچائے' اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے تصدق میں ہمیں نافرمانی ومعصیت سے باز رکھے' عمل صالح کی توفیق خیر مرحمت فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

—— x ——

جب ولادت کا زمان باسعادت آ گیا   پہنچیں خدمت کے لئے جلدی سے مریم آسیا

باندھیں حوروں نے پرے جس سے تھا سارا گھر بھرا   اور ملائک آفتابے لے کھڑے تھے جابجا

شبِ برات و قدر ہو جس پر فدا کیا رات تھی

تھا نمایاں جلوۂ شانِ خدا کیا رات تھی

پس وہ نور پاک رب العالمیں پیدا ہوئے   مبدأ کونین و ختم المرسلیں پیدا ہوئے

جان عالم قبلۂ اہل یقیں پیدا ہوئے   شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے

دھوم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالعِ ہوا

ہاں کریں تعظیم اب نورِ قدم طالعِ ہوا

—— x ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضائل ومناقب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوْا فِى سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام !اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت گرامی کے سبب حضرات اہل بیت کرام وحضرات صحابۂ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امتیازی شان اور خصوصی فضیلت عطا فرمائی ،ان کے سروں پر عظمت ورفعت کا تاج سجایا اورانہیں شرافت وبزرگی کی نعمت لازوال سے مالا مال فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہر طرح کی گندگی خواہ وہ فکری ہو یا اعتقادی،علمی ہو یا عملی ،ظاہری ہو یا باطنی ہر طرح کی نجاست وگندگی سے پاک وصاف رکھااوران کی پاکی وطہارت کے بیان میں آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا .	بیشک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھرانے والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

(سورۃ الاحزاب،آیت:33)

اورحضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے متعلق اپنی رضاوخوشنودی کا اس طرح اظہارفرمایا:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ .	اللہ تعالی ان تمام(صحابۂ کرام) سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہوگئے،اوراللہ تعالی نے ان کے لئے (بہشت کے)ایسے باغ تیار کئے ہیں؛جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں،وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(سورة التوبة،آیت:100)

اسی طرح سورۂ نساء میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰى .	اوراللہ تعالی نے تمام صحابۂ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(سورة النساء،آیت:95)

حضرات!ہمارے لئے سعادت اور نجات کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم اپنے دلوں کو حضرات اہل بیت کرام کی محبت سے آباد کریں اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت سے اپنے قلوب کو روشن ومنور کریں،کیونکہ یہی وہ مقدس حضرات ہیں جو ہماری نجات کا ذریعہ بھی ہیں اور ہمارے لئے ہدایت کا معیار بھی ہیں۔

ان ذوات قدسیہ میں بعض وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں خالق کائنات نے اہل بیت نبوت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے شرف سے بھی نوازا ہے اور صحابیت کے درجۂ باکمال سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے،انہی مقدس باکمال وبے مثال

عبقری شخصیات میں ایک صاحبِ عظمت ورفعت ہستی، سید الشہداء، شیر خدا سیدنا ابوعمارہ امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات گرامی نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔

برادران اسلام! چونکہ شوال المکرّم کی 11 تاریخ کو اور ایک روایت کے مطابق 7 یا 15 شوال المکرّم کو اسلام کا ایک عظیم معرکہ "غزوۂ احد" رونما ہوا اور اس معرکہ میں ستر (70) صحابۂ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا، جن میں سرفہرست سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، اسی مناسبت سے آج آپ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ .	اور جو لوگ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ (وہ) اللہ تعالی کے نزدیک زندہ ہیں اوران کورزق مل رہا ہے۔

(سورة ال عمران،آیت:169)

حضرات! اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر تمام شہداء کرام کی حیات اورانہیں ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، حقیقت میں یہ آیت کریمہ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ، قال :	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

نزلت هذه الآية في حمزة وأصحابه (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ.

یہ آیت کریمہ ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. (ترجمہ: اور جولوگ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک زندہ ہیں اوران کورزق مل رہا ہے۔)'' سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة الحج، حديث نمبر3414)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نسبتِ قرابت ورضاعت

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت قرابت بھی حاصل ہے اور رشتۂ رضاعت بھی، آپ نسبی رشتہ کے لحاظ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان ہیں اور چونکہ حضرت ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے، اس لحاظ سے آپ حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دودھ شریک بھائی بھی ہیں، جیسا کہ سیرت کی معروف کتاب ''الروض الانف'' میں مذکور ہے:

......وَذَكَرَ إِسْلَامَ حَمْزَةَ وَأُمّهُ هَالَةُ بِنْتُ أُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ ،

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ(کرتے ہوئے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ نے) فرمایا: آپ کی والدہ حضرت ہالہ بنت اُہَیب بن عبدمناف بن زُہرَہ ہیں،

وَأُهَيْبُ عَمّ آمِنَةَ بِنْتِ وَهْبٍ تَزَوّجَهَا عَبْدُ الْمُطّلِبِ ، وَتَزَوّجَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّهِ آمِنَةَ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ فَوَلَدَتْ هَالَةُ لِعَبْدِ الْمُطّلِبِ حَمْزَةَ .وَوَلَدَتْ آمِنَةُ لِعَبْدِ اللّهِ رَسُولَ اللّهِ . صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ . ثُمّ أَرْضَعَتْهُمَا ثُوَيْبَةُ.	اور حضرت اہیب سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالی عنہا کے چچا جان ہیں، حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت ہالہ سے نکاح کیا اور اس زمانہ میں آپ کے شہزادے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا سے عقد فرمایا، تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو حضرت ہالہ کے بطن سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولد ہوئے ، پھر حضرت ثُوَیْبَہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں حضرات کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

(الروض الأنف، إسلام حمزة رضى الله عنه)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع

حضرات ! خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت کا اعلان فرمایا اور مسلسل دین اسلام کی تبلیغ واشاعت فرماتے رہے، جس کے نتیجہ میں اسلام ترقی کرتا ہوا امن وامان کی چادر پھیلاتا جارہا تھا، دن بہ دن لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، اب ایسے لوگوں کی باری تھی جو جاہ وجلال ،عزت وعظمت رکھتے ہوں اور اہل مکہ میں ان کا رعب ودبدبہ ہو اور ان کی بات ٹالی نہ جاتی ہو۔

چنانچہ اعلان نبوت کے چھٹے سال ایسی مقدس ہستیاں قلعۂ اسلام میں داخل

ہوئیں؛ جن سے اسلام کا پرچم مزید بلند ہوا اور مسلمان علانیہ طور پر معبود حقیقی کی عبادت کرنے لگے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد محبت کرتے تھے اور سرداران قریش میں آپ بڑی بہادری و دلیری رکھتے تھے، صبح شکار کے لئے جاتے تو شام گھر واپس لوٹتے، پھر خانۂ کعبہ کے طواف کے لئے آتے، اس کے بعد قریش کے سرداروں کی محفل میں بیٹھتے تھے۔

ایک دن معمول کے مطابق جب شکار سے واپس لوٹے تو آپ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج ابوجہل نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کیسا گستاخانہ برتاؤ کیا؟ یہ سن کر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تیر کمان لیکر ابوجہل کے پاس پہنچ گئے اور کمان سے بڑی قوت کے ساتھ اس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ میں بھی انہی کے دین پر ہوں! یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ ابوجہل کی مدد کیلئے آئے تو اس نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنی ہاشم سے بنی مخزوم کی جنگ نہ چھڑ جائے، کہنے لگا: جانے دو! میں نے آج ان کے بھتیجے کو بہت سخت سست کہا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، ج 1، ص 477۔ سبل الهدی والرشاد، ج2، ص332۔ الروض الانف، اسلام حمزة رضی الله عنه، ج2، ص43)

اولاد امجاد

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے متعلق کتب سیر و تاریخ میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آپ کو دو (2) شہزادے اور تین (3) شہزادیاں ہیں، جیسا کہ سبل الہدی والرشاد میں مذکور ہے:

واثنان لحمزة عمارة، ويعلى، ...وواحدة لحمزة وهي أمامة، ويقال أمة الله...ولحمزة أيضا ابنة تسمى أم الفضل وابنة تسمى فاطمة.	حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دو شہزادے (1)حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اور (2)حضرت یعلی رضی اللہ عنہ ہیں،اور آپ کو تین شہزادیاں ہیں ،ایک شہزادی کا نام:(1)حضرت امامہ رضی اللہ تعالی عنہا جنہیں "امۃ اللہ" بھی کہا جاتا ہے ،(2)اور دوسری شہزادی کا نام:حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا(3)اور تیسری شہزادی کا نام :حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔(ترجمہ ملخصاً)

(سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد،جماع أبواب أعمامه وعماته وأولادهم وأخواله صلى الله عليه وسلم،ج11،82)

دعاءحبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مشرف بہ اسلام

برادران اسلام !سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جومشرف بہ اسلام ہوئے دراصل یہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءمقبول کانتیجہ تھا،خودسیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ارشادفرماتے ہیں:

أَنّهُ قَالَ لَمّا احْتَمَلَنِي الْغَضَبُ وَقُلْت : أَنَا عَلَى آبَائِي وَقَوْمِي ، وَبِتّ مِنْ الشّكّ فِي أَمْرٍ عَظِيمٍ لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمِ ثُمّ أَتَيْت الْكَعْبَةَ ،	واقعہ یہ ہے کہ جب مجھ پرغصہ غالب ہوگیا تو میں نے کہا کہ میں اپنی قوم وقبیلہ کے دین پر ہوں ،اور میں نے بڑی کشمکش میں اس اہم معاملہ میں اس طرح رات گزاری کہ لمحہ بھربھی نہ سویا،پھرمیں کعبۃ اللہ شریف کے پاس آیا

وَتَضَرَّعتُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَنْ يَشْرَحَ صَدْرِى لِلْحَقّ وَيُذْهِبَ عَنِّى الرَّيْبَ فَمَا اسْتَتْمَمْتُ دُعَائِى حَتَّى زَاحَ عَنِّى الْبَاطِلُ وَامْتَلَأَ قَلْبِى يَقِينًا أَوْ كَمَا قَالَ. فَغَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْته بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِى ، فَدَعَا لِى بِأَنْ يُثَبِّتَنِى اللّٰهُ وَقَالَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حِينَ أَسْلَمَ.	اور اللہ سبحانہ وتعالی کے دربار میں تضرع وزاری کی کہ اللہ تعالی میرے سینہ کو حق کے لئے کھول دے اور مجھ سے شک وشبہ کو دفع کر دے،تو میں نے ابھی دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ باطل مجھ سے دور ہوگیا اور میرا قلب یقین کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔ پھر صبح میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تمام حالت بیان کی تو حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالی مجھے اس نعمت اسلام پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔جس وقت آپ نے اسلام قبول کیا یہ اشعار کہے:

حَمِدْت اللّٰهَ حِينَ هَدَى فُؤَادِى إِلَى الْإِسْلَامِ وَالدِّينِ الْحَنِيفِ

میں اللہ تعالی کی تعریف بجالاتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کے لئے کھول دیا۔

الدِّينُ جَاءَ مِنْ رَبّ عَزِيزٍ خَبِيرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفِ

یہ وہ مبارک دین ہے جو ایسے پروردگار کی جانب سے آیا ہے جو غلبہ والا، بندوں کی خبر رکھنے والا ہے اور اُن پر مہربان ہے۔

إِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا تَحَدّرَ دَمْعُ ذِى اللّبّ الْحَصِيفِ

جب اس خدائے واحد کی آیتیں ہمارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کامل عقل رکھنے والے

شخص کے آنسو بے اختیار بہہ جاتے ہیں۔

رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا بِآيَاتٍ مُبَيِّنَةِ الْحُرُوفِ

یہ وہ باعظمت احکام ہیں کہ اُن کی ہدایت دینے کے لئے حضرت احمد مجتبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی روشن آیات لائے ہیں جن کے ہر حرف میں ہدایت ہے۔

وَأَحْمَدُ مُصْطَفًى فِينَا مُطَاعٌ فَلا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ

اور حضرت احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی جانب سے ہم میں منتخب اور برگزیدہ ہیں اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی ہے، تو اے لوگو! ان کی تعلیمات کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤ!۔

(الروض الأنف، إسلام حمزة رضى الله عنه ،ج2،ص43۔)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ نور سے معمور، قرآن کریم کی گواہی

برادران اسلام! انسان کی خوش بختی اور سعادت مندی یہ ہے کہ وہ دامن اسلام سے وابستہ رہے، ایمان کے انوار سے اپنے دل وجان کو روشن ومنور کرے، اسی لئے بندۂ مؤمن کی عین آرزو وتمنا یہی ہوتی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اسلام پر ثابت قدم رہے اور موت بھی آئے تو ایمان کی حالت میں آئے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ یہ تو عمومی طور پر تمام اہل ایمان کی کیفیت ہے لیکن سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات قدسی صفات وہ ہے، جن کے سینہ کو اللہ تعالی نے اسلام کے لئے کھول دیا تھا اور اُسے نور ایمان سے معمور فرمادیا تھا۔

سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ	بھلا جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہوگا) تو ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(سورة الزمر، آیت:22)

برادران اسلام! اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر ان حضرات کا تذکرہ کیا گیا جن کے سینوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور انہیں روشن ومنور بھی فرما دیا ہے، نیز ان کی عظمت ورفعت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرات ہرگز اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتے جس کا دل یادِ الٰہی سے غافل ہے، تاہم علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "تفسیر روح البیان" میں لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ بطور خاص سیدنا امیر حمزہ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

واعلم ان الآية عامة فيمن شرح صدره للاسلام بخلق الايمان فيه وقيل نزلت فيحمزة بن عبد المطلب	اس بات کو ذہن نشین کرلو کہ یہ آیت کریمہ ان حضرات کے حق میں وارد ہوئی ہے جن کے سینوں میں ایمان کی شمع روشن کرکے انہیں اسلام کے لئے کھول دیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا

وعلی بن ابی طالب	علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں اور ابولہب
رضی الله عنهما وابی	اور اس کے لڑکے کی مذمت میں نازل ہوئی، کیونکہ
لهب وولده .فحمزة	سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور سیدنا علی مرتضی
وعلی ممن شرح الله	رضی اللہ تعالی عنہ یہ وہ برگزیدہ حضرات ہیں جن کے
صدره للاسلام .وابو	سینہ کو اللہ تعالی نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، اور
لهب وولده من الذين	ابولہب اور اس کا لڑکا ان لوگوں میں سے ہے جن
قست قلوبهم	کے دل سخت ہوگئے ہیں۔تو اللہ تعالی کی خصوصی
فالرحمة للمشروح	رحمت اس خوش نصیب کے لئے ہے جس کا شرح
صدره والغضب	صدر ہوگیا ہو، اور اللہ تعالی کا غضب وقہر اس کے لئے
للقاسی قلبه.	ہے جس کا دل سخت ہوگیا ہے۔

(تفسیر روح البیان،سورۃ الزمر،آیت:22)

القاب مبارکہ

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو جن مبارک القاب سے یاد کیا جاتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: (1) سید الشہداء، (2) اسد اللہ، (3) اسد الرسول، (4) افضل الشہداء، (5) فاعل الخیرات، (نیکیاں کرنے والے) (6) کاشف الکربات (مصائب کو دور کرنے والے)۔

محبوب دوجہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آپ کا نام بھی محبوب

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وہ باعظمت صحابی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صرف آپ کی ذات ہی سے محبت نہیں کرتے بلکہ آپ کا نام بھی بے حد

پسند فرماتے تھے،جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے:

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما ، قال : ولد لرجل منا غلام فقالوا : ما نسميه ؟ فقال النبی صلی الله علیه وسلم : سموه بأحب الأسماء إلی حمزة بن عبد المطلب	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا:ہمارے قبیلہ کے ایک صاحب کو لڑکا تولد ہوا،تو انہوں نے عرض کیا کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے؟تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:مجھے سب سے زیادہ محبوب جونام ہے وہی اس لڑکے کا نام رکھا جائے!(مجھے سب سے پسندیدہ نام)"حمزہ بن عبدالمطلب"(رضی اللہ تعالی عنہ)کا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب ، حديث نمبر4876)

سیدناامیرحمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کا دیدارکیا

برادران اسلام!سیدنا امیرحمزہ رضی اللہ عنہ نے بحالت ایمان حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ کرصحابیت کاعظیم مرتبہ حاصل کیااوراسی نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک معروضہ کیا کہ وہ وحی الٰہی کے امین،سدرۃ المنتہی کے مکین حضرت جبریل امین علیہ السلام کوان کی حقیقی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں،حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخواست کومنظور فرمایا۔جب روح الامین بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو سیدنا امیرحمزہ رضی اللہ عنہ سے ارشادفرمایا کہ اوپر دیکھو!سیدنا امیرحمزہ رضی اللہ عنہ نے جب نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں

کہ سامنے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت نقل کی ہے:

عن عمار بن أبی عمار ، أن حمزة بن عبد المطلب قال :یا رسول الله أرنی جبریل علیه السلام فی صورته .فقال : إنک لا تستطیع أن تراه قال : بلی فأرنیه .قال : فاقعد ، فقعد، فنزل جبریل علیه السلام علی خشبة کانت فی الکعبة یلقی المشرکون علیها ثیابهم إذا طافوا فقال النبی صلی الله علیه وسلم :ارفع طرفک فانظر ، فرفع طرفه، فرأی قدمیه مثل الزبرجد کالزرع الأخضر فخر مغشیا علیه .	حضرت عمار بن ابو عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے جبریل امین علیہ السلام کا ان کی حقیقی صورت میں دیدار کروایئے! تو آپ نے ارشاد فرمایا: آپ انہیں حقیقی صورت میں نہیں دیکھ سکتے! انہوں نے عرض کیا: یقیناً میں نہیں دیکھ سکتا، لیکن آپ مجھے دکھایئے! آپ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ! جب وہ بیٹھ گئے، تو حضرت جبریل علیہ السلام خانۂ کعبہ کی اس لکڑی پر اتر آئے جس پر مشرکین طواف کے وقت اپنے کپڑے ڈالا کرتے، پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو! انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی اور حضرت جبریل علیہ السلام کے دونوں قدموں کو دیکھا جو زمرد کی مانند سبز کھیتی کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ تو (کثرت انوار کی وجہ سے) آپ پر بےخودی طاری ہوگئی۔

(دلائل النبوة للبيهقی، جماع أبواب كيفية نزول الوحی علی رسول الله صلی الله عليه و سلم،حديث نمبر3010)

ہدیۂ درود میزان میں سب سے وزنی عمل

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود وسلام پیش کرنا یہ وہ حکم الٰہی ہے کہ اللہ تعالی نے نہ صرف بندوں کو اس کا حکم فرمایا بلکہ وہ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، اسی لئے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے امت کو پیام دیا کثرت سے درود شریف کا اہتمام کریں' کیونکہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں درود پیش کرنا میزان میں سب سے زیادہ وزنی عمل ہے، سفر معراج کے موقع پر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ملاحظہ فرمایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرما رہے ہیں اور ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نظر میں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ تو انہوں نے یہی عرض کیا کہ ہدیۂ درود ہی بہتر عمل اور نامۂ اعمال میں سب سے اہم چیز اور قیمتی ذخیرہ ہے، جیسا کہ ''نزہۃ المجالس'' میں روایت ہے:

عن النبی صلی الله عليه وسلم دخلت الجنة ليلة أسری بی فاستقبلنی حمزة بن عبد المطلب فسألته أی الأعمال أفضل	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ شب معراج جب میں جنت میں داخل ہوا تو حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے میرا استقبال کیا، میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جس کو سب سے زیادہ فضیلت والا، اللہ تعالی کے دربار میں محبوب ترین اور میزان میں

وأحب إلى الله واثقل في الميزان فقال الصلاة عليك والترحم على أبي بكر وعمر.	سب سے زیادہ وزنی سمجھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کی خدمت میں درود پیش کرنا اور آپ کی شان وعظمت بیان کرنا، نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں خدائے تعالی سے درخواست رحمت کرنا۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس، باب مناقب أبي بكر وعمر جميعا رضي الله عنهما، ج1، 348)

جنت میں اعلی مقام پر فائز

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت بافیض وصحبت بابرکت سے جنت کے اعلی مقامات پر فائز فرمایا، جیسا کہ ابھی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے سفر معراج کے موقع پر جنت میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا، اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "مستدرک "اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "جامع الاحادیث" میں روایت ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : دخلت الجنة البارحة فنظرت فيها فإذا جعفر يطير مع الملائكة ،	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ شب جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ (حضرت) جعفر (رضی اللہ تعالی عنہ) جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کررہے ہیں،

وإذا حمزة متكئ على سرير.	اور (حضرت) حمزہ (رضی اللہ تعالی عنہ) ایک عظیم تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم،ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب،حديث نمبر4878۔جامع الأحاديث للسيوطی،حديث نمبر12265)

آسمانوں میں آپ کا مبارک تذکرہ

برادران اسلام! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت کے بیان اور آپ کے مبارک تذکرہ کو اللہ تعالی نے یہ رفعت وعظمت اور قبولیت وبلندی عطا کی ہے کہ آپ کا تذکرہ صرف زمین والے ہی نہیں کرتے بلکہ آسمان والے بھی آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے:

قالوا : لما أصيب حمزة جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : لن أصاب بمثلك أبدا ، ثم قال لفاطمة ولعمته صفية رضى الله عنهما : أبشرا أتانى جبريل عليه الصلاة والسلام ، فأخبرنى أن حمزة	حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے فرمایا: جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمانے لگے: آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لئے کوئی اور صدمہ نہیں ہوسکتا، پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا: خوش ہوجاؤ! ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ یقیناً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک

مــكـتــوب فــي أهــل	آسمان والوں میں لکھا ہوا ہے:"حــمــزة بن
الســمـاوات حـمـزة بن	عـبــد الــمـطـلـب أسـد الـلـه وأسـد
عبـد الـمطلب أسد الله	رسوله "سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اللہ اور اس
وأسد رسوله.	کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب، حديث نمبر ،حديث نمبر4869)

برادران اسلام! غزوۂ احد میں چونکہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمی ہوئی، اسی لئے بہ اختصار اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی شہادت کا واقعہ ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے:

غزوۂ احد

غزوۂ احد 3ھ میں واقع ہوا۔''اُحُد'' مدینہ طیبہ کے ایک وسیع پہاڑ کا نام ہے ،جس کے متعلق نبی برحق صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَـذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. یہ (اُحُد) وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(صحيح البخاری ،كتاب المغازی،باب احد يحبنا و نحبه ،حديث نمبر4083)

یہ حق و باطل کا معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہوا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے کاروان حق کی تعداد سات سو (700) تھی ،جس میں صرف سو (100) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم زرہ پوش تھے، اور قریش کا لشکر تین ہزار (3000) افراد پر مشتمل تھا، جن میں سات سو (700) افراد زرہ پوش تھے۔حق وصداقت کی راہ

میں جام شہادت نوش کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر (70) تھی، جبکہ باطل پرستوں کے تیس (30) افراد جہنم رسید ہوئے۔

سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ:

غزوۂ احد میں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مکمل شجاعت و جواں مردی کے ساتھ اہل مکہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ ہند بنت عتبہ کے وحشی نامی ایک حبشی غلام جو ماہر نشانہ باز تھے اور وہ دونوں اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، چنانچہ ان سے ہندہ نے کہا: اگر تم جنگ میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کردو تو تمہیں آزاد کردیا جائے گا، وہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مسلسل تعاقب کررہے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے کہ جیسا ہی موقع ملے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر نشانہ لگائیں گے۔ وہ ایک مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے، جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے چھپ کر آپ رضی اللہ عنہ پر ایک نیزہ سے وار کیا جو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف مبارک سے ہوکر پشت مبارک سے نکل گیا۔ اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ پھر ہندہ نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی اور آپ کا شکم مبارک چاک کرکے اس سے جگر کو نکالا اور چبا کر نگلنا چاہا لیکن وہ نگل نہ سکی۔ واضح رہے کہ بعد میں حضرت وحشی اور حضرت ہندہ دونوں کو نعمت اسلام سے سرفرازی ہوگئی! رضی اللہ عنہما۔

امام حاکم نے ''مستدرک'' میں روایت کی ہے

حمزة بن عبد المطلب	حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی
وقتل يوم أحد وهو ابن	شہادت اُحُد کے دن ہوئی اس وقت آپ

أربع وخمسين. کی عمر مبارک چوپن (54) سال تھی۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم ،ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب ، حديث نمبر4880)

نیکیاں کرنے والے اور مصیبتوں کو دور کرنے والے

حضرات! جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید رنج وملال کا اظہار فرمایا اور نہایت غمگین ہوگئے یہاں تک کہ آپ کی چشمان مقدس سے آنسو رواں ہوگئے اور جب حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھائی تو ہر شہید کی نماز جنازہ کے ساتھ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، اس لحاظ سے آپ کو یہ اعزاز وامتیاز حاصل ہے کہ ستر مرتبہ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی' چنانچہ شرح مسند ابوحنیفہ، ذخائر عقبی اور سیرت حلبیہ میں روایت ہے:

وعن ابن شاذان من حديث ابن مسعود رضي الله عنه : ما رأينا رسول الله صلى الله عليه وسلم باكيا قط أشد من بكائه على حمزة رضي الله عنه وضعه في القبلة ، ثم وقف على جنازته ، وأنحب حتى نشغ، أى شهق ، حتى بلغ به لغشى من البكاء يقول

حضرت ابن شاذان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی اتنا اشک بار نہیں دیکھا جتنا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اشک بار ہوئے، آپ نے انہیں قبلہ کی جانب رکھا ، پھر آپ جنازہ کے سامنے قیام فرما ہوئے، آپ اس قدر اشک بار ہوئے کہ سسکیاں بھی لینے لگے، قریب تھا کہ رنجیدگی کے سبب آپ پر بیہوشی طاری ہوجائے، آپ یہ فرماتے جاتے:

یـا حمزة یا عم رسول الله وأسد رسوله : یـا حمزة یا فاعل الخیرات ، یا حمزة یا کـاشف الـکرب ، یا حمزة یا ذاب عن وجه رسول الله صـلـی الـلـه علیـه وسلم ، وکـان صلی الله تعالی علیه وسـلم إذا صلی علی جنازة ، کبـر عـلیهـا أربعـا .وکبر علی حمزة سبعین تکبیرة ، رواه البغوی فی معجمه .	اے حمزہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا، اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر! اے حمزہ ! اے نیکیوں کو انجام دینے والے! اے حمزہ ! اے مصیبتوں کو دور کرنے والے! اے حمزہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے دفاع کرنے والے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز جنازہ ادا فرماتے تو چار مرتبہ تکبیر فرماتے اور آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر (70) مرتبہ تکبیر کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔امام بغوی نے اس روایت کو اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔

(شـرح مسـنـد أبی حنیفة، ج 1، ص 526۔ ذخـائـر الـعقبی۔ ج 1 ، ص : 176۔ السیـرة الحلبیة، ج 4، ص 153۔سـمـط الـنجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی، ج 1، ص 161۔ المواهب اللدنیة مع شرح الزرقانی۔)

عظمت وفضیلت

برادران اسلام ! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جو اندوہناک واقعہ پیش آیا اور حق تعالی نے آپ کو جو سرفرازی اور فضیلت عطا فرمائی ، اس کا تذکرہ مختلف کتب حدیث وکتب تاریخ میں ملتا ہے؛ چنانچہ مستدرک علی الصحیحین اور امام طبرانی کی

معجم اوسط وغیرہ میں روایت ہے:

عن علی قال : إن أفضل الخلق یوم یجمعھم الله الرسل ، وأفضل الناس بعد الرسل الشھداء ، وإن أفضل الشھداء حمزة بن عبد المطلب	حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جس دن اللہ تعالی تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا ان میں سب سے افضل انبیاء ومرسلین ہی رہیں گے اور رسولوں کے بعد سب سے افضل شہداء کرام ہوں گے اور یقیناً شہداء کرام میں سب سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ ہونگے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب،حديث نمبر: 4864۔المعجم الأوسط للطبرانی، حديث نمبر: 930۔ جامع الأحاديث للسيوطی،حديث نمبر:4003۔كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال،كتاب الفضائل من قسم الأفعال،باب فضائل الصحابة مفصلا مرتبا على ترتيب حروف المعجم،حرف الحاء ،حمزة رضی الله عنه،حديث نمبر:36937)

سید الشہداء ہونے کا شرف

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت سے متعلق ارشاد فرمایا کہ آپ شہداء امت کے سردار ہیں، جیسا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت کی ہے:

عن جابر رضی الله عنه ، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :سيد الشھداء	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: حمزہ بن عبد المطلب

حــمــزــة بـن عبـد المطلب ، ورجل قام إلـى إمـام جائر فأمره ونهاه فقتله .	تمام شہیدوں کے سردار ہیں اور ایک وہ ہستی بھی سید الشہداء ہے جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا پرچم بلند کرے اور اسے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہ بادشاہ اسے شہید کردے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب ، حديث نمبر4872)

نیز اس روایت کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے نقل کیا ہے۔

(المعجم الأوسط للطبراني،باب العين من اسمه على،حديث نمبر:4227)

لقب ''سید الشہداء'' سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

حضرات! یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حدیث مبارک میں سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا ہے،تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو سید الشہداء کیوں کہا جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی سید الشہداء ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی سید الشہداء ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی سید الشہداء فرمایا اور اس ہستی کو بھی سید الشہداء کے لقب سے ممتاز کیا جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کو پیش کرے اور باطل کے خلاف آواز اٹھائے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کرے، چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے ظالم وجابر حاکم یزید پلید کے خلاف آواز اٹھائی اور حق کا پیام پہنچایا اور آپ کو اس ظالم نے شہید کروادیا،لہذا اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت امام حسین

رضی اللہ عنہ کو بھی سید الشہداء کہا جاتا ہے اور دونوں حضرات کا اپنی اپنی شان کے لحاظ سے سید الشہداء ہونا حدیث شریف کی روشنی میں حق وصداقت پر مبنی ہے۔

شہداء احد کی فضیلت

برادران اسلام! غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی خصوصی حیات سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے انہیں جنت میں امتیازی مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کررہے ہیں جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث شریف ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَشْرَبِهِمْ وَمَأْكَلِهِمْ وَحُسْنَ مُنْقَلَبِهِمْ قَالُوا يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُونَ بِمَا

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب "احد" میں تمہارے بھائی شہید ہوگئے تو اللہ تعالی نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھا، وہ حضرات سیرابی کے لئے جنت کی نہروں پر آتے ہیں، وہ جنت کے پھل تناول کرتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سونے کی قندیلوں میں آرام کرتے ہیں، جب انھوں نے اپنے کھانے اور مشروبات کی خوشبو کو پایا اور اپنے بہترین ٹھکانہ کو دیکھے تو کہنے لگے: اے کاش! ہمارے بھائی بھی جان لیتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے لئے کیا کیا نعمتیں تیار کررکھی

صَنَعَ اللّٰهُ لَنَا لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوا عَنِ الْحَرْبِ .فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ عَلٰى رَسُولِهِ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ......).

' تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور میدان جنگ سے پیچھے نہ ہٹیں۔تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:تمہاری جانب سے یہ خوش خبری میں ان تک پہنچاتا ہوں! پھراللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ .(ترجمہ:اور جو لوگ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک زندہ ہیں اوران کورزق مل رہا ہے۔)

(سورۃ ال عمران، 169۔مسند الامام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، حدیث نمبر2430)

شہداء احد کی زیارت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ کی مداومت

حضرات! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ آپ ہرسال اہتمام کے ساتھ شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لیجایا کرتے اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد آپ کی اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ،سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے اپنے دورِخلافت میں ہرسال پابندی کے ساتھ شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے،سیدنا علی مرتضی رضی للہ عنہ کے دورِخلافت میں چونکہ

آپ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تھا اسی لئے آپ کا قیام کوفہ میں تھا، چنانچہ آپ کے بارے میں اس معمول کا تذکرہ نہ ملنے کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ تفسیر روح المعانی، تفسیر قرطبی، تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں روایت ہے:

وأخرج ابن جرير عن محمد بن إبراهيم قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي قبور الشهداء على رأس كل حول فيقول: (سلام عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عقبى الدار) وكذا كان يفعل أبو بكر . وعمر .وعثمان رضي الله تعالى عنهم .	حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کی ابتداء میں شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لاتے اور فرماتے: "سلامتی ہو تم پر کیونکہ تم نے صبر کیا، تو کیا ہی اچھا آخرت کا گھر ہے" اور اسی طرح ہر سال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ بھی زیارت کیا کرتے۔

(تفسير القرطبى، ج9،ص312۔روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى۔الدر المنثور فى التأويل بالمأثور۔تفسير ابن كثير۔السيرة النبوية لابن كثير، ج3،ص90۔ مغازى الواقدى،دفن شهداء احد، ج1، 311)

حضرات! ماہ شوال المکرّم کی مناسبت سے آج غزوۂ احد کا تذکرہ کیا گیا اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل ومناقب بیان کئے گئے، اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ جو کچھ ہم نے کہا اور سنا ہے اسے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

توسل سے قبول فرمائے اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت مبارکہ کی روشنی سے ہماری تاریک زندگیوں کو روشن و منور کرے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

کلامِ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ

رہے خوب لطف و کرم پہلے پہلے
عدم میں بھی تھے محترم پہلے پہلے

یہاں آتے ہی رو دیا بے تکلف
جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے

کنارے تعلق کی پابندیوں سے
تھے آزاد شکل عدم پہلے پہلے

نہیں جانتے تھے جہاں میں کسی کو
مگر ایک اپنے کو ہم پہلے پہلے

ہمارے لئے اب غذا وہ بنی ہے
جسے ہم سمجھتے تھے سَم پہلے پہلے

ہوا نے کیا ہم کو برباد انوؔر
وگرنہ تھے ثابت قدم پہلے پہلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر حاضر کے تناظر میں علم کی اہمیت وافادیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ .صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ .

برادران اسلام !ماہ شوال میں چونکہ دینی مدارس وجامعات کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے،اسی مناسبت سے آج کتاب وسنت کی روشنی میں علم کی اہمیت اور فضیلت سے متعلق کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

تعلیم ہر بلندی کا زینہ اور ہر ترقی کا ذریعہ ہے،ہر دور میں وہی قوم اور وہی جماعت کامیاب رہی جس نے اپنے آپ کو تعلیم سے وابستہ رکھا،درحقیقت ظاہری ترقی اور باطنی عروج علم ہی سے متعلق ہے۔تعلیم سے خود علم حاصل کرنے والا ترقی کرتا ہے اور معاشرہ کے لئے بھی ترقی کی راہیں کھلتی ہیں۔تعلیم کے ذریعہ انسان ترقی وعروج کی منزلیں طئے کرتا ہوا اوجِ ثریا پر پہنچتا ہے تعلیم کے ذریعہ ہر میدان میں شہسواری کرتا ہے ہوائی جہاز وراکٹ کی ظاہری پرواز بھی تعلیم کے بغیر نہیں ہوسکتی اور روحانی وحقیقی پرواز کے لئے بھی تعلیم ضروری ہے،تعلیم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث اور ان کا پیغام ہے،تعلیم ایک ایسا انقلاب ہے جس کے ذریعہ افراد اور اقوام کی تقدیر سنورتی ہے،

تعلیم کی وجہ سے تہذیب وتمدن کا وجود ہے،اس کے ذریعہ طبیعت شائستہ ہوتی ہے، جذبات واحساسات پاکیزہ ہوتے ہیں اورمزاج سنجیدہ ہوتا ہے،اُسی کے اثر سے ابلیسی قوتیں،شیطانی طاقتیں اورطاغوتی خیالات نیست ونابود ہوتے ہیں۔

دین اسلام نے دینی اورعصری تمام قسم کے علوم حاصل کرنے کی حد درجہ تاکید فرمائی ہے،اسلام علم کی راہ میں کسی ایک مقام پرر کے رہنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ لمحہ بہ لمحہ اس میں ازدیادو اضافہ چاہنے کا حکم دیتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالی نے علم میں اضافہ وترقی مزید کی دعا کرنے کا حکم فرمایا:

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا . اورآپ عرض کیجئے:اۓ میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔

(سورۃ طٰہٰ،آیت: 114)

پہلی وحی،تحصیل علم سے متعلق

دین اسلام میں تعلیم کونہایت درجہ اہمیت دی گئی ہے،سب سے پہلی وحی علم حاصل کرنے سے متعلق نازل ہوئی،ارشادالٰہی ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

(سورۃ العلق ،آیت:1)

حضرات!اس آیت کریمہ پرغورفرمائیں! یہاں پڑھنے کا توحکم ہے لیکن کیا پڑھا جائے اس کا متعین طور پر ذکرنہیں فرمایا اسی طرح پیدا کرنے کا توذکر ہے لیکن کس کو پیدا کیا اس پہلی آیت میں اس کی تصریح نہیں فرمائی۔نہ ''اِقْرَأْ'' کا مفعول مذکور ہےاور نہ ''خَلَقَ'' کا مفعول مذکور،اس اسلوب کلام سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی

ارض وسماء، شمس وقمر، کواکب وانجم، کل کائنات کا خالق ہے۔ لہٰذا علم وقراءت تحقیق وریسرچ کا موضوع بھی کائنات پست وبالا کی ہر ہرشی ءکو بنایا جائے گویا انسان کو یہ اشارہ دے دیا گیا کہ وہ طلب علم کی راہ میں ہر موضوع پر دسترس حاصل کرنے کی سعی مسلسل کرتا رہے تا کہ معرفت خداوندی کی نعمت لازوال سے بہرہ مند ہو سکے، ہمیں دنیوی علوم سے اعراض کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے مدارس اسلامیہ میں بھی علم ریاضی، علم فلکیات اور دیگر وہ علوم جو ہمارے دین کے لئے مدو معاون ہیں پڑھائے جاتے ہیں۔ جب تک ہمیں چاند وسورج کی گردش کا علم نہیں ہوگا تب تک اوقات نماز، اوقات سحر وافطار کا تعین کس طرح ممکن ہوگا؟ بغیر ریاضی میں مہارت کے ترکہ کی تقسیم ممکن نہیں۔ لہٰذا ہر وہ علم جو ہمارے دین کے لئے معاون اور لوگوں کے نفع کا باعث ہوگا وہ ضرور مطلوب ہی ہوگا۔ لیکن محض اشیاء وآثار میں کھو کر خالق و مالک سے غافل ہو جانا بندہء مومن کی شان نہیں، بقول شاعر

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

قرآن کریم علوم اولین وآخرین کا سرچشمہ ہے

حاضرین باتمکین، اللہ کریم نے صرف ہمیں حصول علم کا حکم نہیں فرمایا بلکہ قرآن کریم کی صورت میں ایک علم کا ناپیدا کنار سمندر بھی عطا فرمایا کہ جس کی وسعتوں میں اولین و آخرین کے سارے علوم جمع ہیں، کوئی خشک وتر اس کے دائرے سے باہر نہیں۔ چنانچہ رب کریم کا ارشاد ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ہر خشک وتر کا بیان کتاب مبین میں ہے۔

(سورۃ الانعام، آیت:59)

تمام علوم کو اس میں جمع فرما کر ہمیں اس سے استفادہ کا حکم فرمایا۔

قرآن کریم سیکھنے کی فضیلت

حضرات! قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا، جس کی ہر آیت اور ہر حرف میں مخلوق کے لئے ہدایت ہے، اس کلام مبارک کے ہر حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کی بشارت دی گئی، نیز سب سے بہتر شخص اسی کو قرار دیا گیا جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عُثْمَانَ رَضِی اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن ،باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه .حدیث نمبر 5027)

قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی برکت صرف دنیا کی حد تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی بندہ اس کی برکت سے مالا مال کیا جاتا ہے، قبر میں بھی اس کے ساتھ عزت واکرام کا معاملہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :یَا أَبَا هُرَیْرَةَ عَلِّمِ النَّاسَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ!

الْقُرْاٰنَ وَتَعَلَّمْهُ فَإِنَّکَ اِنْ مُتَّ وَأَنْتَ کَذٰلِکَ زَارَتِ الْمَلَائِکَةُ قَبْرَکَ کَمَا یُزَارُ الْبَیْتُ الْعَتِیْقُ.	لوگوں کوقرآن سکھاتے رہواور سیکھتے رہو، کیونکہ اسی حال میں اگر تمہیں موت آجائے تو فرشتے تمہاری قبر کی اس طرح زیارت کریں گے جیسے کعبۃ اللہ شریف کی زیارت کی جاتی ہے۔

(جامع الاحادیث للسیوطی،مسند أبی هریرة،حدیث نمبر: 4265 ۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ،حرف العین کتاب العلم من قسم الأفعال،باب فی فضله والتحریض علیه،حدیث نمبر:29377)

حافظ قرآن کی فضیلت

حافظ قرآن کے فضائل میں کئی ایک احادیث شریفہ وارد ہیں دسویں صدی ہجری کے محدث جلیل علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب ''کنز العمال'' میں حافظ قرآن کی فضیلت سے متعلق متعدد احادیث وروایات نقل کی ہیں:

حامل القرآن حامل رایة الإسلام ومن اکرمه فقد اکرم الله ومن اهانه علیه لعنة الله. (فر عن ابی امامة).	حافظ قرآن اسلام کے جھنڈے کو اٹھانے والا ہےاور جس شخص نے اس کی تعظیم کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(کنز العمال الباب السابع: فی تلاوۃ القرآن وفضائله الفصل الاول: فی فضائله فی فضائل تلاوۃ القرآن حدیث نمبر:2294)

نیز مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ	سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضرت نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ	اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے
وَسَلَّمَ قَالَ يُقَالُ	ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حافظ
لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ	قرآن سے کہا جائے گا: قرآن کریم پڑھتا جا
وَارْقَ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ	اور درجہ بہ درجہ چڑھتا جا اور ترتیل کے ساتھ
تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ	تلاوت کر جس طرح تو دنیا میں تلاوت کرتا تھا
مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ	کیونکہ تیرا مقام آخری آیت کے پاس ہے جس
تَقْرَؤُهَا.	کو تو پڑھے گا۔

(مسند احمد، حدیث نمبر: 6508)

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

(علامہ اقبال)

علم حدیث شریف حاصل کرنے کی برکت

حضرات! قرآن کریم اور حدیث شریف قانون اسلام کی بنیاد واساس ہیں، قرآن کریم ایک جامع قانون اور دستور الٰہی ہے، جس کی تفصیل، تشریح وتوضیح احادیث مبارکہ کے ذریعہ ملتی ہے، قرآن کریم میں نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے، روزوں کی فرضیت کا ذکر ہے، حج کا حکم دیا گیا ہے لیکن واضح طور پر نمازوں کی تعداد و اوقات، رکعتوں کا تعین، زکوۃ کے نصاب کی مقدار، روزے کے مستحبات ومباحات، مکروہات ومفسدات نیز مناسک حج وعمرہ بیان نہیں کئے گئے بلکہ یہ ساری تفصیلات اللہ تعالی نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ فرمادی۔

آپ کے فرامین وارشادات قانون کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کا ہر قول وفعل شریعت کا درجہ رکھتا ہے، حدیث شریف کی خدمت کرنے والوں کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خصوصی دعا فرمائی جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ.

حضرت عبد الرحمٰن بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی خوش حال رکھے اس شخص کو جو ہماری کوئی حدیث سنے اوراسے دوسروں تک پہنچادے۔

(سنن ابن ماجه، مقدمة، باب من بلغ علما، حديث نمبر:238)

خدمت حدیث میں مشغول رہنے والے حضرات کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ وجانشین قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:" اَللَّهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ: وَمَنْ خُلَفَاؤُکَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَأتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں جلوہ گر ہوئے اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! میرے جانشینوں پر رحم فرما! صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے جانشین وخلفاء کون ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے جانشین وہ ہیں جو میرے بعد

وَيَــرْوُوْنَ أَحَـــادِيْثِــيْ وَيُـعَـلِّـمُـوْنَهَــا النَّـاسُ ". طس.	آ ئیں گے اور میری احادیث کی روایت کرینگے اور لوگوں کو اس سے روشناس کرائیں گے۔(معجم اوسط طبرنی)

(کنز العمال ، کتاب العلم باب فی آداب العلم والعلماء ،حدیث نمبر:29488)

چالیس احادیث یادکرنے پرشفاعت کی بشارت

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس احادیث یادکرنے والے شخص کے لئے خصوصی بشارت عطا فرمائی ہے' جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت نقل کی ہے:

مـن حفظ على أمتي أربعين حـديثًا مـن السـنة كنت له شـفيـعًا وشهيدًا يوم القيامة (ابـن عـدى ، وابن النجار ، والـرافعـي عن ابن عباس . ابـن الـجوزى فى العلل عن ابن عمر)	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری امت کا جوفرد میرے معمولات میں سے چالیس حدیثیں یادکرے تو بروز قیامت میں اس کی شفاعت کرنے والا اور اللہ تعالی کے دربار میں اس کے ایمان کی گواہی دینے والا رہوں گا۔

(جامع الأحاديث للسيوطى،حرف الميم،حديث نمبر22048)

اسی طرح کی ایک اورروایت امام بیہقی نےشعب الایمان میں نقل کی ہے:

عَـنْ أَبِـيْ هُـرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نےفرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ :مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْمَا يَنْفَعُهُمْ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ بُعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعِيْنَ دَرَجَةً ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ .

علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری امت کے جس شخص نے چالیس احادیث یاد کی جوانہیں ان کے دین کے معاملہ میں نفع دینے والی ہوں تو ایسا شخص قیامت کے دن علماء کے ساتھ اٹھایا جائے گا،اور عالم کی فضیلت عابد(عبادت کرنے والے)پرستر درجہ زیادہ ہے،اللہ تعالی ہی بہتر جانتاہے کہ ہر درجہ کے درمیان کتنی بلندی ہے۔

(شعب الإیمان للبیھقی، السابع عشر من شعب الإیمان وھو باب فی طلب العلم حدیث نمبر1684)

علم فقہ سیکھنے کی برکت

حضرات !علم فقہ کوئی نیا علم نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے مجموعہ اور دین کی سمجھ بوجھ کا نام ہے،اس کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّين. — چاہئے کہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں۔

(سورۃ التوبۃ،آیت:122)

اللہ تعالی علم فقہ کی دولت سے انہی بندوں کو نوازتا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالی خصوصی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے،جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا:اللہ تعالی جس شخص کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے،اوراس کے سوانہیں کہ میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اوراللہ تعالی عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین، حدیث نمبر71)

امام اعظم اور طلب علم کا اشتیاق

برادران اسلام! آج علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں کافی سہولتیں میسر آئی ہیں، کتابیں طبع شدہ ہیں، مدارس و جامعات قائم ہیں، اس کے برخلاف گزشتہ صدیوں میں اتنی سہولتیں اور آسانیاں نہیں تھیں، تحصیل علم کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کیا جاتا تھا، اگر کسی کو معلوم ہوجاتا کہ فلاں صاحب کے پاس حدیث شریف ہے تو مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے اسے حاصل کرتے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد محترم کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے گئے، وہاں آپ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ حدیث شریف بیان فرمارہے ہیں، تو آپ نے فوراً اپنے والد محترم سے درخواست کی کہ آپ کو ان کی خدمت میں پیش کریں، کثیر مجمع کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ حصول علم اور صحابی جلیل کے چہرۂ مبارک کے دیدار کے اشتیاق میں آگے بڑھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر براہ راست ان سے حدیث شریف سننے کی سعادت حاصل کی جیسا کہ مسند ابو حنیفہ میں روایت ہے:

عن أبی یوسف قال : سمعت أبا حنیفة رحمه الله یقول : حججت مع أبی سنة ثلاث وتسعین ولی ست عشرة سنة	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے سنہ ترانوے(93)ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور اس وقت میری عمر سولہ(16)

فـإذا شيـخ قـد اجتـمع النـاس عـليـه فقلت لأبـي:مـن هذا الشيخ ؟ فـقـال : هـذا رجـل قد صـحب النبی صلى الله عـليه وسلم يقال له عبد الـلـه بـن الـحـارث بن جـزء، فقلت لأبی :فأی شـــیء عـنـده ؟ قـال : أحاديث سمعها من رسول الـلـه صلى الله عليه وسلم فـقلت لأبی: قـدمنی إليه حتی أسمع منه، فتقدم بين يـدی وجـعـل يفرج الناس حتـی دنـوت مـنه فسمعته يـقول : قـال رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم : من تـفقه فی دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث

سال تھی، میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ شخصیت تشریف فرما ہیں، جن کے اردگرد لوگ حاضر ہیں، یہ دیکھ کر میں نے اپنے والد محترم سے عرض کیا کہ یہ بزرگ صاحب کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ مرد مؤمن ہیں جنہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا ہے، انہیں ''عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالی عنہ'' کہا جاتا ہے۔ تو میں نے اپنے والد سے کہا: ان کے پاس کیا ذخیرہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: ان کے پاس وہ احادیث ہیں جن کو انہوں نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، تو میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا: مجھے ان کی خدمت میں پیش کیجئے تا کہ میں ان سے کچھ سنوں، تو وہ آگے بڑھے اور لوگوں کے درمیان راستہ بنانے لگے یہاں تک کہ میں ان سے قریب ہوگیا اور میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دین میں سمجھ حاصل کرے تو اللہ تعالی اس کی فکر ومصیبت کو دور کردیتا ہے اور اس کو ایسے مقام سے رزق عطا فرماتا

لا یحتسب قال أبو	ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا ہے'' حضرت ابو
عمر : ذکر محمد بن	عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حضرت محمد بن
سعد کاتب الواقدی أن	سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو امام واقدی کے کاتب ہیں
أبا حنیفة رأی أنس بن	انہوں نے بیان کیا ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رحمۃ
مالک ، وعبد الله بن	اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
الحارث بن جزء	اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جز زبیدی رضی اللہ
الزبیدی .	عنہ کو دیکھا ہے۔

(مسند أبی حنیفة،روایته عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبیدی ،حدیث نمبر1)

فضیلت علم پر مشتمل جامع فرمان عالی شان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرامین عالیہ کے ذریعہ بے شمار مقامات پر علم کی فضیلت کو اجاگر فرمایا: ایک روایت میں آپ نے علم کے تقریباً پینتیس "35" فوائد بیان فرمائے ہیں، آپ کا وہ فرمان عالی شان ملاحظہ ہو:

وَقَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:	اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ فَإِنَّ تَعَلُّمَهُ لِلّٰهِ	فرمایا: علم سیکھا کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی
حَسَنَةٌ وَطَلَبَهُ عِبَادَةٌ وَمُذَاکَرَتَهُ	خاطر علم سیکھنا نیکی ہے، اس کا حاصل کرنا عبادت
تَسْبِیْحٌ وَالْبَحْثَ عَنْهُ جِهَادٌ	ہے، آپس میں علمی گفتگو کرنا اللہ تعالیٰ کی تسبیح
وَتَعْلِیْمَهُ لِمَنْ لَّا یَعْلَمُهُ صَدَقَةٌ	کرنے کے درجہ میں ہے، علم میں تحقیق کرنا جہاد
وَبَذْلَهُ لِأَهْلِهِ قُرْبَةٌ لِأَنَّهُ مَعَالِمُ	کے برابر ثواب رکھتا ہے، بے علم شخص کو تعلیم دینا
الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَمَنَارُ	نیکی اور صدقہ ہے، اور علم کو اس کے اہل پر خرچ

سَبِيْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَهُوَ الْأَنِيْسُ فِيْ الْوَحْشَةِ وَالصَّاحِبُ فِيْ الْغُرْبَةِ وَالْمُحَدِّثُ فِيْ الْخَلْوَةِ وَالدَّلِيْلُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالْمُعِيْنُ عَلَى الضَّرَّاءِ وَالسِّلَاحُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَالزَّيْنُ عِنْدَ الْأَخِلَّاءِ يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهِ أَقْوَامًا فَيَجْعَلُهُمْ لِلْخَيْرِ قَادَةً وَأَئِمَّةً يُقْتَفٰى آثَارُهُمْ وَيُقْتَدٰى بِأَفْعَالِهِمْ وَيُنْتَهٰى إِلَى رَأْيِهِمْ تَرْغَبُ الْمَلَائِكَةُ فِيْ خُلُقِهِمْ وَتَمْسَحُهُمْ بِأَجْنِحَتِهَا يَسْتَغْفِرُ لَهُمْ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَحِيْتَانُ الْبَحْرِ وَهَوَامُّهُ وَسِبَاعُ الْبَرِّ وَأَنْعَامُهُ لِأَنَّ الْعِلْمَ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ مِنَ الْجَهْلِ وَمَصَابِيْحُ الْأَبْصَارِ

کرنا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے کیونکہ علم حلال وحرام سے واقفیت کا وسیلہ ہے، وہ اہل جنت کے راستہ کا مینار ہے، اور علم وحشت وتنہائی میں مونس وغمگسار ہے، سفر میں بہترین ساتھی ہے، تنہائی میں گفتگو کرنے والا ہے، وہ خوش حالی میں رہنما اور تنگدستی میں مددگار ہے، دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے اور دوستوں کے درمیان زینت ہے۔ علم کے سبب اللہ تعالی کچھ افراد کو رفعت وبلندی عطا فرماتا ہے اور انہیں خیر وبھلائی کے کاموں میں ایسا قائد وامام بناتا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے، ان کے طریقہ کو اپنایا جاتا ہے، اور ان کی رائے کو قول فیصل مانا جاتا ہے۔ فرشتے ان کے اخلاق کو پسند کرتے ہیں اور اپنے پروں کو ان کے لئے بچھاتے ہیں، ہر خشک وتر ان کے حق میں بخشش کی دعا کرتے ہیں، سمندر کی مچھلیاں اور جانور اور خشکی کے درندے اور چوپائے ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں؛ کیونکہ علم جہالت میں رہنے والوں کے حق میں دلوں کو زندگی بخشنے والا ہے،

مِنَ الظُّلَمِ يَبْلُغُ الْعَبْدُ مِنَ	تاریکی میں رہنے والوں کے لئے نگاہوں کا چراغ
الْعِلْمِ مَنَازِلَ الْأَخْيَارِ	ہے۔بندہ علم کی برکت سے نیکوکاروں کے
وَالدَّرَجَاتِ الْعُلَا فِيْ الدُّنْيَا	مقامات پر پہنچتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلند
وَالْآخِرَةِ وَالتَّفَكُّرُ فِيْهِ	درجات پر فائز ہوجاتا ہے،اورعلم کے اندرغوروفکر
يَعْدِلُ الصِّيَامَ وَمُدَارَسَتُهُ	کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے،آپس میں بیٹھ کر
تَعْدِلُ الْقِيَامَ. بِهٖ تُوْصَلُ	پڑھنا رات میں قیام کرنے کے برابر ہے،اسی
الْأَرْحَامُ وَبِهٖ يُعْرَفُ	کے ذریعہ رشتوں کو جوڑا جاتا ہے،اسی کے ذریعہ
الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَهُوَ إِمَامُ	حلال وحرام کو جانا جاتا ہے،اور وہ عمل کی طرف
الْعَمَلِ وَتَابِعُهُ يُلْهِمُهُ	لے جانے والا اوراس کے ساتھ رہنے والا ہے،وہ
السُّعَدَاءُ وَيَحْرِمُهُ	نیک بختوں کو عطا کیا جاتا ہے اور بدبختوں کو اس
الْأَشْقِيَاءُ.	سے محروم رکھا جاتا ہے۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس،باب فضل العلم وأهله)

تحصیل علم کا مقصد

بندۂ مؤمن کا عمل اللہ تعالی کے دربار میں اسی وقت شرف قبولیت حاصل کرتا ہے جبکہ وہ عمل خالصۃً اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے انجام دیا گیا ہو،کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر موقوف ہے،جس طرح نیت ہوگی اس طرح ثواب ملے گا،اسی طرح علم حاصل کرنے کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ ہم اللہ تعالی اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے لئے علم حاصل کررہے ہیں،ہم اپنے علم کے مطابق عمل کریں گے اوراس علم کو دوسروں تک پہنچائیں گے،حق کے پیام کو عام کریں گے،سنجیدہ طریقہ سے

باطل کو ختم کرنے کی مکمل کوشش کریں گے۔

علوم دینیہ ہو کہ علوم عصریہ ہر ایک سے مقصود خدمت خلق کے ساتھ معرفت حق تعالی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ . پھر جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(سورة محمد، آیت: 19)

نیز اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ. ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ان کی ہر بڑی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت نکلتی تا کہ وہ دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) حاصل کرتی اور اپنی قوم کو ڈراتی جب وہ اس کے پاس لوٹتی تا کہ وہ لوگ ڈرنے والے ہو جاتے۔

(سورة التوبة، آیت: 122)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ينبغي ان يكون غرض المعلم الارشاد والانذار وغرض المتعلم اكتساب الخشية لا التبسط والاستكبار. معلم کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ طالب علم کو ہدایت ورہنمائی کا راستہ بتلائے بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے ڈرائے اور طالب علم کا کلیدی مقصد یہ ہو کہ ہمیشہ خداوند تعالی کا خوف اپنے دل میں رکھے، اس کا مقصود نہ سیر وتفریح ہو اور نہ بڑائی کا حصول۔

(روح المعانی، سورة التوبة-122)

تحصیل علم کا اولین مقصد اور انتہائی غرض یہی ہونی چاہئے کہ انسان دل کی سیپی میں خوف خدا کا موتی سموئے ہوئے رضائے الٰہی کا طلب گار اور خوشنودئ یزدانی کا خواستگار رہے، ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ.	یقیناً اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

(سورۃ الفاطر، آیت:28)

علم حاصل کرنے والا اپنے علم کے ذریعہ نہ شہرت وعزت طلب کرے اور نہ نام ونمود کی خواہش رکھے، نہ کوئی اور فاسد وکاسد مقصد پیش نظر رکھے' حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاسد اغراض کے لئے علم حاصل کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ ترمذی میں حدیث پاک ہے :

حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ .	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا میں نے حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اس غرض سے علم طلب کیا کہ اُس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جھگڑا کرے یا اپنے علم کے ذریعہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرلے تو ایسے شخص کو اللہ تعالی دوزخ میں داخل کرے گا۔

(جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا۔ حدیث نمبر2866)

نیز جامع ترمذی میں حدیث شریف ہے: حضرت شُفَی اصبحی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث پاک بیان کرنے کی درخواست کی، جب آپ نے حدیث شریف بیان کرنا شروع کیا تو آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آپ سسکیاں لیتے ہوئے بے ہوش ہوگئے، جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تمہیں وہ حدیث شریف بیان کرتا ہوں جسے میں نے اس مقام پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے، آپ پر متعدد مرتبہ غشی طاری ہوتی رہی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا: بروز قیامت تین اشخاص کو دربار الٰہی میں پیش کیا جائے گا، (1) وہ شخص جسے قرآن کا علم دیا گیا، (2) وہ شخص جو خدا کی راہ میں شہید کیا گیا، اور (3) مالدار شخص۔ پھر اللہ تعالی قاری قرآن سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہیں سکھایا جسے میں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا، وہ عرض کریگا، کیوں نہیں! ارشاد ہوگا: تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں شب وروز اس کی تلاوت کرتا رہا، ارشاد ہوگا: تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: تو چاہتا تھا کہ یہ کہا جائے ''فلاں شخص قاری ہے'' وہ تو تجھے کہہ دیا گیا۔ مالدار سے کہا جائے گا: کیا میں نے تجھے فراخی وخوشحالی نہیں دی تھی؟ یہاں تک کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا، وہ کہے گا: کیوں نہیں! ارشاد ہوگا: میری عطا کی ہوئی دولت سے تو نے کیا عمل کیا؟ کہے گا: میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا رہا، اور صدقہ کرتا رہا، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے، فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے، ارشاد ہوگا، تو یہ چاہتا تھا کہ کہا جائے ''فلاں بڑا سخی ہے'' اور وہ تو کہا جاچکا ہے، پھر شہید کو لایا جائے گا، پوچھا جائے گا کہ تو کس لئے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا: تو نے مجھے اپنے

راستہ میں جہاد کا حکم دیا ہے، اس لئے میں نے جہاد کیا: یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے، فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا ہے، اللہ تعالی فرمائے گا: تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں ''فلاں بہت بہادر ہے'' اور یہ بات کہی جا چکی ہے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! مخلوق خدا میں سب سے پہلے ان ہی تین اشخاص سے جہنم کو بھڑ کا یا جائے گا۔

(جامع الترمذی ،ابواب الزھد، باب ما جاء فی الریاء والسمعة .حدیث نمبر:2557)

طلبہ جو علم حاصل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں' اپنے اوقات کو حصول علم کے لئے صرف کرتے ہیں وہ بطور خاص اخلاقی اقدار کے حامل ہوں ، ہر خوبی کے خوگر ہوں اور ہر بری صفت و مذموم عادت سے گریزاں ہوں ،طلبہ کو زیور علم سے اس لئے آراستہ نہیں کیا جاتا کہ وہ اعلی سندیں حاصل کریں اور لوگ انہیں تعلیم یافتہ کہیں ، بلکہ تعلیم اور تدریس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا ان کی گفتار و کردار اور طریقۂ کار کو دیکھ کر اخلاق کا درس حاصل کرے ،وہ مخلوق خدا کے لئے راہ اخلاق میں سنگ میل بنیں ،ان کا اخلاقی معیار سب کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہو۔

تعلیم نسواں اور اسلامی نظریہ

برادران اسلام! انسانی زندگی صرف مرد کے وجود سے مکمل نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ عورت شامل نہ ہو، عورت معاشرہ کا ایک اہم جزء ہے، عائلی ،معاشرتی اور گھریلو، تربیتی مسائل خواتین سے وابستہ ہیں اگر صرف مرد کی تعلیم کی طرف توجہ کی جائے اور اس معاملہ میں عورت کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ نہ صرف عورت پر ظلم ہوگا بلکہ معاشرہ

کا ایک بڑا حصہ ناخواندگی میں مبتلا، حصول تعلیم سے محروم اور مقاصد تعلیم سے بے بہرہ ہوجائے گا، اس لئے اسلام نے عورت کی تعلیم کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

دختران ملت دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم ہر دو میں حصہ لیکر باکردار خواتین کی حیثیت سے معاشرہ کے ظہر و بطن کی اصلاح کرسکتی ہیں، خواتین کی اصلاح کرنا، انہیں دینی، تعلیمی، اصلاحی ذمہ داریوں کا احساس دلانا، بچوں کی تربیت کا شعور پیدا کرنا، انہیں تعلیم یافتہ، باشعور بنانا اور اخلاقی خوبیوں سے آراستہ کرنا نہایت ضروری ہے، اس میں خواتین بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں پردہ کا مکمل اہتمام کرتے ہوئے اور حدود شرعی میں رہ کر سماجی خدمات بھی انجام دے سکتی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَسْقِي ، وَنُدَاوِي الْجَرْحَى ، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ .	حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور شہداء کو مدینہ طیبہ کی جانب لے جاتیں۔

(صحیح البخاری ، ج: 1، کتاب الجهاد ،باب مداواة النساء الجرحى فى الغزو، ص:403،حدیث نمبر:2882)

عہد نبوی میں باعظمت صحابیات زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں معرکوں میں پانی پلاتی تھیں اور مختلف امور انجام دیا کرتی تھیں۔

الحاصل عفت مآب دختران اور پاکدامن خواتین حجاب کو اپناتے ہوئے عصری علوم بھی حاصل کریں اور اندرونی وبیرونی ،معاشی ومعاشرتی، صنعتی فنون سے

آراستہ ہوں اور بالواسطہ و بلا واسطہ حسب ضرورت خدمات انجام دیں، اور علم طب کے شعبہ نسوانی امراض میں تخصص حاصل کریں اوراس کی اسپیشلسٹ بن جائیں۔

تعطیلات سے استفادہ کریں

برادران اسلام !انسان اپنی زندگی میں روزانہ کی مصروفیات کے باوجود کچھ فرصت بھی پاتا ہے ان فرصت کے لمحات میں اُسے کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی ایسے وقت آدمی چاہتا ہے کہ اُسے بہتر سے بہتر کام میں گذارے بعض افراد اپنا وقت بے فائدہ کاموں میں گذارتے ہیں عارضی طور پر شوق کی تسکین اور خواہش کی تکمیل ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ سے اُن کی صحت فکر اور طبیعت پر بُرا اثر مرتب ہوتا ہے سنیما بینی لہو ولعب ہنسی مذاق مخرب اخلاق مناظر میں یہ اپنا بیش قیمت وقت صرف کرتے ہیں اور اپنے لئے نقصان بھی مول لیتے ہیں جو امور شرعی طور پر ممنوع ہیں اُن کی قباحت تو واضح ہے غیر ممنوع اور مباح کھیل بھی اس قدر کھیلنا کہ ورزش کی حد سے بڑھ جائے اور آدمی کو غفلت میں مبتلا کردے ایک طالب علم کو اُس سے بھی اجتناب وگریز کرنا چاہئے۔

ارشاد نبوی ہے:**مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ.**

ترجمہ: بہترین مسلمان وہ ہے جو لایعنی عمل چھوڑ دے۔

(جامع الترمذی،ابواب الزهد، باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس ،باب ......حديث نمبر2487)

وقت کی دولت جس نے گنوائی
اس نے عزت کہیں نہ پائی

جس وقت تعلیم حاصل کی جارہی ہے اس زمانہ ء طالب علمی میں جوفرصت

وتعطیلات کے اوقات میسر آئیں ان کو بہتر طور پر گذارنے کے لئے اپنے آپ کو تعلیمی مشاغل میں مصروف رکھا جائے۔ جیسے گرمائی تعطیلات میں مختصر مدتی اسلامک اسٹڈیز کورسس کمپیوٹر کورسس اسپوکن انگلش کورسس اسپوکن عربک کورسس وغیرہ۔ طالب علم مستقبل میں اپنے مقررہ کاموں سے فارغ ہوکر جو لمحاتِ فرصت پائے انہیں بہتر طور پر گذارے جیسے قراءت قرآن کریم ،قرآن فہمی اور معلومات عامہ میں ازدیاد و اضافہ کرنے والے تعلیمی پروگرام وغیرہ سے استفادہ کرے۔

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کردے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کردے

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ معلم کتاب وحکمت ،قاسم علم ونعمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے ہمیں علم نافع کی دولت سے مالا مال فرمائے اور جو کچھ ہم نے سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

خوف وخشیت تقرب الٰہی کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! بندۂ مومن کا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہی معبود حقیقی ہے، وہی خالق و مالک ہے اور بڑائی وکبریائی اُسی کے لائق وسزاوار ہے، قدرت کاملہ اُسی کی صفت ہے، چنانچہ ایک بندہ کی اپنے مولی سے وابستگی اس کی بندگی کا حقیقی ثبوت ہے، اس پر اپنے آقا کی اطاعت اوراس کے احکام کی بجا آوری لازم ہے اوراپنے پروردگار سے ڈرنا اور خوف وخشیت رکھنا اس کے لئے انتہائی ضروری ہے، بارگاہ خداوندی میں خوف وخشیت کے ساتھ رہنے والوں سے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. اور جو اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا ہے اُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

(سورۃ الرحمن،آیت:46)

خوف وخشیت کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ کا ہر قول وعمل مرضئ الہی کے مطابق رہے، اس کی ہر حرکت وسکون منشأ خداوندی کے موافق رہے، وہ ہر آن اور ہر گھڑی اس خوف میں گزارے کہ اللہ تعالی کہیں اس کے کسی عمل سے یا اس کی کسی بات سے ناراض نہ ہوجائے۔

جب کوئی اس طرح خوف وخشیت کا خوگر ہوجاتا ہے تو اُسے ایسی ایسی نعمتیں دی جاتی ہیں کہ کسی جن وبشر نے گمان بھی نہ کیا ہوگا، اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی، جنت

میں خصوصی واعلی درجہ کی نعمتیں ہوں گی ، اُس کے لئے گھنے باغ ہوں گے ، بہتے چشمے ہوں گے ، تمام میووں کی دو دو قسمیں ہوں گی ، نظریں نیچی رکھنے والی یاقوت ومرجان جیسی حوران بہشت ہوں گی ، جنہیں کوئی انسان یا کوئی جن دیکھا اور نہ چُھوا ہوگا۔

صاحب رسالۂ قشیریہ حضرت عبد الکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ خوف کی اہمیت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد فرض اللہ سبحانہ علی العباد ان یخافوہ فقال تعالی: وخافون ان کنتم مومنین۔

یقیناً اللہ سبحانہ وتعالی نے بندوں پر فرض فرمایا ہے کہ وہ اس سے خوف کریں! چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: اور اگر تم مومن ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو!۔

(سورۃ ال عمران۔175)(الرسالۃ القشیریۃ،الفصل الاول،باب الخوف)

وعیدوں کے ذریعہ خدائے ذوالجلال کی تنبیہ

بندہ جب اپنے دل میں اللہ تعالی کا خوف رکھتا ہے تو اس کی عملی زندگی میں تقوی و پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے، اللہ رب العزت نے اپنے کلام مقدس میں جابجا اپنی ذات سے ڈرنے' خوف کرنے اور تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم فرمایا، حشر کے دن خسارہ اٹھانے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے سورۂ زمر میں حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ .

ان کے اوپر آگ کے سائبان ہونگے اور ان کے نیچے بھی آگ کے فرش ہونگے ، یہ (وہی عذاب ہے) جس سے اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو!

(سورۃ الزمر،آیت:16)

خوف خدا کی ایک عظیم مثال

حضرات! رب العالمین سے ڈرنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے بندے خدائے تعالی کے حکم کی بجا آوری کس طرح کرتے ہیں، خوف الٰہی سے ان کے دلوں کا کیا حال ہوا کرتا ہے؟ اس سلسلہ میں صحیح بخاری شریف میں مذکور ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِی سَعِیدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ رَجُلاً فِیمَنْ کَانَ سَلَفَ أَوْ قَبْلَکُمْ آتَاہُ اللَّہُ مَالاً وَوَلَدًا یَعْنِی أَعْطَاہُ قَالَ فَلَمَّا حُضِرَ قَالَ لِبَنِیہِ أَیَّ أَبٍ کُنْتُ قَالُوا خَیْرَ أَبٍ. قَالَ فَإِنَّہُ لَمْ یَبْتَئِرْ عِنْدَ اللَّہِ خَیْرًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے گزشتہ امت کے ایک شخص کا ذکر فرمایا؛ جسے اللہ تعالی نے مال واولاد سے نوازا تھا۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب اس کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا: بحیثیت والد میں نے تمہاری کیسی پرورش کی؟ انہوں نے کہا: آپ نے بہترین والد کی طرح پرورش کی، اس نے کہا: تمہارے والد وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں کوئی نیکی نہیں پیش کی،

فَسَّرَهَا قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ وَإِنْ يَقْدَمْ عَلَى اللَّهِ يُعَذِّبْهُ فَانْظُرُوا، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِي أَوْ قَالَ فَاسْهَكُونِي ثُمَّ إِذَا كَانَ رِيحٌ عَاصِفٌ فَأَذْرُونِي فِيهَا . فَأَخَذَ مَوَاثِيقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَرَبِّي فَفَعَلُوا فَقَالَ اللَّهُ كُنْ . فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ ، ثُمَّ قَالَ أَيْ عَبْدِي مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ ؟ قَالَ مَخَافَتُكَ أَوْ فَرَقٌ مِنْكَ فَمَا تَلاَفَاهُ أَنْ رَحِمَهُ اللَّهُ.	حضرت قتادہ نے اس کی شرح فرمائی کہ نیکی جمع نہ کروائی ، جب میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش ہونگا تو وہ مجھے عذاب دیگا،تو تم یادرکھو! جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ میں کوئلہ ہوجاؤں ،تو مجھے پیس دینا' یا انہوں نے کہا: ریزہ ریزہ کرنا' پھر جب تیز ہوا چلے تو مجھے اڑا دینا،اوراس نے اس بات پر اپنے بیٹوں سے وعدہ لیا۔خدا کی قسم! انہوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالی نے حکم فرمایا:''کُن ''تو وہ آدمی کھڑا ہوگیا، پھر اللہ تعالی نے ارشادفرمایا: اے میرے بندے! تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا: تیرے خوف وخشیت نے یا یہ کہا کہ تجھ سے ڈرتے ہوئے۔تو اس کی تلافی یوں ہوئی کہ اللہ تعالی نے اس پر رحم فرمادیا۔

(صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب الخوفِ من الله،حديث نمبر: 6481)

اگر چہ اللہ تعالی کے عذاب سے بچنے اورخوف کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں تھا، کیونکہ جسم کے ذرات مشرق ومغرب میں بھی پھیل جائیں تب بھی اللہ تعالی اُن کو یکجا کر کے زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، تاہم اُس شخص نے جو کچھ اپنے بیٹوں سے کہا تھا اُس کا سبب وداعیہ یہی تھا کہ وہ اللہ تعالی سے ڈرتا ہے، اُس کے دل میں پروردگار عالم کا

خوف تھا، محض خوفِ الٰہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہوں کو معاف فرمایا اور اُس پر لطف وکرم فرمایا۔

حضرات ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اگر کوئی اس طرح کی وصیت کرتا ہے تو وہ وصیت نا قابلِ عمل ہوتی ہے اور خدانخواستہ اولاد اس پر عمل کرتی ہے تو وہ گناہگار قرار پاتی ہے۔

بروزحشر سات(7)افراد سایۂ رحمت میں

برادران اسلام! کتاب وسنت میں جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے اور ان سے خوف نہ کرنے والوں کے حق میں وعیدیں سنائی گئیں، وہیں خوف خدا رکھنے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کے حق میں بشارتیں بھی سنائی گئیں، انہیں بے سائیگی اور مشقتوں والے دن سایۂ رحمت عطا کئے جانے کی خوش خبری دی گئی، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ :الإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ نے ارشاد فرمایا: سات (7)افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا' اس دن اس کے سایۂ رحمت کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا : (1)انصاف پسند بادشاہ، (2)وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھا ہو، (3)وہ شخص جس کا دل

وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ .وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ .

(مسجد سے نکلتے وقت دوبارہ مسجد کو لوٹنے تک) مسجد ہی میں لگا رہتا ہے، (4) وہ دو افراد جو اللہ تعالی کے لئے محبت کرتے ہوں؛ اسی کی خاطر ملتے ہوں اور اسی کی خاطر جدا ہوتے ہوں، (5) وہ آدمی جسے حسب ونسب اور جمال والی عورت نے (گناہ کے لئے) اپنی طرف بلایا ہو تو اس نے کہہ دیا: میں اللہ تعالی سے خوف کرتا ہوں!، (6) وہ آدمی جو پوشیدہ صدقہ کرے ، یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جان سکے کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے؟ (7) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالی کو یاد کرے اور اس کی آنکھ سے آنسو رواں ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلاَةَ ، وَفَضْلِ الْمَسَاجِد، حدیث نمبر: 660)

صحابۂ کرام کے مجاہدات اور خشیت کا حال

برادران اسلام! صحابۂ کرام باوجود یہ کہ انہیں جنت کی بشارت دی جا چکی تھی، لیکن خدائے ذوالجلال کے خوف وخشیت کا جو غلبہ تھا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حقیقۃ الفقہ میں اس سلسلہ میں روایت نقل فرماتے ہیں: ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کمال افسوس سے فرمایا کہ ''صحابہ کی یہ حالت تھی کہ رات بھر وہ قیام اور سجود اور تلاوت

قرآن میں مشغول رہتے اور اتنا روتے کہ آنسوؤں سے اُن کے کپڑے تر ہوجاتے۔اور اب ایسے لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ رات غفلت میں گزار دیتے ہیں،'' اِس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کوکسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ،اُس وقت تک کہ آپ شہید ہوگئے۔ (ملخص از:حقیقة الفقه ، ج1 ص277)

خوف الٰہی عظیم نعمت اور شیوۂ صالحین

برادران اسلام ! خوف الٰہی ایسی عظیم نعمت ہے کہ جسے یہ حاصل ہوجائے وہ دنیاوآخرت دونوں میں کامیاب وکامران ہوگا۔صحابہ کرام واہل بیت عظام اور صالحین امت وبزرگان دین کی زندگیاں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں،وہ اپنی زندگی میں ہرلحظہ وہرآن اللہ تعالی سے ڈرتے رہتے اورآخرت کی فکرمیں رہتے ،دن کی روشنی ہو یا رات کی تاریکی' ہمیشہ وہ اپنے مولی سے لولگائے رہتے ہیں،ان کے خوف وخشیت کو بیان کرتے ہوئے حق تعالی فرماتا ہے:

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا.	ان کے پہلوخوابگاہوں سے علحدہ رہتے ہیں،وہ اپنے رب کوخوف وامید کی حالت میں پکارا کرتے ہیں۔

(سورة السجدة ،آیت: 16)

امام زین العابدین پرغلبۂ خشیت

حضرت ابوالحسنات سیدعبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خوف وخشیت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما جب وضوفرماتے تو

آپ کا چہرہ زرد پڑ جاتا' گھر والوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: تم جانتے نہیں کہ کس کے حضور میں کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں! (مواعظ حسنہ ، ج 1، ص 250)

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے آنسو سے پرنالہ بہہ رہا تھا حضرت کے آنسوؤں کا وہ پانی کسی شخص کے جسم پر گرا، اس شخص نے پوچھا کہ پرنالہ سے جو پانی گر رہا ہے ناپاک تو نہیں ہے؟ حضرت جواب دیئے بھائی دھو ڈالو! یہ گنہگار کے آنکھ کا پانی ہے۔ (میلاد نامہ 'مولفہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ، ص 138)

اس طرح ان حضرات کے دل خوف الہٰی سے سرشار رہتے اور یہ نفوس قدسیہ ہمیشہ اللہ کے دربار میں ڈرتے اور گڑگڑاتے رہتے۔

مسلمان ہمیشہ آخرت کی فکر کرے!

حضرات! ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان بزرگان دین کی مبارک زندگیوں سے روشنی حاصل کرے، اپنے اندر خوف خدا پیدا کرے اور ہمیشہ تصور آخرت ملحوظ رکھے! اور حشر کے دن کے حساب ومؤاخذہ کو یاد رکھے اور یہ بات ذہن نشین رکھے کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے؛ جس میں اللہ تعالیٰ ذرہ برابر کی گئی نیکی کا بدلہ دے گا اور ذرہ برابر کی ہوئی بُرائی کی سزا دے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ.	تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(سورة الزلزال، آیت :8/7)

حضرت امام اعظم اور خشیت الٰہی

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نمازوں کا حال اور آپ کی خشیت خداوندی کا ذکر کرتے ہوئے الانتصار،الخیرات الحسان اور تبییض الصحیفہ کے حوالہ سے روایت نقل فرماتے ہیں: یزید ابن لیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''ایک روز امام صاحب نے عشاء میں سورۂ اذازلزلت پڑھی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی جماعت میں شریک تھے' نماز کے بعد دیکھا کہ اُن پر فکر کے آثار نمایاں اور حالت متغیر ہے، میں چلا گیا' جب صبح کے قریب آکر دیکھا تو آپ کھڑے ہیں، اور داڑھی پر ہاتھ رکھے ہوئے کہہ رہے ہیں:

یامن یجزی بمثقال ذرة خیرا ویامن یجزی بمثقال ذرة شرا. آجر النعمان عبدک من النار ومایقرب منها وادخله فی سعة رحمتک.	اے ذرہ بھر بھلائی کا اس سے بہتر بدلہ دینے والے پروردگار! اے ذرہ بھر برائی کا اسی کے مثل جزا دینے والے پروردگار! تیرے بندے نعمان کو دوزخ اور اس سے قریب کرنے والی چیزوں سے نجات عطا فرما اور تیری وسعت وکشادگی والی رحمت کے سایہ میں اُسے جگہ عطا فرما۔)

(حقیقة الفقه،ج1ص280،بحواله الانتصار لسبط ابن الجوزی، الخیرات الحسان لابن حجر المکی ،تبییض الصحیفة للسیوطی)

خوف خدا اور عمل صالح کی برکتیں

برادران اسلام! رب العالمین کی اطاعت، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کرنے کی اور اپنے دلوں میں خوف خدا رکھتے ہوئے دین اسلام کے سنہری اصول وقوانین پر پابند رہنے کی بے شمار برکتیں ہیں، اللہ رب العزت ان پر دنیا میں بھی نظر کرم فرماتا ہے اور آخرت میں بھی انہیں سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ عمل کرنے اور اس سے خوف کرنے والوں پر رب العزت کی کیسی سرفرازیاں ہوتی ہیں، ان کا عمل بارگاہ الٰہی میں کیا حیثیت رکھتا ہے؛ حدیث مبارک کی روشنی میں سمجھتے چلیں:

عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " إن ثلاثة نفر انطلقوا إلی حاجة لهم فأووا إلی جبل فسقط علیهم، فقالوا: یا هؤلاء - یعنی بعضهم لبعض - تفکروا فی أحسن أعمالکم فادعوا الله بها لعل الله یفرج عنکم. فقال أحدهم: اللهم إنه کانت لی امرأة صدیقة أطیل الاختلاف إلیها فترکتها من مخافتک وابتغاء

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین افراد کسی ضرورت کے لئے چلے اور انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، تو وہ چٹان غار پر گر پڑی اور بالکل نکلنے کی صورت نہ رہی۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: اے ساتھیو! تم اپنے اچھے اعمال کے بارے میں غور کرو اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعا کرو! ضرور اللہ تعالی تم سے مصیبت کو دور فرمادیگا، ان میں ایک نے کہا: اے اللہ! ایک اجنبی خاتون کے ساتھ میرے تعلقات تھے میں اُس کے پاس کثرت سے جایا کرتا تھا، میں نے اسے تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری خوشنودی

مرضاتک فإن کنت تعلم ذلک ففرج عنا .قال: فانصدع الجبل عنهم حتی طمعوا فی الخروج ولم یستطیعوا الخروج .وقال الثانی: اللهم إنه کان لی أجراء یعملون عملاً -أحسبه قال: - فأخذ کل واحد منهم أجره وترک واحد منهم أجره، وزعم أن أجره أکثر من أجور أصحابه، فعزلت أجره من مالی حتی کان خیراً وماشیة فأتانی بعد ما افتقر وکبر فقال: أذکرک الله فی أجری فأنا أحوج ما کنت إلیه،فانطلقت فوق بیت فأریته ما أنمی الله له من أجره فی المال والماشیة فی الغائط - یعنی فی الصحاری -

چاہتے ہوئے چھوڑ دیا،تو جانتا ہے کہ اگر میں نے صرف تیری رضا کے لئے اس سے دوری اختیار کی ہے تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرما!حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشادفرمایا:تو چٹان کا ایک تہائی حصہ ان سے ہٹ گیا کہ اُنہیں وہاں سے نکلنے امید ہوگئی،لیکن نہ نکل سکے۔دوسرے شخص نے کہا:اے اللہ!میرے ہاں چندمزدور تھے ؛جو کام کیا کرتے تھے،(راوی نے کہا:)میں سمجھتا ہوں کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:توان میں سے ہرایک نے اپنی اجرت لے لی اورایک مزدور نے اپنی اجرت چھوڑ دی اوراس نے گمان کیا کہ اس کی اجرت اس کے ساتھیوں کی اجرت سے زیادہ ہے۔(اس شخص نے کہا:)میں نے اپنے مال سے اس کی اجرت علحدہ کی،یہاں تک کہ وہ خوب مال اورمویشی ہوگئے۔وہ میرے پاس محتاج اور بوڑھا ہوکر آیا،اور کہا: میں تجھے میری اجرت کے متعلق اللہ تعالی کی یاد دلاتا ہوں!مجھے اس کی ضرورت ہے،تو میں (اس کے)ساتھ گھر کےاوپرگیا

فقلت: هذا لک .فقال: لم تسخر بي أصلحک الله؟ کنت أريدک على أقل من هذا فتأبى علي. فدفعت إليه يا رب من مخافتک وابتغاء مرضاتک، فإن کنت تعلم ذلک ففرج عنا .فانصدع الجبل عنهم ولم يستطيعوا أن يخرجوا .وقال الثالث: يا رب کان لي أبوان کبيران فقيران ليس لهما خادم ولا راع ولا وال غيري أرعى لهما بالنهار وآوي إليهما بالليل، وإن الکلأ تباعد فتباعدت بالماشية فأتيتهما -يعني ليلة -بعد ما ذهب من الليل وناما، فحلبت في

اور اسے زمین کا نشیبی حصہ یعنی میدان بتایا کہ اللہ تعالی نے اس کی اجرت میں مال اور مویشیوں کی شکل میں جو برکت دی تھی، اور میں نے اس سے کہا: یہ سب تمہارا ہے، اُس شخص نے کہا: تو مجھ سے مزاق نہ کر، خدا تیرا بھلا کرے! اس نے کہا: میں اسے کم چاہتا تب بھی تم میرا انکار کر سکتے تھے (لیکن خلاف توقع اتنا سب کچھ دینے کے لئے تیار ہوں) اس کے اس کہنے کے باوجود اے اللہ! میں نے تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری خوشنودی چاہتے ہوئے سب کچھ اس کے حوالہ کر دیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں یہ سب تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرما! تو چٹان کا ایک اور تہائی حصہ ہٹ گیا' پھر بھی وہ نہ نکل سکے۔ تیسرے شخص نے کہا: اے میرے رب! میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے، میرے سوا ان کا نہ کوئی خدمت گزار اور دیکھ بھال کرنے والا تھا اور نہ کوئی کفیل تھا، دن بھر میں ان کی دیکھ بھال کرتا اور رات ان کی خدمت میں گزارتا۔ چراگاہ بہت دور تھی اور میں ریوڑ کے ساتھ دور نکل گیا، ایک مرتبہ

الإنــاء ثـم جـلسـت عـنـد رؤوسهـما -يـعني بالإناء - كـراهية أن أوقـظهـما حتى يستيـقظا من قبل أنفسهما، الـلهـم إن كـنـت تـعلم أني فعلت ذلك من مخافتك وابتـغـاء مرضاتک ففرج. فـانـصـدع الـجبـل وخـرجـوا ."رواه البـزار ورجاله ثقات.	میں رات گزرنے کے بعد آیا؛جب تک وہ دونوں سو چکے تھے، میں نے برتن میں دودھ دوہا اور وہ برتن لے کر میں ان کے سرہانے بیٹھ گیا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ انہیں بیدار کروں جب تک کہ وہ دونوں ازخود نہ بیدار ہوجائیں۔اے اللہ !تو جانتا ہے اگر میں نے تیری خاطر یہ عمل کیا ہے ،تو اس مصیبت کو دور فرما! تو چٹان کا بقیہ حصہ ان سے ہٹ گیا اور وہ بآسانی وہاں سے نکل گئے۔

(صحیح البخاری ،حدیث نمبر: 2272/2215/2333/3465/5974مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،المجلد الثامن۔ مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب رضی الله عنه،حدیث نمبر:13415)

خدائے تعالی کے ان مخلص بندوں کے عمل کی یہ شان ہے کہ بارگاہ الہی میں اسے وسیلہ بنایا جارہاہے اوراس وسیلہ کورب قدیر درجۂ قبولیت بھی عطافرماتا ہےتو اب یہ ہمارے لئے مقام غور ہے کہ جب ان کے عمل کا یہ مرتبہ ہے کہ وہ بارگاہ الہی میں مقبول وسیلہ بن رہے ہیں تو پھر عمل کرنے والے مخلصین کی کیا شان ہوگی ،خدائے تعالی کے نزدیک ان کا مقام ومرتبہ کتنا بلند ہوگا اورحق تعالی ان سے نسبت رکھنے اورانہیں اپنی

بارگاہ میں وسیلہ بنانے والوں کے دامن میں کس قدر برکتوں اور سعادتوں کو مقدر فرمائیگا ؛اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔نیز ہمارے لئے یہ بات بھی سبق حاصل کرنے کی ہے کہ جوعمل خوف الٰہی کی وجہ سے کیا جاتا ہے' وہ مقبول ہوتا ہے۔

نفس کا محاسبہ اور خوف خدا' وقت کا تقاضہ

برادران اسلام! آج کے اس مادیت زدہ دور میں ہمیں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے ،آج ہر کوئی مال ودولت جمع کرنے کی فکر میں ہے، نہ حلال روزی کا خیال ہے نہ حرام کی کوئی خبر!اور نہ ہمیں اپنی معاشی ومعاشرتی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(علامہ اقبالؔ)

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(اعلی حضرت)

ہمیں چاہئے کہ اپنے دلوں میں خوف الٰہی پیدا کرکے اپنے معاملات شریعت مطہرہ کی روشنی میں انجام دیں،معاشرتی زندگی اور اخلاقی اقدار کو صاحب خلق عظیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

حضرت شیخ الاسلام کا جذبۂ دیانت اور خوف وخشیت

اولیاء کرام کی مبارک زندگیوں میں ہمیں تقوی وطہارت کے عظیم نمونے ملتے ہیں،عبادت وریاضت کے ساتھ ان کی زندگی کا طریقۂ کار کیا تھا' وہ اپنے معاملات کو کس

عمدگی سے انجام دیتے تھے' معاش وتجارت کے سلسلہ میں وہ کس درجہ احتیاط کرتے اور خدائے تعالی سے کتنا خوف کیا کرتے تھے' یہ ہمیں جاننے کی ضرورت ہے تا کہ ایک واضح راستہ ہمارے سامنے ہو' اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کا قابل تقلید واقعہ ملاحظہ ہو:

حضرت شیخ الاسلام بانیء جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ اپنی شادی کے تین سال بعد محکمہ مال گزاری میں خلاصہ نویس کی حیثیت سے سرکاری ملازم ہو گئے تھے۔ ڈیڑھ سال بعد آپ کے پاس ایک ایسی فائل خلاصہ لکھنے کیلئے آئی؛ جو سودی کاروبار پر مشتمل تھی، آپ نے اُس تحریر کا خلاصہ لکھنے کے بجائے استعفیٰ لکھ کر پیش کر دیا۔ افسر اعلی نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی معاملات کرنے والے، اسکی گواہی دینے والے اور اسکی دستاویز لکھنے والے پر لعنت بھیجی ہے، لہٰذا یہ ملازمت کرنا میرے لیے جائز نہیں۔

افسر بالا نے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی دیانت داری کے پیش نظر کہا کہ آئندہ آپ کے پاس ایسی کوئی فائل نہیں بھیجی جائے گی، استعفیٰ واپس لے لیجئے! لیکن آپ نے کمال دیانت داری وجذبۂ خشیت الٰہی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے اس پیش کش کو مسترد فرما دیا کہ ''آپ جب تک رہینگے؛ یہ رعایت فرمائینگے، آپ کے بعد آنے والے افسر سے یہ توقع نہیں کہ مجھے یہ رعایت دے، بر حال اس طرح کہ شنیع معاملات کی ملازمت میرے لئے روانہیں۔''

(مطلع الانوار)

حضرات! ہمیں چاہئے کہ مذکورہ آیاتِ قرآنیہ' احادیث کریمہ اور احوال صالحین کو ذہن نشین رکھیں، ہمارے دل میں خدا کا خوف ہو، اس کی خشیت ہو، اللہ تعالی کا خوف ہم اپنے دل میں جاگزیں کرکے زندگی گزاریں تو ہمارے اعمال شریعت کے مطابق رہیں گے، ہم عبادت کریں گے تو بحسن وخوبی کریں گے، تجارت کریں گے تو اُس کی مرضی کے مطابق کریں گے، ماں باپ کے حقوق' دیگر رشتہ داروں کے حقوق' پڑوسیوں کے حقوق اور تمام متعلقین کے حقوق صحیح طور پرادا کریں گے اور ہر قدم اُٹھانے سے پہلے سوچیں گے کہ کیا اس سے اللہ تعالی ناراض تو نہیں ہوگا' پھر اگر وہ عمل اس کی مرضی کے مطابق ہوتو پیش رفت کریں گے ورنہ اس کے بالمقابل مرضی خداوندی کو ترجیح دیں گے، اس طرح ہم اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور اس کی نعمتوں کو حاصل کر پائیں گے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے خوف اور خشیت سے معمور فرمائے، صحابۂ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین کی پیروی کرتے ہوئے نفس کا محاسبہ کرنے اور تصور آخرت ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوارخطابت

حصۂ یازدہم برائے ذی القعدہ

الکٹرانک میڈیا اور اس کی تباہ کاریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام !اللہ سبحانہ وتعالیٰ ساری کائنات کا خالق ومالک ہے اور تمام عوالم اسی کے تابع وفرمانبردار ہیں،رب العالمین نے اپنی تمام مخلوق میں انسانوں پر خصوصی سرفرازی فرمائی ،انہیں ساری خلقت میں مکرم بنایا اور اشرف المخلوقات کا اعزاز عطا فرمایا۔

بندگانِ خدا پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کی ذات پر ایمان لائیں،اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کوتسلیم کریں!اوراپنی زندگی کے ہرلمحہ اور ہرسانس کوان کی اطاعت کے لئے وقف کردیں،ان کےاحکام پرعمل کریں اورمنکرات وممنوعات سے اجتناب کریں،چونکہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو برائیوں سے بچنے کا حکم فرمایاہے،جیسا کہ ابھی خطبہ میں تلاوت کی گئی' آیت مبارکہ میں

ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ	اور بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ! چاہے وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔

(سورۃ الانعام،آیت:151)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"ولا تقربو الفواحش" کبائر الذنوب والزنا "ماظهر منها" من افعال الجوارح علانية و"مابطن" يعني افعال الجوارح سرا وافعال القلوب من النفاق وغيره ورذائل النفس	اور بے حیائی کے کاموں سے مراد کبیرہ گناہ اور زنا کاری ہے خواہ وہ ظاہری ہوں، جو علانیہ طور پر ظاہری اعضاء وجوارح سے صادر ہوتے ہیں؛ ان کے قریب مت جاؤ! اور نہ ان برائیوں کے جو پوشیدہ طور پر سرزد ہوتی ہیں یعنی وہ گناہ جو اعضاء سے مخفی طور پر اور دل سے سرزد ہوتے ہیں؛ جیسے نفاق وغیرہ دل کی برائیوں اور نفس کی بری خصلتوں کے قریب بھی مت جاؤ!

(التفسیر المظھری، سورۃ الانعامآیت:151،ج3ص304)

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہمیں برائیوں کا ارتکاب تو درکنار' ان کے قریب بھی جانے سے منع فرمایا' اس حکم خداوندی کو بجالاتے ہوئے بندگانِ خدا پر لازم ہے کہ وہ ہر برائی سے پرہیز کریں اور اپنی علمی وفکری' قولی وفعلی اور ظاہری وباطنی تمام تر صلاحیتوں کو اپنے پروردگار کے حکم کا پابند اور فرمان کا تابع بنائے رکھیں، انہی صلاحیتوں

میں ایک بڑی صلاحیت علم ہے، رب قدیر نے خاص طور پر انسان کو علم کی عظیم صلاحیت سے بہرہ اندوز فرمایا ہے، دینی علم ہو یا دنیوی علم' ہر مومن کو چاہئے کہ اس کی قدر کرے اور احکام شریعت کے مطابق اس سے استفادہ کرے۔

﴿سائنس اور ٹکنالوجی میں انسان کی ترقی﴾

گزشتہ چند دہائیوں میں انسان نے سائنس اور ٹکنالوجی میں غیر معمولی ترقی کی ہے، اس نے حیرت انگیز ایجادات اور دم بخود کردینے والے انکشافات کئے ہیں؛ جیسے ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل فون، ویڈیو گیم اور انٹرنٹ وغیرہ۔

﴿جدید ایجادات اور فوائد﴾

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان جدید ایجادات کی وجہ سے انسانی زندگی میں بہت سی سہولتیں فراہم ہوئیں، بطور خاص ابلاغ وترسیل اور خبر رسانی کے ایک سے زائد آسان ترین اور سہولت بخش طریقے حاصل ہوئے، الکٹرانک میڈیا ٹی وی' انٹرنٹ وغیرہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے ذریعہ لمحہ بھر میں ایک شخص اپنا پیغام ساری دنیا کو سناتا ہے، ان وسائل کے ذریعہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ بھی کی جارہی ہے، اسلامی تعلیمات کو عام کیا جارہا ہے۔

اس سہولت کی وجہ سے مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں رابطہ رکھنے کے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہا، عصری ٹکنالوجی کے سبب تمام دوریاں ختم ہوگئیں، ملک علحدہ اور علاقہ دور ہونے کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آمنے سامنے معاملات ہورہے ہیں۔

اسی عالمی ارتباط کی وجہ سے تجارتی تعلقات بھی ایک علاقہ اور ایک ملک سے نکل کر عالمی حیثیت اختیار کرچکے ہیں، سرمایہ کاروں کے لئے دنیا کی تمام کمپنیوں کی

تفصیلات، اسکیمس اور شرائط نظروں کے سامنے ہیں، عالمی طور پر یہ سہولت فراہم ہے کہ وہ جس تجارت میں چاہیں سرمایہ مشغول کریں؛ لیکن ایک مسلمان کے لئے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ کئے جانے والے کونسے معاملات جائز ہیں اور کونسے ناجائز ہیں؛ انٹرنٹ کے ذریعہ یہ بھی فائدہ ہے کہ مال وزر کے تبادلہ کی صعوبتیں بھی باقی نہ رہیں، اس کے تبادلہ کے لئے نہ سفر کے اخراجات برداشت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ دوران سفر مال کے ہلاک ہونے اور ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

﴿میڈیا کا استعمال؛ مقاصد پر موقوف﴾

حضرات! الکٹرانک میڈیا کے یہ فوائد ضرور ہیں، لیکن ان سے بڑھ کر اس کے نقصانات ہیں اور آئے دن اس کے تباہ کن نتائج ہمارے سامنے آرہے ہیں، ریڈیو، ٹی وی، موبائل فون اور انٹرنٹ کے ذریعہ ابلاغ وترسیل کے امور تیز ترین ہوچکے ہیں، یہ ایسے ذرائع ہیں جن کا استعمال؛ مقاصد پر موقوف ہوتا ہے، اگرانہیں خیر کیلئے استعمال کیا جائے تو ضرور یہ خیر وبھلائی کے مفید ذرائع ثابت ہوتے ہیں اور انہیں شر کے لئے استعمال کیا جائے تو یہی شر وبرائی کے وسائل قرار پاتے ہیں۔

﴿الکٹرانک میڈیا کا دوسرا رخ﴾

جس قدر تیزی کے ساتھ یہ ذرائع امور خیر میں استعمال کئے جاسکتے ہیں اور کئے جارہے ہیں، معاشرہ کی اصلاح کے لئے باعث استفادہ سمجھے جارہے ہیں اور اقدار انسانی کی حفاظت کے لئے کارآمد ثابت ہورہے ہیں، اسلامی معلومات دنیا کے کئی ممالک میں پہنچائی جارہی ہیں، اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اسلام دشمن طاقتیں اور انسانیت سوز عناصر اس سے کئی گنا زیادہ اسے بداخلاقی وبدکرداری کی اشاعت کے لئے

استعمال کررہے ہیں، آج دنیا میں الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اخلاق سوز لٹریچر عام کیا جارہاہے، فحاشی وبے حیائی کی ترویج کی جارہی ہے، عریانیت کا ننگا ناچ ہورہاہے۔

برادران اسلام! الکٹرانک میڈیا کے آنے سے یہ غلغلہ مچا کہ دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہوگئی ہے۔ یقیناً یہ بات درست ہے، مگر انسانی معاشرہ نے اس سے کیا فوائد حاصل کیئے؟ اس کے ذریعہ جس قدر دین کی اشاعت ہورہی ہے، اسلامی معلومات ہورہی ہیں، اس سے کئی درجے زیادہ ان ذرائع سے نہ صرف اسلام کونقصان پہنچایا جارہا ہے بلکہ ایک مہذب ومتمدن معاشرہ کوتباہ کیا جارہاہے، اس کی وجہ سے تو مغربی تہذیب عام ہوئی، جن لوگوں کے پاس مغربی تہذیب کے جراثیم پہنچے نہیں تھے؛ ایسے لوگ بھی میڈیا کے سبب بآسانی مغربی ماحول سے متاثر ہورہے ہیں، الکٹرانک میڈیا کے بے ہنگم اور غیر معمولی پھیلاؤ کے سبب اس کے معدودے چند فوائد سے قطع نظر بہت سارے نقصانات ہورہے ہیں، صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ سارا انسانی معاشرہ تباہ ہورہا ہے، پاکیزہ تہذیب آلودہ ہورہی ہے، صالح معاشرہ متاثر ہورہاہے، عمدہ سوسائٹی کا اخلاقی معیار پستی سے دوچار ہورہاہے اور اسی میڈیا کے سبب انسان کی فکری یکسوئی پراگندگی وانتشار میں تبدیل ہوتی جارہی ہے۔

حضرات! واضح رہے کہ الکٹرانک ذرائع ابلاغ میں سے ہر ذریعہ اپنے دائرہ میں فائدہ مند ثابت ہونے سے زیادہ نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہورہاہے، گلوبلائزیشن کے اس دور میں ان الکٹرانک ذرائع کی تباہ کاریوں سے بچنا ایک صالح معاشرہ اور پاکیزہ سوسائٹی کے لئے ناگزیر ہے۔

﴿ریڈیو کی تباہ کاری﴾

ریڈیو کا استعمال ٹی وی اور انٹرنٹ کے عام ہونے کے بعد ختم ہوتا نظر آرہا تھا لیکن آج کل اسے دوبارہ استعمال کیا جانے لگا ہے، ریڈیو کی مقبولیت تقریباً مما لک میں دکھائی دیتی ہے۔

حضرات! عموماً آدمی جب فرصت میں ہوتا ہے، جیسے بس یا ٹرین میں سفر کررہا ہو یا طویل وقت کے لئے کہیں بیٹھا ہو، تو ایسے وقت ریڈیو کا استعمال کیا جاتا ہے آج کل مو بائل فون میں بھی ریڈیو کی سہولت فراہم کی جارہی ہے، جس کے ذریعہ قرآن کریم کی قراء ت، نعت پاک اور اسلامی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں لیکن مختلف مواقع پر نوجوان اپنے بے بہا اوقات کو "وقت گزاری" کے نام پر ریڈیو چیانلس میں صرف کررہے ہیں جس سے وقت کی بربادی کے ساتھ غیر شرعی چیزوں کے سننے کا گناہ الگ ہے، وقت وہ قیمتی شیء اور عظیم دولت ہے جس کی حفاظت کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بطور خاص توجہ دلائی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ : نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ .	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان سے غفلت میں رہتے ہیں: (1) تندرستی اور (2) فرصت۔

(صحیح البخاری ، کتاب الرقاق، باب ما جاء فی الرقاق وان لا عیش إلا عیش الآخرة. حدیث نمبر6412۔ زجاجة المصابیح ،ج4،کتاب الرقاق ،ص148)

حدیث پاک میں مذکور کلمہ ''**مغبون**'' کے دومعانی بتلائے گئے ہیں، ایک یہ کہ ان دونعمتوں سے متعلق بہت سے لوگ نقصان وخسارہ میں ہیں کہ اُن نعمتوں سے جیسا استفادہ کرنا چاہئے نہیں کرتے ،فرصت کے بیش قیمت لمحات کوضائع کرتے ہوئے نقصان وزیاں سے دوچار ہوتے ہیں۔

حدیث پاک کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ بہت سے لوگ اُن نعمتوں سے غفلت کا شکار ہیں، اُنہیں اُن عظیم نعمتوں کے نعمت ہونے کا بھی احساس نہیں ،تبھی تو وہ ان اوقات کو بے سود وبے فائدہ گانے بجانے کی چیزیں سننے میں صرف کرنے کے لئے تیار ہیں؛ حالانکہ گانا بجانا' اس کا سننا سنانا اوراپنے قیمتی وقت کوضائع کرنا شریعت میں ممنوع ہے، آج معاشرہ سے ان غفلت کے پردوں کو اٹھانا بے حد ضروری ہے۔

﴿ٹی وی چیانلس کی تباہ کاری﴾

حضرات! اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ٹی وی چیانلس کے ذریعہ لوگوں کو اسلامی معلومات ہورہی ہیں،بعض چیانلس مکمل اسلامی چیانلس ہیں اوربعض چیانلس کچھ اسلامی پروگرامس کرتے ہیں، جن کے ذریعہ مضمون واری معلومات ، خصوصی مواقع پر پروگرامس بطورخاص سوال وجواب کے پروگرامس براہ راست نشر کئے جاتے ہیں جو یقیناً اہل اسلام کے لئے مفید وسودمند ہیں اور دیگر اقوام تک اسلامی پیغام پہنچانے کا بڑا ذریعہ ہیں،لیکن اس کا فیصد نہایت ہی کم ہے،ان اسلامی چیانلس اور عریانت والے چیانلس کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں اس لئے کہ ٹی وی چیانلس کا ایک طویل سلسلہ ہے،جس کی ہرکڑی عریانیت کے زنگ سے آلودہ ہے، فحاشی کی آلائش میں ملوث ہے، الکٹرانک میڈیا کی ہرفلم' ہرڈرامہ اور ہر پروگرام اجنبی لڑکے اورلڑکی کی

محبت اور ان کے درمیان تعلقات کے گرد گھومتا ہے، اس کی وجہ سے معاشرہ میں جنسی انتشار پھیل چکا ہے اور ٹی وی چیانلس کے سبب ہی ملت کے نوجوانوں کی کردار کشی ہو رہی ہے، بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ ٹی وی کے ان پروگراموں میں جھوٹ، غیبت ،کینہ وحسد پر مبنی ڈرامے اور کردار پیش کئے جاتے ہیں، جو غیر محسوس انداز میں دیکھنے والوں کے دل ودماغ میں رچ بس جاتے ہیں۔

ان فلمی اور ڈرامائی پروگراموں میں اس سے بڑھ کر اور کیا خرابی و برائی ہو کہ رکیک انداز میں اسلامی عقائد پر حملہ کیا جاتا ہے، ان میں شرکیہ مضامین کو شامل کیا جاتا ہے، اقدار اسلامی کی اہمیتوں کو گھٹایا جاتا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب کردہ شرعی مسائل پر کلام کیا جاتا ہے اور ٹی وی دیکھنے والے ان فلموں اور پروگراموں میں اس قدر محو اور منہمک رہتے ہیں کہ وہ اس بات کی بھی فکر نہیں کرتے کہ ان کے ایمان وعقیدہ کے ساتھ کس طرح کھلواڑ کیا جارہا ہے، نتیجۃً ہمارے بھائی بہن انہی فلمی اور ڈرامائی ماحول سے متاثر ہوتے دکھائی دے رہے ہیں، اپنے رہن سہن اور چال ڈھال میں اسی رنگ کو اپنا رہے ہیں اور ان میں پیش کئے جانے والے نظریات کے سبب اپنے عقیدہ وعمل ہر دو کو کمزور و کوتاہ کرتے نظر آرہے ہیں۔

یہ فلم بینی کی ہی خرابی ہے کہ ملت کے نوجوان اپنا چہرہ اپنا لباس اور اپنے بال فلمی ایکٹرس کی طرح رکھتے نظر آرہے ہیں، حالانکہ فکر تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ ہمارا لباس ہو تو ایسا کہ جس میں پرہیز گاری کے آثار موجود ہوں، ہم داڑھی رکھیں، بال بنائیں اور مانگ جمائیں تو اس طرح کہ وہ سنت نبوی کے انوار سے روشن ہوں، چونکہ رب العالمین نے ہدایت اور کامیابی کا معیار ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو قرار

دیاہے،آپ کی دلنوازاداؤں کو پسند فرمایااور بندوں کوانہیں اپنانے کاحکم فرمایاہے،چنانچہ ارشادہورہاہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.	یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت:21)

اللہ تعالی ہمارے عقیدہ وعمل اوراخلاق کی حفاظت فرمائے! آمین

﴿ کارٹون چیانلس' کمسن بچوں کے لئے تباہ کن ﴾

کارٹون چیانلس جومحض کمسن بچوں کے لئے لانچ کئے جاتے ہیں اور بچے ان چیانلس کو دلچسپی سے دیکھا کرتے ہیں۔اُن میں بھی لڑکالڑکی کے فاسد کردار دکھائے جاتے ہیں،کم عمری ہی میں جنسی فکر دینے والی نامناسب تصویریں بتلائی جاتی ہیں،جبکہ بچپن وہ سنہرادور ہے کہ بچہ جومنظر دیکھتا ہے وہ اُس کے دل میں گھر کرجاتا ہےاوراس کے دماغ میں مرتسم ہوجاتا ہے،وہ جوالفاظ سنتا ہے اُنہیں دہرانے لگتا ہے،حالانکہ وہ اس بات کی تمیز نہیں کرسکتا کہ جس چیز کووہ دہرارہاہے،اس میں ایسی باتیں اورافکار بھی ہوتے ہیں جواسلامی عقائد کے سراسر خلاف ہیں اور ہمارے معاشرہ کواتنی فرصت نہیں کہ اپنے نونہالوں کی طرف توجہ کرےاوران کے دین اورآخرت کی فکر کرے!

جبکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمسن بچوں کے لئے احتیاطی تدابیر کا حکم فرمایا،لڑکپن ہی سے اُن کابستر علٰحدہ کرنے کی تاکید فرمائی' جیسا کہ اس سلسلہ میں

حدیث پاک وارد ہے:

مُرُوا اَوْلاَدَكُمْ بِالصَّلاَةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ.

تم اپنی اولاد کونماز کا حکم دو! جبکہ ان کی عمر سات سال ہو اور اس میں کوتاہی پر انہیں سزادو! جبکہ ان کی عمر دس سال ہو اور ان کے بستروں کو علحدہ کردو!۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوة ص71، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة ، حدیث نمبر: 495)

حضرات! ہمیں اس حدیث پاک سے یہ روشنی مل رہی ہے کہ ہم اپنے بچوں کی طرف بچپن ہی سے توجہ کریں، ان کے عقیدہ وایمان کی تربیت کریں اور حسن عمل واخلاق حسنہ کی تعلیم دیں اور اسلامی معاشرہ کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ بہترین اخلاق کی تربیت کے ساتھ بچوں کو مذموم اخلاق اور بری عادات سے دور رکھا جائے، انہیں جنسی بے راہ روی، بدنگاہی اور فلم بینی سے کلیۃً بچایا جائے، اگر بچے بدنگاہی بالخصوص فلم بینی میں مبتلا ہو جائیں تو ان کا دینی نقصان تو یقیناً ہوگا اور انکا باطن داغدار ہو جائے گا، لیکن اس کے ساتھ یہ بچے معاشرہ کی نظروں میں بھی بے وقعت ہو جائیں گے۔

کمسنی کے اس دور میں اگر ہمارے نونہال کارٹون پروگرامس کے ذریعہ جنسی فکر سے کسی قدر آشنا ہو جائیں یا نیم عریاں لباس سے بھی مانوس ہو جائیں تو یہ بعید نہیں کہ وہ بڑے ہونے اور سن بلوغ کو پہنچنے تک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہوں گے، گویا یہ کونپل کلیاں پھول بننے سے پہلے ہی مرجھا جائیں گی اور اپنی خوشبو سے محروم ہو جائیں گی۔

﴿ٹی وی چیانلس گھریلو خواتین کے لئے تباہ کن﴾

برادران اسلام! بعض چیانلس پر خواتین کے لئے خصوصی پروگرامس پیش کئے

جاتے ہیں لیکن الکٹرانک میڈیا میں گھریلوخواتین کے اخلاق کو بگاڑنے کے لئے بھی خصوصی سامان مہیا ہوتا ہے، مختلف چیانلس پر کئی ایک ایسے پروگرام چلتے ہیں جن میں گھریلوخواتین کا کردار پیش کیا جاتا ہے، گھر کے اندرونی حالات بتلائے جاتے ہیں، ان پروگراموں میں زن وشو کے درمیان تعلقات کی کشیدگی اور ساس، بہو کے درمیان تلخیاں پیش کی جاتی ہیں، ان میں اجنبی مَردوں کو دکھایا جاتا ہے اور بے پردگی کے ماحول کو پیش کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ ایسے کردار ہیں؛ جنہیں مذہب اسلام نے کبھی روانہیں رکھا اور ڈرامہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ وہ حقیقت نہیں محض نقل اور دکھاوا ہے۔

ان پروگراموں کی صرف یہی خرابی ہوتی تب بھی اسلامی معاشرہ کی تباہی کے لئے کافی تھی، لیکن اس سے زیادہ تباہ کن بات یہ ہے کہ گھر میں رہنے والی خاتون (House wife) اپنے آشیانہ میں بیٹھ کر ذہن وفکر بگاڑنے والے پروگرامس دیکھ رہی ہے، جو خاتون اپنے شوہر کی اطاعت اور ساس کا احترام کرنا ہی جانتی تھی، وہ شوہر کی نافرمانی اور ساس کی اہانت کرنے سے آشنا ہوچکی ہے، جو کسی کو ''اُف'' نہیں کہتی تھی، آج الکٹرانک میڈیا سے نشر کردہ گھریلو پروگرامس کی بدولت بحث ومباحثہ کے لئے تیار اور جھگڑا وخصومت پر آمادہ ہے۔

جو خواتین گھر میں پردہ نشین رہنے کو ترجیح دیتی تھیں، اُنہیں الکٹرانک میڈیا نے بے پردگی کی فکر دی اور مساوات وآزادئ نسواں کے نام پر حیا سے دور اور پردہ سے عاری کردیا۔

ہمارے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ماؤں اور بہنوں کی فکری اور اخلاقی

حالت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق برقرار رکھنے کے لئے بے حیائی والے ٹی وی چیانلس سے احتیاط کرنے کی تاکید کریں۔

﴿نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ٹی وی چیانلس کی تباہ کاری﴾

برادران اسلام! کسی قوم کا اثاثہ اس کی نوجوان نسل ہوتی ہے، کیونکہ کمسن بچے مستقبل میں تو بہت کچھ کرسکتے ہیں، لیکن کمسنی میں طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے، عمر رسیدہ حضرات تجربے ضرور رکھتے ہیں لیکن بتقاضۂ عمر کسی بڑے کام کی انجام دہی سے قاصر رہتے ہیں، قوم کے نوجوان ہی اس کی مکمل طاقت ہیں کہ کسی مہم کو سرانجام دیں، مشکل ترین نشانہ تک پہنچنا اُن کے لئے کوئی مشکل نہیں، موسم سرما کی ٹھنڈک وسردی یا موسم گرما کی حرارت وسوزِش اُن کی ہمت وحوصلہ کو کم نہیں کرتی، رات کی تاریکی یا ہواؤں کی سختی سے اُن کے پایۂ استقامت میں فرق نہیں آتا، لیکن یہی نوجوان نسل اگر اپنی ذمہ داریوں سے بے بہرہ ہوجائے تو پھر قوم کا کیا انجام ہوگا؟

ٹی وی چیانلس میں نوجوانوں کے لئے اخلاقی تباہ کاری کا مکمل سامان موجود رہتا ہے، عموماً ان میں نوجوانوں کی بے راہ روی اور آزادی پر مبنی ڈرامے پیش کئے جاتے ہیں، جوان لڑکے اور لڑکیوں کے لئے ٹی وی کی سہولت فراہم کرنا، انہیں فلم بینی کا عادی بنانا گویا انہیں بے حیائی اور برائیوں کا عادی بنانا اور بے راہ روی کے طریقے سکھانے کے برابر ہے۔

﴿بدنظری وبے حیائی سے اجتناب، حکم خداوندی﴾

ڈرامے اور فلمیں ہوں یا اَیڈوَرٹائز اور نیوز، ان ٹی وی چیانلس پر اجنبی لڑکیاں بن سنور کر، عریاں یا نیم عریاں مناظر میں دکھائی جاتی ہیں، شاید کوئی لمحہ ٹی وی

اسکرین اس بے حیائی سے خالی رہتا ہو۔ حالانکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بدنظری سے بچنے کا حکم فرمایا' ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ .	اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم !ایمان والے مردوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں!۔

(سورۃالنور آیت: 30)

بطور خاص خواتین کو بدنظری سے بچنے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کے لئے علٰحدہ ارشاد فرمایا :

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ .	اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم !ایمان والی عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں!۔

حضرات ! بے حیائی اور بدکاری سے بچنے سے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ حکم فرمایا، مختلف انداز میں اس سے احتیاط واجتناب کی ہدایت دی، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے :

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - قَالَ لِكُلِّ بَنِى آدَمَ حَظٌّ مِنَ الزِّنَا فَالْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْيَدَانِ	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زنا میں انسان (کے ہر عضو) کا حصہ ہوتا ہے، آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا ''دیکھنا'' ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا

تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ	''پکڑنا اور گرفت کرنا'' ہے، پیر زنا کرتے
وَالرِّجْلَانِ يَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا	ہیں اوران کا زنا ''چلنا'' ہے، منہ زنا کرتا ہے
الْمَشْيُ وَالْفَمُ يَزْنِي وَزِنَاهُ	اس کا زنا ''بوس وکنار'' ہے، دل خواہش کرتا
الْقُبَلُ وَالْقَلْبُ يَهْوَى	اور تمنا وآرزو کرتا ہے ،جبکہ شرمگاہ اس کی
وَيَتَمَنَّى وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ	تصدیق کرتی (ہوئی زنا میں مبتلا ہوتی) ہے یا
ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ .	اسے جھٹلاتی ہے(یعنی زنا سے باز رہتی ہے)

(مسند الامام احمد ، حدیث نمبر:8752)

﴿نوجوانوں کو بے حیائی سے بچانا' ناگزیر﴾

ایک نوجوان فطری طور پر صنف نازک کی طرف مائل رہتا ہے، جب اُس کی نظر کے سامنے یہ منظر آتا ہے تو اس کی ذہنی کیفیت متاثر ہوجاتی ہے، ٹی وی چیانلس کے یہ فحش مناظر دن میں کئی مرتبہ اس کے ذہن ودماغ پر حملہ کرتے ہیں اورروز بروزا یسے حیاسوز حملوں سے اس کی حیا جیسی عظیم خصلت کالعدم ہوجاتی ہے اورانہی شرم وحیا سے عاری فحش مناظر کووہ اپنے سکون کا سامان اوردل لگی کا ذریعہ سمجھ بیٹھتا ہے۔

دختران ملت کو زیور حیا سے آراستہ کرنااور نواجونان امت کوصفت حیا سے مزین کرناوقت کا اہم تقاضا ہے،خاص طور پران کے عقیدہ کی اصلاح اورعمل کی تربیت کے لئے ہمیں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

﴿انٹرنٹ کے فوائد﴾

حضرات !انٹرنٹ ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ کا ایک بڑا ذریعہ ہے،دنیا کے کسی بھی علاقہ کے باشندگان سے رابطہ کرنا،مسیج دینا،انکی تعلیم وتربیت کرنا، بین الاقوامی سطح

پر کاروبار و بزنس کرنا، انٹرنٹ کے ذریعہ انجام دیا جارہا ہے و نیز بنکوں اور تجارتی اداروں کا باہم عالمی پیمانہ پر ربط وضبط، انٹرنٹ کے ذریعہ قائم ہوتا ہے، علاوہ ازیں آدمی ایک مقام پر بیٹھ کر انٹرنٹ پر موجود دنیا کی تمام لائبریریوں کا مطالعہ کرتا ہے، اس طرح انٹرنٹ کے کئی انفرادی، اجتماعی، تعلیمی و معاشی فوائد ہیں بلکہ یہ ایک عالمی ضرورت بن چکا ہے۔

انٹرنٹ پر بہت ساری اسلامی ویب سائٹس ہیں جن کے ذریعہ اسلامی مضامین، دینی کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، شرعی احکام و مسائل معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

مرکز علم وادب جامعہ نظامیہ کی ویب سائٹ www.Jamianizamia.org

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر کی ویب سائٹ www.ziaislamic.com اور دیگر اسلامی ویب سائٹس ہیں، ملت کے لئے استفادہ کا یہ زریں موقع ہے اور اس موقع سے یقیناً سینکڑوں ممالک کے کروڑوں افراد فائدہ اٹھارہے ہیں۔

﴿انٹرنٹ کے نقصانات﴾

انٹرنٹ کے ان وسیع فوائد کے باوجود یہ بے حیائی وفحاشی کا ایک غیر معمولی اور بڑا ذریعہ بن چکا ہے، انٹرنٹ کے ذریعہ ایک لڑکی اجنبی لڑکے سے بے تکلف تعلق قائم کرتی ہے اور ایک لڑکا اجنبی لڑکی سے بآسانی ربط پیدا کرلیتا ہے، ای میل اور چیاٹنگ سے دونوں کے تعلقات بڑھتے جاتے ہیں۔افسوس کی بات یہ ہے کہ افراد خاندان بھی اس قدر تفصیل سے واقف نہیں ہوتے؛ جس قدر تفصیلات سے یہ دو اجنبی ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرتے ہیں، جبکہ اسلام نے اجنبی لڑکا لڑکی کی گفتگو کو ممنوع ٹھہرایا ہے، کلام سے پہلے سلام کا درجہ ہے، لیکن نوجوان لڑکی کو سلام کرنے سے فقہاء کرام نے منع کیا ہے، محض اس لئے کہ فتنہ کا دروازہ کھلنے نہ پائے۔

یادر ہے کہ عورت کو اپنی آواز بھی پردہ میں رکھنی چاہئے،لیکن وائس چیاٹنگ (voice chatting) کے ذریعہ اجنبی لڑکا لڑکی ایک دوسرے کی آواز بے تکلف سنتے ہیں اور باہم گفتگو کرنے میں اُن کے لئے حیامانع نہیں ہوتی۔

یہی نہیں چیاٹنگ کے دوران ویب کیم (web cam) کے ذریعہ یہ دونوں ایک دوسرے کو بے محابادیکھتے ہیں،حیا کی چادرتارتار ہوئی جاتی ہے،لیکن ان کی نگاہیں نیچی نہیں ہوتیں، ہائے افسوس اس استعمال پر!!،انٹرنٹ کے اس بدترین طریقۂ استعمال سے تو بادیہ نشینی بہتر ہے، اس طرح کے ترقی یافتہ افراد سے دیہات کے سادہ لوح افراد کئی درجہ بہتر ہیں۔

﴿موبائل کی تباہ کاری﴾

اسی طرح موبائل فون کے ذریعہ ویڈیو کالنگ کی مدد سے ایک دوسرے کو دیکھا جارہا ہے،اُس کے لئے نہ کمپیوٹر سسٹم ولیپ ٹاپ کی ضرورت ہے اور نہ کسی دیگر کنکشن کی، جبکہ بدنظری وبدنگاہی سے متعلق وعیدیں آئی ہیں،حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا آگاہ فرمایا۔

کنزالعمال وغیرہ میں حدیث شریف ہے:

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

لتغضن أبصاركم ولتحفظن فروجكم ولتقيمن وجوهكم أو ليكسفن وجوهكم	: تم ضروراپنی نگاہوں کو نیچی رکھواوراپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو !اورتم اپنے چہروں کو درست رکھوورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کو بدل دے گا-

(المعجم الکبیرللطبرانی ، حدیث نمبر-7746-جامع الاحادیث، حرف

اللام،حدیث نمبر:18309 ۔کنز العمال، حدیث نمبر:13082)

نیز بدنظری کی وعید کے سلسلہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ نَظَرَ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.	جوکوئی شہوت کے ساتھ کسی اجنبی عورت کے مقاماتِ زینت کو دیکھتا ہے تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

(الھدایة ،کتاب الکراھیة ،ج4،ص458)

مذکورہ احادیث شریفہ میں غیر مرد کے اجنبی عورت کو دیکھنے پر جو وعیدیں آئی ہیں وہ عورت کے حق میں بھی ہیں کیونکہ اگر وہ اجنبی مَردوں کے سامنے اپنے محاسن کو ظاہر کرتی ہے اوران کو دیکھنے کا موقع دیتی ہے تو وہ بھی وعید اور سزا کی مستحق ہے۔

برادران اسلام !انٹرنٹ چیاٹنگ اور وائس چیاٹنگ کے ذریعہ لڑکا لڑکی کے درمیان قائم ہونے والے یہ تعلقات اس قدر قوی اور مستحکم ہوجاتے ہیں کہ نوبت میل ملاپ سے لے کر جنسی تعلقات تک پہنچ جاتی ہے، جو معاملہ غیر شرعی طریقہ پر وقت گزاری اوردل لگی سے شروع ہوا تھا اس کی انتہاء سنگین طور پر شرعی حدود کی پامالی اوراسلامی قانون کی حد درجہ خلاف ورزی پر ہوتی ہے۔

اجنبی لڑکیوں اورلڑکوں کا آپس میں جنسی تعلقات رکھنا خواہ کسی نوعیت سے بھی ہوں سخت ناجائز وشدید حرام ہے، محبت کے نام پر شریعت کو پامال نہیں کیا جاسکتا آزادی کے نام پر بے راہ روی کو اختیار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی قوانین اسلامیہ واحکام شرعیہ کے

حدود کو توڑا جا سکتا ہے، ارشاد رب العزت ہو رہا ہے:

تِلْکَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا	یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، تم
وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ	ان سے آگے نہ بڑھو! اور جو اللہ کی حدوں
هُمُ الظّٰلِمُونَ.	سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت:229)

حضرات! مغربی ممالک نے باہمی تعلقات میں جنسی بے راہ روی و عریانیت انتہائی عام کر دی ہے۔ جس طرح تمام افراد خاندان خورد و نوش کے لیے ایک دسترخوان پر جمع ہوتے ہیں، اسی طرح دوسرے جنسی امور کی تکمیل کے لیے ان کی تہذیب میں ایک دوسرے کے سامنے ہونا کوئی عیب و عار نہیں سمجھا جاتا۔

حضرات! اگر ہم اپنی اولاد کو دل کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنانا چاہتے ہیں تو انہیں ان مغربی ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھنے کی بے حد ضرورت ہے۔

﴿الکٹرانک میڈیا اور والدین کی ذمہ داری﴾

والدین کی اہم ذمہ داری ہے کہ اخلاق کی اصلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے نونہالوں کو ایسی چیزیں نہ دیں جن سے وہ بے حیائی سے آشنا ہو جائیں، ٹی وی کے عریاں و نیم عریاں مناظر سے ان کی آنکھوں کی حفاظت کریں، اگر مذہبی و تعلیمی پروگرام کی خاطر ٹی وی دیکھیں تو ٹی وی چیانلس سے ہونے والے شر اور نقصان کو دور کرنے کی تدبیر کریں، اس میں دکھائی دینے والے مناظر کا باقاعدہ سد باب کریں، بے حیائی والے چیانلس کی منصوبہ بند روک تھام کریں۔ اسی طرح انٹرنٹ کے تباہ کن استعمال سے بچوں کو محفوظ رکھیں، گھر میں بلاضرورت انٹرنٹ کنکشن اخلاق کے لئے انتہائی مضر اور

نقصاندہ ہے،اگرانٹرنٹ کے استعمال کی ضرورت ہوتو پاسورڈ وغیرہ سے اس طرح محفوظ رکھیں کہ بچہ والدین کی مرضی کے بغیرانٹرنٹ استعمال نہ کر سکے۔

جب اسلامی اصول کے مطابق کڑی نگہداشت کی جائے تو بچے باشعور ہونے تک ایسے بااخلاق ہونگیں کہ تنہائی میں بھی کسی بے حیائی والے منظر کو دیکھنے سے گریز کریں گے۔اگر کسی طرح بے حیائی ان کی نگاہوں کے سامنے ہو جائے تو نگاہ جھک جائے گی ،دل ناپسند کرے گا اور تمام اعضاء پر نفرت کے مارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

یقیناً اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دور حاضر میں الیکٹرانک میڈیا کی افادیت کے پیش نظر اس سے کلیۃً گریز ناممکن ہے،لیکن اہل اسلام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ریڈیو، ٹی وی چیانلس ،انٹرنٹ موبائیل فون وغیرہ تمام الکٹرانک ذرائع ابلاغ کو اسلامی قانون کے مطابق استعمال کریں،اپنے نونہالوں اور ماتحت افراد کے ہاتھوں میں یہ الکٹرانک ذرائع دے کر اُنہیں بے لگام نہ چھوڑیں۔ انھیں پاکیزہ سائٹس کی ترغیب دلاتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور سارے عالم میں اسلام کے پیام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،ابلاغ وترسیل کے تمام ذرائع کو اسلامی اصول کی روشنی میں استعمال کرنے'اس کے فوائد سے مستفید ہونے اوراس کے شر سے محفوظ رہنے کی ہدایت دے،اور ہمارے عقائد واخلاق میں استقامت اورعلم وعمل میں ترقی عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ، شخصیت وتعلیمات ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : وَاتَّبِعْ سَبِیلَ مَنْ أَنَابَ إِلَیَّ ثُمَّ إِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَأُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! اللہ تعالی ہر زمانہ میں اپنے محبوب ومقرب بندگان خاص' اولیاء کرام وبزرگان دین کو پیدا فرماتا ہے، انہیں اپنے قرب کی راہوں سے آشنا کرتا ہے، جس کے سبب وہ مردانِ باخدا ہمیشہ راہِ حق پر گامزن رہتے ہیں، قرب مولی اور وصالِ حق کی لذتوں سے سرشار ہوتے ہیں اور اللہ رب العزت کے انعامات سے مالا مال ہوتے چلے جاتے ہیں۔

﴿اتباع صالحین' حکم خداوندی﴾

رب العالمین نے اپنے کلام مجید میں ان مقدس ہستیوں کی پیروی کا حکم فرمایا' چنانچہ خطبہ میں جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی' اس میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِیلَ مَنْ أَنَابَ إِلَیَّ ثُمَّ جو شخص میری طرف رجوع ہوا اس کے راستہ

إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا	کی پیروی کرو، پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹنا ہے،
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ.	پھر میں تمہیں بتاؤں گا جو تم کرتے تھے۔

(سورۃ لقمن آیت: 15)

﴿اتباع صالحین کی برکت﴾

حضرات! جو بندگانِ خدا صراطِ مستقیم کو اپنانا چاہتے ہیں، اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ورضا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان کی خوشنودی کے لئے اپنا ہر قدم راہِ حق کی طرف بڑھانا چاہتے ہیں؛ سورۂ لقمٰن میں وارد حق تعالی کا یہ ارشاد ان کی رہنمائی کررہا ہے۔

اتباع صالحین کی برکت اور ان کی پیروی کی اہمیت کو بتاتے ہوئے حضرت ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

قوله: (وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ)	(جو میری طرف رجوع ہوا؛ اس کے راستہ کی
يعني من لم يهتد الطريق إلى	پیروی کرو) یعنی جو راہِ حق کی ہدایت نہ پائے
الحق عزَّ وجلَّ فليتبع آثار	تو اسے چاہئے کہ وہ صالحین کرام کے نقشِ قدم
الصالحين لتوصله بركة	پر چلے! تاکہ ان کی پیروی کی برکت اُسے راہِ
متابعتهم إلى طريق الحق ،	حق تک پہنچادے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ
ألا ترى كيف نفع اتباع	صالحین کرام کی پیروی نے اصحابِ کہف کے
الصالحين كلب أصحاب	کتے کو کس قدر نفع پہنچایا! یہاں تک کہ اللہ تعالی
الكهف، حتى ذكره الله	نے متعدد مرتبہ اس (کتے کا اپنے کلام میں)
تعالى بالخير مراراً ۔	بھلائی کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(تفسیر التستری ، سورۃ لقمٰن آیت:15)

ذکرالٰہی میں مصروف‘ عبادت وبندگی میں مشغول ایسے ہی بندوں کے بارے میں ارشادنبوی ہے:

هـم الـجـلـسـاء لايشقى بهم جليسهم . یہ وہ ہمنشین ہیں جن کی مجلس میں بیٹھنے والا بدنصیب نہیں ہوتا۔

(صـحيـح البـخـاری، كتـاب الـدعوات ، باب فضل ذكرالله عزوجل ، حديث نمبر:6408۔ صـحيح مسلم ، كتاب الذكروالدعاء والتوبة،باب فضل مجالس الذكر،حديث نمبر:7015۔مسند احمد،مسندابی هريرة،حديث نمبر: 7629)

برادران اسلام! یہ وہ مردانِ باخدا ہیں جو اپنے اخلاق وکردار‘عادات واطوار کے ذریعہ بھٹکی ہوئی انسانیت کوراہِ نجات دکھاتے ہیں،ضلالت وگمراہی اورظلم وبربریت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے ہدایت واعتدال‘احسان وعدل کی راہ پر گامزن کرتے ہیں اوران کے نفوس کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ کرتے ہیں ، باطن کی صفائی کے لئے اورادواذکارکی تلقین کرتے ہیں،عقائدحقہ کی تعلیم دیتے ہیں اوراعمال صالحہ واخلاق حسنہ کی تربیت کرتے ہیں۔

قطب الاقطاب ، فردالافرادحضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سرزمین دکن میں انہی مقربان بارگاہ کے سرداراورصالحین امت کے سرخیل کہلاتے ہیں۔

چونکہ اسی مبارک مہینہ ذی القعدہ کی سولہ(16)تاریخ کوحضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے؛ اسی مناسبت سے آپ کی سوانح کے ساتھ ساتھ آپ کی پاکیزہ تعلیمات وقیمتی ارشادات ذکرکرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے‘ کیونکہ

اسلامی تاریخ کا مطالعہ اور بزرگوں کے کارناموں سے واقفیت عملی زندگی میں ایک عظیم انقلاب بپا کرتی ہے۔

﴿نام مبارک اور القابِ مبارکہ﴾

حضرت بندہ نواز علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی ''سید محمد'' اور کنیت شریفہ ''ابوالفتح'' ہے ،القاب مبارکہ میں ''صدرالدین،الولی الاکبر الصادق، بندہ نواز، گیسو دراز، بلند پرواز اور شہباز'' سرفہرست ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت چار (4) رجب المرجب 721ھ سرزمین دہلی میں ہوئی، آپ امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں، آپ کا نسب مبارک بائیسویں پشت میں امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے، جب آپ کی عمر شریف چار (4) برس ہوئی تو اپنے بزرگ والدین کے ساتھ دہلی سے دولت آباد (اورنگ آباد مہاراشٹرا) منتقل ہوئے۔

﴿تعلیم اور بیعت﴾

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بزرگ والدین اور نانا جان سے حاصل کی اور حفظ قرآن کریم تکمیل کیا، بعدازاں اکابرامت واساطین علم ومعرفت سے علوم ومعارف کے قیمتی جواہر حاصل کئے۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ والدہ ماجدہ اور بھائی کے ہمراہ دہلی تشریف لائے ،اس وقت آپ کی عمر مبارک پندرہ (15) سال تھی، جبکہ والد بزرگوار وصال فرما کر چار (4) سال ہوچکے تھے، 16 رجب 736ھ میں پیرطریقت شیخ الاسلام حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی

سعادت حاصل کی، اکتساب علوم شریعت، اسرار طریقت میں شب وروز ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

ضروری حد تک علم ظاہر حاصل کر لینے کے بعد آپ نے مرشد گرامی سے عرض کیا کہ اگر حضرت اجازت مرحمت فرمائیں تو اسی حد تک علم ظاہر کی تعلیم پر اکتفاء کرلوں اور علم باطن کی تعلیم میں ہمہ تن مشغول ہوجاؤں، پیرومرشد نے ارشادفرمایا ''**خَیر ہِدایہ وبَزدَوِی ورِسالہ شَمسیہ وکَشّاف ومفتاح صحائف اِیں ھَمَہ رَا مرتب کن! مرا بتو کاریست** ''یعنی ہدایہ،اصولِ بزدوی ،رسالہ شمسیہ ،تفسیرِ کشاف ،مفتاح العلوم،ان سب کتابوں کوتوجہ سے پڑھیے! کیونکہ ہمیں آپ سے ایک عظیم کام لینا ہے۔

چنانچہ مرشد گرامی کے حکم کی تعمیل میں آپ نے بڑی عرق ریزی وجانفشانی سے ان تمام کتابوں کومکمل کیا، بعد ازاں پوری یکسوئی کے ساتھ علوم باطن کی تحصیل میں منہمک اور سلوک وریاضت میں مستغرق ہو گئے۔(سیر محمدی فارسی،ص16,17)

﴿نعمت خلافت سے سرفرازی﴾

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے اورآپ پر پیرومرشد کی خصوصی عنایت وتوجہ تھی؛جس کی وجہ آپ روحانی مدارج طے کرنے لگے اور عرفانی مقامات پرفائز ہونے لگے۔دیکھتے ہی دیکھتے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ قرب الٰہی کے اعلی ترین مقام پر متمکن ہوئے،شیخ گرامی حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے بلاطلب ،نعمت خلافت سے سرفراز فرمایااورقبل وصال اپنا جانشین مقرر فرمایا،شب جمعہ اٹھارہ(18)رمضان 757ھ میں شیخ گرامی نے بعمر بیاسی (82)سال وصال فرمایا،جبکہ بندہ نواز کی عمر شریف چھتیس(36)برس تھی۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ سجادۂ ولایت پر مسند نشین ہوکر مرشد گرامی شیخ الاسلام حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کی حیثیت سے بندگانِ خدا کوسلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں داخل فرمانے لگےاور مریدین ومتوسلین آپ کی ذات قدسی صفات کے ذریعہ عوارف ومعارف ،حقائق ودقائق کے فیضان سے بہرہ مند ہونے لگے۔

﴿خانوادۂ عالیہ﴾

چالیس سال کی عمر شریف میں حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید احمد بن مولانا سید جمال الدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی رضا خاتون رحمۃ اللہ علیہا سے عقد نکاح فرمایا ، ان کے بطن مبارک سے دو(2)صاحبزادے اورتین (3)صاحبزادیاں تولد ہوئیں،حضرت مولانا سید حسین المعروف سید محمد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ اورحضرت مولانا سید یوسف المعروف سید محمد اصغر حسینی رحمۃ اللہ علیہ، دونوں صاحبزادے عالم ربانی وعارف باللہ ہوئے۔

حضرت مولانا قاضی عبدالمقتدر ،حضرت مولانا خواجگی نحوی اورحضرت مولانا نصیرالدین قاسم رحمۃ اللہ علیہم جیسے باکمال اساتذہ کرام سے علوم شریعت ،معقولات ومنقولات کی تعلیم حاصل کی،آپ اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا سید محمد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور ریاضت ومجاہدہ سے بے پناہ خوش ہوتے تھے،آپ کے

خانوادۂ عالیہ کے جملہ نفوس قدسیہ علم شریعت ومعرفت کے آفتاب وماہتاب ہوئے ہیں۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ گرامی کے وصال مبارک کے بعد چوالیس (44) سال دہلی ہی میں تعلیم وتربیت، رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا، بعدازاں اسّی (80) سال کی عمر شریف میں دہلی سے رَختِ سفر باندھا، دوران سفر گوالیار، رادھیر ودیگر مقامات میں سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے فیوض وبرکات پھیلاتے ہوئے دولت آباد شریف تشریف لائے، والد بزگوار کی مزار مبارک کی زیارت فرمائی، بیاسی (82) برس کی عمر شریف میں سرزمین گلبرگہ شریف رونق افروز ہوئے اوراسی مقام کو ہمیشہ کے لئے مرکز فیض بنایا۔

﴿حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک' مسلکِ اہل سنت وجماعت﴾

برادران اسلام! اہل حق نے ہر دور میں بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک ومشرب سے متعلق حقائق کو واشگاف کیا اور روز روشن کی طرح اس بات کو واضح کردیا کہ حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی مسلک اہل سنت وجماعت کے مطابق گزاری اوراسی کی نشر واشاعت فرمائی، مذہب حنفی کی تشریح وتوضیح فرمائی، طریقہ صوفیہ کی ترویج وتبلیغ فرمائی اور سالکین کے تزکیہ وتصفیہ میں اپنے انفاس قدسیہ سے ہر ہر نَفَس کو وقف فرمادیا اور بندگانِ خدا کی تعلیم وتربیت میں اپنی حیات مقدسہ کے ایک ایک لمحہ کو صرف فرمادیا تھا، آپ کی گراں قدر تصنیفات وتالیفات، تحقیقات وتعلیقات اورآپ کے مواعظ وارشادات، مکتوبات وملفوظات عقائد مسلک حق کی عکاسی کرتے ہیں، چنانچہ آپ کے شہزادۂ اکبر جوامع الکلم میں صفحہ 67،68 پر حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

''بہت سے لوگ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں،کوئی انہیں نبی اور خدا تک کہہ دیتا ہے اور اس طرح غلاتیہ، بیانیہ،نُصیریہ،صالحیہ (الملل والنحل للشہرستانی) بہت سے گروہ پیدا ہوگئے ہیں۔ ہر ایک کے بارے میں تفصیل بیان کرنا تو بہت طویل بات ہے ،لیکن حق مذہب یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں افضل ہیں،ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ،ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ،ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد تمام صحابہ اور اولیاء کرام ۔اور اس کے علاوہ جو کچھ توہمات اور پراگندہ خیالی ہے وہ گمراہی ہے''۔(جوامع الکلم،ص:67،68)

﴿خوف الٰہی ،عبادت وطاعت' امتیاز اہل بیت﴾

حضرات !امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا حق تعالیٰ سے خوف وخشیت رکھنا، بارگاہ الٰہی سے تعلق اور بندگی کا اظہار کرنا ان کی امتیازی شان کو آشکار کرتا ہے،، بارگاہ رسالت سے رشتہ اور نسبت کے باوجود خوف خدا اور طاعت الٰہی ہمیشہ ان کا وصف خاص رہا، ان کی اس فضیلت کو بیان کرتے ہوئے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''اہل بیت میں دو چیزیں عام طور پر پائی جاتی ہیں اور ان سے کسی کو بھی خالی نہ دیکھو گے؛ ایک تو خوف خدا' دوسرے عبادت وطاعت الٰہی ،اس میں کوتاہی ان میں سے کسی میں نہیں دیکھی جاتی''۔(جوامع الکلم،ص89)

﴿اتباع سنت' راہ سلوک کی شرط اولین﴾

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر گامزن رہنا، آپ کی دلنواز

اداؤں کو اپنانا، پاکیزہ سنتوں پر عمل کرنا ہی دارین میں سعادت اور کامیابی کی بنیاد ہے، اتباع سنت سے انحراف اور اسوۂ حسنہ کی خلاف ورزی اہل اللہ اور بندۂ مومن کا شیوہ نہیں، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی حق وصداقت کا معیار، اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حسنِ عقیدت کا اظہار ہے، اس روشن حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر کوئی نااہل اس راہ سلوک میں قدم رکھ دیتا ہے تو اسے بڑی فضیحت (رسوائی) ہوتی ہے اور وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتا، کیونکہ اس راہ میں صادق (راست باز) ہی کامیاب ہوسکتا ہے، صوفیہ کے یہاں کچھ علامتیں مقرر ہیں جن سے وہ اہل اور نااہل کی تمیز کر لیتے ہیں، ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک آدمی کو زہد وتقوی اور باطنی صفائی میں بہت شہرت حاصل تھی، ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ اس کو دیکھنے کے لئے گئے، اتفاق سے وہ آدمی اپنے گھر سے مسجد جارہا تھا، چلتے چلتے قبلہ کی طرف منہ کر کے اس نے تھوک دیا، ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس کے اعضاء وجوارح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں اور آداب کے خوگر وعادی نہیں ہوئے ہیں؛ وہ اپنے دعویٰ بزرگی میں کیسے صادق ہوسکتا ہے؟ اور وہ اسی جگہ سے بغیر ملاقات کئے واپس چلے گئے۔

(جوامع الکلم، ص:90/89)

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نورانیت سمجھاتے ہوئے اور عقائد حقہ کی حامل جماعت کو ثبات واستقامت کی تعلیم دیتے ہوئے اپنی کتاب جواہر العشاق میں بیان فرمایا (جسے آپ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مکشوفات والہامات پر مبنی رسالہ کی شرح کرتے ہوئے تصنیف فرمایا) چنانچہ غوث اعظم

رضی اللہ عنہ کے ایک الہام کی شرح فرماتے ہوئے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالی نے فرشتوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے، اللہ تعالی فرماتا ہے:...... بموجب حدیث قدسی:

كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ''میں پوشیدہ خزانہ تھا' پس چاہا کہ پہچانا جاؤں''

میں نے چاہا کہ جو میری شان ہے اور جو کچھ میرے جمال وکمال اور قدرت میں ہے اس کو ظاہر کروں۔(تو میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا) مزید آگے تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کافروں نے یہ بات نادانی سے کہی کہ'' اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا'' کیا بشر ہم کو راستہ بتاتے ہیں، پس حکم ہوا کہ کَفَرُوا'' وہ لوگ کافر ہو گئے، اتنا نہ سمجھ سکے کہ کَانَ يَمْشِيْ وَلَاظِلَّ لَهٗ (آپ چلتے تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہیں نور ِخدا کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے؟ انتہی ملخصاً۔

(جواهر العشاق ،ص:59)

﴾باطنی پاکیزگی کا مفہوم﴿

حضرات! قلب کی پاکیزگی اور باطن کا تزکیہ ہی دارین کی صلاح وفلاح اور کامیابی وکامرانی ہے اور سلوک کی بنیاد تخلیہ وتجلیہ پر ہے،اس کی توضیح کرتے ہوئے

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا: تخلیہ سے مراد ہے، اللہ جل شانہ کے سوااور سب طرف سے دل کو ہٹالینا' اور تجلیہ سے مراد ہے، نفس کا تزکیہ اور جلا، توجہِ تام کے ساتھ اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہونے اور نفس کو طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رکھنے سے جلاءِ باطن حاصل ہوتی ہے، جس نے یہ دونعمتیں پالیں اسے دونوں جہاں کی نعمتیں مل گئیں۔

خدائے عزوجل تک جو لوگ پہنچے ہیں، وہ نفسانی خواہشات کے خلاف عمل کرنے، اللہ کی یاد میں راتوں کو جاگنے، دن میں روزے رکھنے اور کھانے پینے میں کمی کرنے اور دائمی طور پر متوجہ رہنے سے اس مرتبہ پر پہنچے ہیں، اس نعمت کے حصول کے لئے ''پیر'' کی توجہ کی ضرورت ہے، ہم سے جو پیر نے فرمایا؛ ہم اس پر چلے اور ان کی اقتدا کی برکت سے فضل الٰہی ہمارے شامل حال ہوا اور تمام مرادیں مل گئیں۔

ایک کلیہ (قاعدہ) ہے جو میں کہہ رہا ہوں، جزئیات کو اسی پر تطبیق دے لو! جہاں ہَوائے نفس ہو؛ اسے ترک کردو! جہاں کوئی آرزو ہو، اسے نظر سے دور کردو!، دیکھو تو پھر کیا کیا نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ (مکتوبات بندہ نواز، ص49/48)

﴿سونے سے پہلے دن بھر کے عمل کا جائزہ لینا چاہئے!﴾

برادران اسلام! بندۂ مومن جب دن گزارتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کی کوشش کرتا ہے، اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنی عبادات اور معاملات کی تکمیل کرتا ہے، بسا اوقات وہ غفلت کا شکار ہوجاتا ہے' اسی لئے بزرگان دین نے احادیث کریمہ کی روشنی میں اپنے اعمال کے محاسبہ کی فکر دی کہ آدمی سونے سے پہلے دن بھر کئے گئے امور کا محاسبہ کرے، نیکی و بھلائی پر شکر بجالائے

اور بدی و برائی پر استغفار کرے۔ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ.	حضرت ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا کا تابع وفرمانبردار بنادے اور موت کے بعد والی زندگی کیلئے عمل کرے اور نادان وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہش کا تابع بنا دے پھر اللہ کے بھروسہ پر آرزوئیں اور امیدیں باندھے رکھے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت والاستعدادلہ، حدیث نمبر 4401)

اس سلسلہ میں حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ ہو: ''روزانہ سونے کے وقت آدمی کو اپنے دن بھر کے عمل اور قول کا جائزہ لے کر سونا چاہئے، العیاذ باللہ! اگر اس سے دن میں کوئی غلط اور بے ہودہ حرکت ہوگئی ہے تو اس سے اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور کوشش کرنا چاہئے کہ آئندہ اس طرح کی حرکت اس سے نہ ہو اور اگر اس سے اچھا اور مستحسن کام ہوا ہو تو برابر اس پر ثابت قدم رہنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ سے اس پر استقامت کی دعا مانگے اور اللہ کا شکر ادا کرے، جو آدمی اس پر عمل پیرا رہے گا وہ قیامت کے دن حساب وکتاب سے بے خوف رہے گا، فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيْرًا۔''

(جوامع الکلم، 287، 288)

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا لمحہ لمحہ انہی پاکیزہ تعلیمات اور خلق

خدا کی ہدایت ورہنمائی میں گزرا، آپ اپنی ذات میں ایک عابدوزاہد' پا کباز وروشن ضمیر بزرگ رہے اور دوسروں کے لئے رشدوہدایت کے علمبردار' اخلاق وکردار کا نمونہ' خیر وبھلائی میں امت کے مقتدا وپیشوا رہے۔

﴿وصال مبارک﴾

گلبرگہ شریف میں بائیس سال تک رشدوہدایت اور علم ومعرفت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد ایک سو چار (104) سال چار (4) ماہ بارہ (12) دن کی عمر مبارک میں وصال فرمایا، روز شنبہ 16 / ذیقعدہ 825ھ کو اشراق وچاشت کے درمیان آپ کی روح مبارک رفیق اعلی سے جاملی۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی میں ہم سب کے لئے پیغام ہے کہ ہم خودغرضی ومادہ پرستی کو اپنا مقصدِ زندگی نہ بنائیں بلکہ خداترسی اور خلق خدا کی خدمت اختیار کریں، دنیا کی محبت دل سے نکال کر خالق کائنات ومالک حقیقی کی محبت دل میں بسائیں، نفس کی پیروی کرنے کی بجائے نفس کو شریعت اسلامیہ کا تابع بنائیں۔

آج بھی آپ کی تعلیمات وارشادات زخم خوردہ انسانیت کو نسخہ کیمیاء دے رہے ہیں، خوف ودہشت کے ماروں کو امن وسلامتی' راحت وآشتی بخش رہے ہیں اور خلق خدا کو فیوض وبرکات' انوار وتجلیات سے منوّر ومُجلیٰ کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اہل اللہ وصالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے!

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○ حج وعمرہ، فضائل وبرکات ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! عازمین حج وزیارت کے قافلے سوئے حرمین شریفین رواں دواں ہیں، زندگی تمام جس کعبہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے اب وہ خود اپنی آنکھوں سے کعبۃ اللہ شریف کا دیدار کریں گے، جس نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں اب ان کی بارگاہ عالی جاہ میں حاضر ہونے کا شرف پائیں گے۔

حضرات! انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب وہ کسی بڑے دربار میں حاضر ہونا چاہتا ہے تو غسل کر کے مکمل پاک وصاف ہوتا ہے، عمدہ لباس زیب تن کرتا ہے اور پھر دربار شاہی میں حاضر ہوتا ہے، ایسے ہی حجاج کرامؒ بادشاہوں کے بادشاہ، رب العالمین کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور اس دربار عالی میں حاضر ہونے

کے لئے انہیں ماہ رمضان کے ذریعہ پاک وصاف کیا گیا، پہلے عشرہ میں بندہ کو رحمتوں سے بہرہ ور کیا گیا، دوسرے عشرہ میں مغفرت کے ذریعہ گناہوں سے پاک وصاف کیا گیا، تیسرے عشرہ میں جہنم سے رہائی کا پروانہ دیا گیا اور اسے شب قدر کی برکتوں سے مالا مال کیا گیا، بندۂ مومن نے قرآن کریم کی تلاوت وسماعت بھی کی، جس سے دل کا زنگ دور ہوگیا اور اس کا قلب روشن ومنور ہوگیا، روزہ کی برکت سے نفس مغلوب ہوگیا اور بندہ تربیت اسلامی کا مظہر اور تراویح ونوافل کی ادائی سے اخلاق حمیدہ کا پیکر بن گیا، اب تک وہ گناہوں کے میل سے آلودہ تھا، اسے ماہ رمضان میں آب رحمت اور مغفرت کے پانی سے پاک وصاف کردیا گیا، جب بندہ مکمل پاک وصاف ہوگیا تو اب اجازت ملتی ہے کہ رب العالمین کے دربار میں حاضر ہوجاؤ!۔

﴿ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلانِ حج ﴾

حضرات! جن افراد کو اللہ تعالی حج کی سعادت عطا فرمارہا ہے، وہ بارگاہ الٰہی کے منتخب اور چنندہ ہیں؛ کیونکہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور لوگوں میں حج کا اعلان کیا، قدرت الٰہی سے آپ کی آواز زمین وآسمان کے درمیان گونج اٹھی، جسے زمین وآسمان میں موجود ساری خلقت نے سنا، دنیا کے گوشہ گوشہ سے مخلوق خدا کا وہاں حاضر ہونا اس کی بین دلیل ہے،

جیسا کہ مستدرك علی الصحیحین میں روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : لَمَّا فَرَغَ إِبْرَاهِیْمُ مِنْ بِنَاءِ الْبَیْتِ	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ

قَالَ: رَبِّ قَدْ فَرَغْتُ. فَقَالَ : أَذِّنْ فِيْ النَّاسِ بِالْحَجِّ . قَالَ : رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِيْ ؟ قَالَ : أَذِّنْ وَعَلَيَّ الْبَلاغُ . قَالَ : رَبِّ كَيْفَ أَقُوْلُ؟ قَالَ : قُلْ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ ، حَجُّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَسَمِعَهُ مِنْ بَيْنِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ .أَلا تَرَى أَنَّهُمْ يَجِيْئُوْنَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ يُلَبُّوْنَ ؟.

تعالی کے دربار میں معروضہ کیا: الٰہی! میں تعمیر سے فارغ ہو چکا ہوں، تو اللہ تعالی نے حکم فرمایا: ''لوگوں میں حج کا اعلان کرو!'' انہوں نے عرض کیا: الٰہی! میری آواز کیسے پہنچے گی؟ ارشاد فرمایا: آواز دینا تمہارا کام ہے اور پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا: پروردگار! میں کن کلمات سے اعلان کروں؟ ارشاد فرمایا: اس طرح کہو! ''اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا، معزز ومکرم گھر کعبۃ اللہ کا حج تم پر فرض کیا گیا'' تو زمین وآسمان کے درمیان جتنی مخلوق تھی سب نے آپ کی آواز سنی۔ یہی وجہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ حجاج زمین کے کونے کونے سے لبیک لبیک کہتے ہوئے حج کے لئے آتے ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة الحج، حديث نمبر3421)

﴿ندائے خلیل پر لبیک کہنے والے ہی حج کے سعادتمند﴾

برادران اسلام! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آواز پر جن افراد نے لبیک کہا تھا وہی افراد آج حج کی سعادت سے مشرف ہو رہے ہیں، جیسا کہ تفسیر درمنثور میں ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : لَمَّا أَمَرَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ أَنْ يُّنَادِيَ فِيْ النَّاسِ بِالْحَجِّ ، صَعِدَ أَبَا قُبَيْسٍ فَوَضَعَ أُصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ نَادَى : إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَأَجِيْبُوْا رَبَّكُمْ .فَأَجَابُوْهُ بِالتَّلْبِيَةِ فِيْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ ، وَأَوَّلُ مَنْ أَجَابَهُ أَهْلُ الْيَمَنْ .فَلَيْسَ حَاجٌّ يَحُجُّ مِنْ يَوْمِئِذٍ إِلَى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ ؛إِلَّا مَنْ كَانَ أَجَابَ إِبْرَاهِيْمَ يَوْمَئِذٍ.	امام ابن ابو حاتم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت نقل کی ہے،آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تو آپ ابوقبیس نامی ایک پہاڑ پر چڑھے اور اپنی مبارک انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھا اور ندا دی:"بیشک اللہ تعالی نے تم پر حج فرض کیا ہے تو تم اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہو!" تو آپ کی اس ندا پر لوگوں نے مردوں کی پشتوں اور عورتوں کے شکموں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے اس دعوت کو قبول کیا۔اورسب سے پہلے یمن والوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔اور اس دن سے قیامت تک جو کوئی حاجی حج کرتا ہے تو یہ وہی خوش نصیب ہے جس نے اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور،سورۃ الحج،27)

حضرات!جو بندگان خدا حج کا عظیم فریضہ ادا کررہے ہیں وہ اللہ تعالی کے دربار سے منتخب اور چنندہ ہیں،اللہ تعالی جب اس شرف سے مشرف فرمارہا ہے تو انہیں

چاہئے کہ وہ حج کے مناسک بہتر طور پر سیکھ لیں، توبہ واستغفار کی کثرت کریں، دل میں خوف وخشیت کی کیفیت میں مزید اضافہ کریں، جو حقوق واجب ہیں انہیں ادا کریں، اگر کسی کی دل آزاری کی ہو تو ان سے معافی چاہیں، حج میں بطور خاص صبر وتحمل، ایثار وقربانی، عفو ودرگزر سے کام لیں، ارشاد حق تعالی ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

جو شخص حج کے مہینوں میں احرام باندھ کر حج کی نیت کر لے تو حج کے وقت نہ بے حیائی کا کوئی کام کرے اور نہ کوئی گناہ کرے اور نہ ہی کسی سے جھگڑے۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:197)

برادران اسلام! حج دین اسلام کا ایک مہتم بالشان رکن ہے، جو، ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً.

ترجمہ: اور اللہ تعالی کے لئے لوگوں پر کعبۃ اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔

(سورۃ آل عمران، آیت:97)

حج اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے کیا جائے، اس سے ریاکاری ودکھاوا مقصود نہ ہو، حج اس لئے نہ کیا جائے کہ لوگ ہمیں حاجی کہیں بلکہ اس نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں؛ کیونکہ عبادات کے اندر نیت کو روح کا درجہ دیا گیا ہے، جو خوش نصیب افراد خُلوصِ نیت کے ساتھ حج ادا

کرتے ہیں ان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عظیم بشارت عطا فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

حَدَّثَنَا سَیار اَبُو الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ.

حضرت ابو الحکم سیار رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ کی رضا کے لئے حج کیا اور اس نے نہ بے حیائی کا کوئی کام کیا اور نہ فسق و فجور کا مرتکب ہوا؛ وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہوکر لوٹے گا گویا اس کو اس کی ماں نے ابھی جنم دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج،باب فضل الحج المبرور .حدیث نمبر1521)

﴿حج کس پر فرض ہے؟﴾

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللَّهِ مَا یُوجِبُ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ایک صاحب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

الْـحَـجَّ؟ قَـالَ: الـزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ.	وسلم! حج کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توشۂ سفر اور سواری۔

(جـامـع التـرمـذی ، کتـاب الحج، باب ما جاء فی إیجاب الحج بالزاد والراحلة، حدیث نمبر818)

فقہاء کرام نے اس کی یوں وضاحت کی ہے کہ جس شخص کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد اس قدر مال ہو کہ وہ بیت اللہ شریف تک آنے جانے اور قیام کرنے کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو اور سفر حج سے واپس آنے تک اہل وعیال کے نفقہ کا انتظام کرسکتا ہو تو وہ صاحب استطاعت ہے اور اس پر حج فرض ہے۔

زکوۃ واجب ہونے کے لئے دیگر شرائط کے ساتھ نصاب کا مالک ہونا، مال کا بڑھنے والا ہونا اور نصاب پر سال گزرنا، شرط ہے، حج واجب ہونے کے لئے مال کے بڑھنے یا اس پر سال گزرنے کی شرط نہیں اور نہ نصاب کی تکمیل لازمی ہے، محض بنیادی ضرورت اور اہل وعیال کے نفقہ سے زائد اتنی رقم ہو کہ بیت اللہ شریف جانے آنے کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو تو حج فرض ہو جاتا ہے۔

رہائشی گھر کے علاوہ جائیداد ہو اور اس کو فروخت کرنے سے اتنی رقم حاصل ہوتی ہے کہ وہ واپسی تک اہل وعیال کے نفقہ کا بندوبست کرکے حج کے مکمل اخراجات برداشت کرسکتا ہو تو ایسے شخص پر حج فرض ہے۔

فتاوی عالمگیری، کتاب المناسک میں ہے: **وتـفسیـر مـلک الـزاد والـراحـلة أن یـکـون لـه مـال فـاضل عن حاجته ، وهو ما سوی مسـکـنـه ولبسه وخدمه ، وأثاث بیته قدر ما یبلغه إلی مکة ذاهبا**

وجـائيا راكبا لا ماشيا وسوى ما يقضى به ديونه ويمسك لنفقة عيـالـه ، ومـرمة مسـكـنـه ونـحوه إلى وقت انصرافـه......وفى التـجـريد: إن كان له دار لا يسكنها وعبد لا يستخدمه فعليه أن يبيعه ويحج به .(فتاوى عالمگيرى ، كتاب المناسك)

﴿حج فرض ہونے کے باوجود تاخیر کرنا' موجب غضب﴾

بعض افراد حج فرض ہونے کے باوجود کسی شرعی عذر کے بغیر پس وپیش کرتے ہیں،اوراگر قضاء آجائے تو ایک فرض کے تارک اور عظیم فضیلت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے ہیں، جامع ترمذی میں روایت ہے:

عَـنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ الـلَّـهِ صَـلَّـى اللهُ عَلَيْـهِ وَسَـلَّمَ: مَـنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِـلَةً تُبَـلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ الـلَّـهِ وَلَـمْ يَحُجَّ فَلاَ عَلَيْهِ أَنْ يَـمُـوتَ يَهُـودِيًّـا أَوْ نَـصْرَانِيًّا وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ يَـقُـولُ فِـى كِتَابِـهِ (وَلِلَّـهِ عَـلَـى الـنَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً).

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص زادراہ اورایسی سواری کا مالک ہوجواسے بیت اللہ شریف تک پہنچائے اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس پراس بات کافرق نہیں کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی مرے۔اسی سے متعلق اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایاہے: اوراللہ تعالی کے لئے لوگوں پر کعبۃ اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔(سورۂ آل عمران،آیت:97)

(جامع الترمذى،ابواب الحج، باب ما جاء فى التغليظ فى ترك الحج،حديث نمبر:817)

حضرات! جولوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج ادانہیں کرتے انہیں نصیحت کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

حج میں کمال درجے کی خوشنودی الٰہی ہے چونکہ بطیبِ خاطر مال خرچ کرنا اور مصائب پرصبر کرنا مشکل کام تھا اس لئے حق تعالیٰ نے عمر بھر میں ایک ہی حج مقرر فرمایا؛ جس سے اہل ایمان کا امتحان مقصود ہے۔ بڑی افسوس کی بات ہوگی کہ ہم عمر بھر دعوائے عبودیت کرتے رہیں اور تمام عمر میں ایک امتحانِ عبودیت جو مقرر کیا گیا ہے اس سے بھی گریز کر جائیں!

اس سے تو یہ ثابت ہوگا کہ وہ دعویٰ زبانی ہی زبانی تھا۔اسی وجہ سے متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ جو حج نہیں کرے گا وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی' اللہ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

(مقاصد الاسلام،حصۂ چھارم،ص:56)

﴿حج' ظاہری وباطنی فوائد کا جامع﴾

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے حج کے اس عظیم فریضہ کی بابت خصوصی فضائل، برکات ومنافع بیان فرمائے ہیں، بعض افراد حج فرض ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر زیادہ مصارف آتے ہیں، مال کثیر خرچ کریں تو شاید ہم فقر وفاقہ سے دوچار ہوجائیں گے، ایسے افراد کو بھی حج کی ترغیب دلاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی حج کی برکت سے فقر وتنگدستی کو دور فرمادیتا ہے اور گناہوں کو بھی معاف فرمادیتا ہے، فقر وتنگدستی کا دفع ہونا ظاہری فائدہ ہے اور گناہوں کا معاف کیا جانا باطنی فائدہ ہے، اس طرح حج ظاہری وباطنی ہر

دوفوائد کا جامع ہے، جیسا کہ جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ .	سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پے در پے حج وعمرہ کیا کرو کیونکہ حج وعمرہ فقر اور گناہوں کو ایسے ہی دفع کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہا اور سونا چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اور مقبول حج کا ثواب تو جنت ہی ہے۔

(جامع الترمذی ، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة، حدیث نمبر: 815۔ سنن النسائی ، فضل المتابعة بین الحج والعمرة، حدیث نمبر:2630 ۔سنن ابن ماجه، باب فضل الحج والعمرة، حدیث نمبر:2887)

﴿حج کے اقسام﴾

حضرات! حج کی تین قسمیں ہیں:

(1) حج قران۔ (2) حج تمتع (3) حج افراد۔

(1) **حج قران:** اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ نیت کر کے احرام باندھا جاتا ہے۔

حج قران میں عمرہ کرنے کے بعد بال نہیں نکالے جاتے اور احرام نہیں کھولا جاتا بلکہ اسی طرح احرام کی حالت میں رہتے ہیں اور جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں

تو اسی احرام سے حج کرتے ہیں، البتہ احرام کا لباس حسب ضرورت تبدیل کر سکتے ہیں۔

(2) **حج تمتع**: اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے حج کے مہینوں میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھولدیا جاتا ہے، پھر جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں اس وقت دوبارہ حج کا احرام باندھکر حج کیا جاتا ہے۔

اکثر افراد حج تمتع ہی کیا کرتے ہیں۔

(3) **حج اِفراد**: اس حج کو کہتے ہیں جس میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے۔

﴿اشہر حج (حج کے مہینے)﴾

حضرات! حج کا فریضہ زمان ومکان کے ساتھ خاص ہے، یعنی اس فریضہ کو مخصوص مقام اور خاص وقت پر ادا کیا جاتا ہے، شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن حج کے مہینے کہلاتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے
أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ	فرمایا: حج کے مہینے: شوال، ذی القعدہ
وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.	اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب الحج ، بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ)

حج کے ایام: حج کے چھ (6) دن ہیں:

8/9/10/11/12 اور 13 ذی الحجہ۔

﴿ حج کے فرائض ﴾

فرائض حج تین(3) ہیں:

(1)احرام۔(2) وقوف عرفات۔(3) طواف زیارت۔

(1) احرام:اس سے مراددل سے حج کی نیت کرنااورتلبیہ(لبیک) کہنا ہے۔ (عموما بغیر سلے کپڑوں کواحرام کہا جاتا ہے)

(2) وقوف عرفات:9!ذی الحجہ کوزوال آ فتاب کے بعد سے 10!ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان میدان عرفات میں کچھ دیر کے لئے کیوں نہ ہوٹھہرنا یہ وقوف، حج کا عظیم ترین رکن ہے۔زوال کے فوری بعدوقوف کا آ غاز کرنا' مسنون ہے۔

(3)طواف زیارت:10!ذی الحجہ کی صبح سے 12! ذی الحجہ کے دن،سورج غروب ہونے سے پہلے تک کسی بھی وقت بیت اللہ شریف کا طواف کرنا۔

حضرات!ان تینوں ارکان کوترتیب وار ادا کرنا اور ہر رکن کواس کے مخصوص مکان(جگہ)اورمقررہ وقت میں ادا کرنا بھی ضروری ہےان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے توحج نہیں ہوگا اوراس کی تلافی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

﴿واجبات حج ﴾

واجبات حج چھ(6) ہیں:(1)وقوف مزدلفہ:دس(10)ذی الحجہ کوصبح صادق کے بعدمزدلفہ میں وقوف کرنا'اس کا انتہائی وقت طلوع آ فتاب سے پہلے تک ہے۔ (2)صفا،مروہ کے درمیان سعی کرنا۔(3)رمی جمار:جمرات کوکنکریاں مارنا۔(4)حج قِران اورحج تمتع کرنے والوں کے لئے قربانی کرنا۔(5)حلق:سر کے بال منڈانا یا

تقصیر: بال کتروانا۔(6) آفاقی (میقات سے باہر رہنے والے) کے حق میں مکہ مکرمہ سے واپسی کے موقع پر طواف وداع کرنا۔نوٹ: ان واجبات میں سے اگر کوئی واجب چھوٹ جائے خواہ قصداً یا سہواً ترک کیا ہو تو ایک دم یعنی ایک بکری کی قربانی کرنا واجب ہے۔

﴿ادائی حج کے لئے عرفہ مزدلفہ ومنیٰ مقرر کرنے کی حکمتیں﴾

حضرات! حج کی ادائی کے لئے منی مزدلفہ اور عرفات وغیرہ مقامات مقرر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حج کے روز لوگ اس پہاڑ کے پاس (یعنی عرفات میں) کھڑے ہوتے ہیں جو حدِّ حرم سے باہر ہے اور حرم میں نہیں کھڑے ہوتے؟ فرمایا اس لئے کہ کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم باب اللہ جب بندے اپنے خدا کی بارگاہ میں وفد بن کر آتے ہیں تو وہ پہلے دروازے کے باہر کھڑے کئے جاتے ہیں تا کہ نہایت عاجزی اور تضرع کریں پھر اس نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مشعر حرام کے پاس بھی وقوف ہوتا ہے؟ فرمایا جب اندر آنے کی انہیں اجازت ہوئی تو وہ اندر تو آ گئے مگر پھر دوسرے پردے کے پاس یعنی مزدلفہ میں روکے جاتے ہیں تا کہ پھر وہاں تضرع اور عاجزی کریں اور اس کے بعد قربانی گزراننے کی اجازت ہوتی ہے جو باعث تقرب ہے اور وہاں تمام گناہوں اور میل کچیل سے پاک و صاف ہو کر اصلاح وغیرہ بنوا کر باطہارت و زینت زیارت کرنے کی اجازت ہوتی ہے (اسی وجہ سے اس طواف کا نام طواف الزیارۃ ہے) پھر اس نے پوچھا ایام تشریق میں روزے کیوں منع کئے گئے؟ فرمایا: اس لئے کہ اُن دنوں لوگ خدائے تعالیٰ کی مہمانی میں

ہوتے ہیں اور مہمان بغیر اجازتِ میزبان کے روزہ نہیں رکھ سکتا پھر اس نے پوچھا کہ کعبہ شریف کا پردہ پکڑنے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قصور کرتا ہے اور جب اس سے ملاقات ہوتی ہے تو اس جرم کی معافی کے لئے اس کا دامن پکڑ کر معافی چاہتا ہے۔'' (مقاصد الاسلام، حصۂ چہارم، ص59/60)

﴿عازمین حج کو حضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت﴾

سیدی و مرشدی حضرت ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ عازمین حج کو نصیحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہاں میں ان امور کا تذکرہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جن کو حضرت والدی علیہ الرحمہ بالعموم ہر عازم حج اور زائر سے فرمایا کرتے تھے' تاکہ یہ حضرات ان باتوں کا لحاظ رکھ کر اپنے سفر کو کامیاب بنائیں۔

پہلی بات بڑے اہتمام سے یوں فرماتے: دیکھو میاں! یہ حج کا سفر بڑا صبر آزما اور مشقت طلب ہوتا ہے، اس میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ جب لوگ ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور اپنی آسائش کو مقدم کرنے کے لئے آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے لگتے ہیں، خبردار! ایسے مواقع پر صبر و تحمل کو ہاتھ سے جانے نہ دینا، بات کتنی ہی تلخ اور ناگوار کیوں نہ ہو، درگزر سے کام لینا اور اللہ تعالی کے اس ارشاد کو کبھی نہ بھولنا:

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ. (سورۃ البقرۃ، آیت:197)

خبردار! حج کے درمیان لڑائی جھگڑا، گالی گلوج نہ ہونے پائے، اس صبر کا بڑا اجر ہے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرماتے کہ دیکھو میاں! بعض عبادتیں مقامات کے ساتھ

خاص ہوتی ہیں، جو دوسری جگہ نہیں ہوسکتیں، اس لئے کوشش کرو کہ جب تک تمہارا مکہ معظّمہ میں قیام رہے بیت اللہ شریف کا زیادہ سے زیادہ طواف ہوتا رہے کہ یہ نعمت دنیا میں کسی اور جگہ نصیب نہیں ہوسکتی، اسی طرح عمرہ بھی خصوصی عبادت ہے، جو مکہ معظّمہ ہی میں میسر آتی ہے، اس لئے جتنے ہوسکیں اپنے اور اپنے والدین اور عزیز واقارب کی طرف سے نفل عمرے ادا کرو، اور اس کو بھی خوب یاد رکھو کہ یہاں کی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے، لیکن ساتھ ہی اس کو بھی نہ بھولو کہ یہاں گناہوں پر بھی ویسی ہی سخت پکڑ ہے۔

تیسری بات زمزم شریف کے متعلق یہ ارشاد فرماتے تھے کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ھم خرما وھم ثواب (وہ جس میں لذت بھی ہو اور کارِ خیر بھی) کے مصداق ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو جس نیت سے پیو وہ پوری ہوتی ہے، یہ امراض کے لئے شفا بھی ہے اور دعاء کی قبولیت کا ذریعہ بھی ہے اور بھوکے کے لئے غذا بھی، اس لئے جب تک یہاں قیام رہے زمزم شریف خوب پیو اور اس کے وسیلہ سے دعاء کیا کرو!۔

یہاں کے اوراد کے تعلق سے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ یہ ارشاد فرماتے کہ ''حزب اعظم'' دعاؤں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ساری مسنون دعائیں جمع ہیں، اس لئے کم از کم اس کا ایک ختم یہاں ہوجائے تو بہت اچھا ہے۔''

(کتاب الحج والزیارۃ، پیش لفظ، ص:4/3)

(زیارت روضہء اطہر کے آداب کے بارے میں حضرت علیہ الرحمۃ کی قیمتی نصیحتیں زیارت روضۂ اطہر کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں۔)

﴿طواف خانۂ کعبہ' امت کے لئے خصوصی شرف﴾

حضرات! یوں تو ہر دور میں طواف کرنے والے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے رہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اللہ تعالی نے طواف کا خصوصی شرف عطا فرمایا' جیسا کہ امام طبرانی کی معجم اوسط میں روایت ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ ، إِنَّ لِلْكَعْبَةِ لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ، وَلَقَدْ اشْتَكَتْ إِلَى اللّٰهِ ، فَقَالَتْ : يَا رَبِّ ، قَلَّ عُوَّادِىْ ، وَقَلَّ زُوَّارِىْ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهَا : إِنِّىْ خَالِقٌ بَشَرًا خُشَّعًا سُجَّدًا ، يَحِنُّوْنَ إِلَيْكَ كَمَا تَحِنُّ الْحَمَامَةُ إِلَى بَيْضَتِهَا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بیشک کعبہ کو زبان اور دو ہونٹ ہیں، اور اس نے اللہ تعالی کے دربار میں شکایت کی، اس نے عرض کیا: اے پروردگار! میرے پاس آنے والے اور زیارت کرنے والے کم ہوگئے، تو اللہ تعالی نے اس کی جانب وحی فرمائی، بیشک میں ایسے انسانوں کو وجود بخشنے والا ہوں جن کے دل خوف وخشیت سے معمور اور ان کی جبینیں بارگاہ الہی میں سجدہ ریز رہیں گی، وہ تیری طرف ایسے مشتاق رہیں گے جیسے کبوتر اپنے انڈے کی طرف مشتاق رہتا ہے۔

(المعجم الأوسط للطبراني ، باب الميم من اسمه : محمد ،حديث نمبر 6245)

اسی لئے ہر بندۂ مومن خواہ امیر ہو کہ غریب اس کی دلی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اس حیات مستعار میں کم از کم ایک مرتبہ حج بیت اللہ وزیارت روضۂ مقدسہ کے شرف سے مشرف ہو،اسی لئے اقطاع عالم سے مسلمان مکہ مکرمہ و مدینۂ طیبہ حاضر ہوتے ہیں۔

﴿حجاج ومعتمرین،اللہ تعالی کے مہمان﴾

حجاج ومعتمرین کو یہ اعزاز بخشا جاتا ہے کہ وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ تعالی اسے قبول فرماتا ہے،انہیں اللہ تعالی کے مہمان ہونے کا شرف ملتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللَّهِ إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ وَإِنِ اسْتَغْفَرُوهُ غَفَرَ لَهُمْ .	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں،اگر وہ اللہ تعالی سے کوئی دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول فرماتا ہے اور اگر وہ مغفرت طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان کو بخش دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجه، باب فضل دعاء الحج، حديث نمبر:3004)

حضرات!جب حجاج کرام کے پیش نظر یہ بات رہے گی کہ ہم اللہ تعالی کے مہمان ہیں اور اس کے دربار میں حاضر ہیں تو ان کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں آئے گا اور ظاہری طور پر کوئی مصیبت اور پریشانی بھی پیش آجائے تو صبر کریں گے اور دل میں یہ یقین رہے گا کہ جس پاک پروردگار کے دربار میں ہم آئے ہیں وہی ہماری حفاظت فرمائے گا اور ہر مصیبت کو راحت میں تبدیل فرمادے گا۔

﴿سفر حج میں ہر قدم پر نیکی اور گناہوں سے پاک ہونے کی بشارت﴾

سامعین کرام، کرم کا یہ معاملہ ہوتا ہے کہ حجاج کرام کو ہر قدم پر نیکیاں عطا کی جاتی ہیں جیسا کہ شعب الایمان میں حدیث شریف ہے:

فإني سمعت أبا القاسم صلى الله عليه وسلم يقول : من جاء يؤم البيت الحرام ، وركب بعيره فما يرفع البعير خفا ولا يضع خفا إلا كتب الله له بها حسنة ، وحط عنه بها خطيئة ورفع له بها درجة حتى إذا انتهى إلى البيت فطاف به وطاف بين الصفا والمروة ثم حلق أو قصر إلا خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه .	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوالقاسم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بیت اللہ شریف کے ارادہ سے آئے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو تو اونٹ جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اللہ تعالی اس کے ہر قدم کے بدلہ نیکی لکھتا ہے اور ہر قدم کے بدلہ خطا معاف فرماتا ہے اور ہر قدم کے بدلہ درجہ بلند فرماتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بیت اللہ شریف کو پہنچتا ہے اور طواف کے شرف سے مشرف ہوتا ہے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتا ہے پھر حلق یا قصر کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہوکر نکلتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(شعب الإيمان للبيهقي،الخامس والعشرون من شعب الإيمان وهو باب المناسك ، فضل الحج والعمرة ،حديث نمبر3959)

《مقبول حج کا بدلہ جنت!》

جب بندہ حج ادا کر کے واپس ہوتا ہے تو اس حال میں واپس ہوتا ہے کہ اس کے جسم پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا، مقبول حج کے بدلہ اسے جنت عطا کی جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہے۔

(صحیح البخاری ، باب وجوب العمرة وفضلها، حدیث نمبر: 1773۔صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة، حدیث نمبر:3355)

حضرات! جب امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجاج کرام کے حق میں دعا فرمائی ہے تو اس دعاء مستجاب کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس سے صرف حجاج کرام ہی فیضیاب نہیں ہوتے بلکہ اب وہ جس کے حق میں سفارش کرتے ہیں اللہ تعالی اسے قبول فرماتا ہے

جیسا کہ مسند بزار، جامع الاحادیث، جامع کبیر، مجمع الزوائد اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، رَفَعَهُ إِلَـى رَسُـولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، قَالَ : الْحَاجُّ يَشْفَعُ فِي أَرْبَـعِ مِائَةِ أَهْلِ بَيْتٍ ، أَوْ قَالَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ .	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج کرنے والا اپنے چار سو(400)خاندان،(راوی کہتے ہیں :یاحضور نے فرمایا)خاندان کے چار سو(400)افراد کی شفاعت کرے گا۔

(مسـنـد البزار، مسند حذيفة بن اليمان رضی الله عنهما ،حديث نمبر: 3196 ۔ الـجـامـع الـكبيـر للسيوطی ، حرف الحاء حديث نمبر: 12137۔ جـامع الاحاديث، حرف الحاء ، المحلی من الحاء ،حديث نمبر: 11680 ۔مجمع الزوائد، كتاب الحج بـاب دعاء الحجاج والعمار حديث نمبر:5289 ۔كنز العمال، كتاب الحج والعمرة ، البـاب الأول فـی فـضـائل الحج ووجوبه وآدابه، الإكمال من الفصل الأول فی فضائل الحج ،حديث نمبر:11841)

﴿یوم عرفہ کی فضیلت﴾

شرح السنہ،مشکوۃ المصابیح اورزجاجۃ المصابیح میں حدیث پاک ہے:

وَعَـنْ جَـابِـرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ ال لّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ :" إِذَا كَـانَ يَـوْمُ عَـرَفَةَ إِنَّ اللـهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّـمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِيْ بِهِمْ	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالی آسمان دنیا پرنزول اجلال فرماتا ہے اورفرشتوں کے سامنے میدانِ عرفات میں جمع ہونے والوں پرفخر فرماتا ہےاورارشادفرماتا ہے:

اُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِیْ	'اے فرشتو!تم میرے بندوں کودیکھوکہ وہ میری
اَتَوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاجِّیْنَ	بارگاہ میں پراگندہ بال گردآلود چہروں میں دور
مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ	درازتنگ اورکشادہ راستوں سے چل کر یہاں
اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ	حاضر ہیں (اورتسبیح وتہلیل ذکروتلبیہ کرتے ہوئے
لَهُمْ.فَیَقُوْلُ الْمَلَائِکَةُ:یَا	مجھے پکاررہے ہیں،) اے فرشتو!تم گواہ رہومیں
رَبِّ! فُلَانٌ کَانَ یَرْهَقُ ،	نے ان سب کوبخش دیا، یہ سن کرفرشتے عرض کرتے
وَفُلَانٌ وَفُلَانَةٌ ،	ہیں :پروردگار!ان میں فلاں مرداورفلاں عورت
قَالَ:یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ	بھی ہے جوگنہگاراورمتہم ہے،حضوراکرم صلی اللہ
وَجَلَّ:قَدْ غَفَرْتُ	علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : یہ سن کراللہ تعالی
لَهُمْ.قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	ارشادفرماتاہے:'سنو!میں نے (نیکوں کےساتھ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ	)ان کوبھی بخش دیا' یہ فرماکرحضرت رسول اللہ صلی
وَسَلَّمَ:فَمَا مِنْ یَوْمٍ أَکْثَرَ	اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:کسی اوردن
عَتِیقٍ مِنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ	دوزخ سے اتنے بندوں کورہائی نہیں ملتی جتنے
عَرَفَةَ ".	بندوں کوعرفہ کےدن دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔

(شرح السنه، مشکوۃ المصابیح،حدیث نمبر2601۔زجاجة المصابیح، حدیث نمبر105)

حضرات! یہاں کتاب وسنت کی روشنی میں حج کی فرضیت واہمیت اوراس کے فضائل وبرکات بیان کئے گئے ہیں؛ تاکہ ہمارے دلوں میں حج کی ادائی کا جذبہ مزید پروان چڑھے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعاہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہمیں حج مقبول کی سعادت اورروضۂ اطہر کی زیارت کےشرف سےمشرف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

نعت شریف

مژگاں ہیں عاشقوں کیلئے تیر ایک ایک
اور تار موئے زلف ہے زنجیر ایک ایک

ہاتھ آئے جس کو سلسلۂ زلفِ عنبریں
توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

عشاق کے دلوں کو پھنسانے کا دام ہے
ہر تار موئے زلفِ گرہ گیر ایک ایک

زردی رنگ و آہ و فغاں اشک و لاغری
ہے عشق جاں گداز کی تاثیر ایک ایک

کی صدقِ دل سے جس نے اطاعت رسول کی
عالم میں اُس کی کرتا ہے توقیر ایک ایک

کیا حال ہو جو حشر کے دربار عام میں
بہر سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک

کیا لطف سنگ وگلِ کی عمارت میں منعمو
اشکستہ دل ہیں قابل تعمیر ایک ایک

جو ہم سے کام ہوتے ہیں غفلت کے خواب میں
محشر میں پیش آئیگی تعبیر ایک ایک

لکھا تھا جو ازل میں وہ ہرگز ٹلا نہیں
ہر چند کی خلاف میں تدبیر ایک ایک

ہر چیز میں ہے صنعتِ خلّاق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابل تصویر ایک ایک

عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لئے
اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

طیبہ کی سرزمیں کی مہوّس کو قدر کیا
خاشاک وخاک واں کی ہے اکسیر ایک ایک

وعدوں پہ انورؔا کہیں اُسکے نہ بھولئے
میں جانتا ہوں نفس کی تزویر ایک ایک

از: شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ

O

O زیارت روضۂ اطہر، فضائل وآداب O

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِیمًا.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمْ.

برادران اسلام! یہ حج کا موسم ہے،حجاج وزائرین کو یہ شرف مل رہا ہے کہ وہ ایک ہی سفر میں حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ اطہر کی سعادت سے مالا مال ہورہے ہیں،بعض حضرات براہ راست مدینۂ منورہ حاضر ہورہے ہیں اوربعض افراد حج کی ادائی کے بعد مدینۂ منورہ حاضر ہونے کا شرف حاصل کررہے ہیں،جولوگ پہلے مدینۂ طیبہ حاضر ہورہے ہیں انہیں یہ موقع مل رہا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے سہارے بخشے جاکر پاک صاف حالت میں بارگاہ الہی میں سرفرازی کے لئے مکہ مکرمہ جارہے ہیں،اور جوحضرات پہلے مکہ مکرمہ جارہے ہیں انہیں یہ موقع مل رہا ہے کہ وہ خانۂ خدا میں حاضر ہوتے ہیں اور گناہوں سے پاک وصاف ہوکر نبی طاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں طہارت باطنی کے ساتھ باریابی کے لئے حاضر ہورہے ہیں۔

حضرات! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں حاضری بندۂ مومن کے حق میں نعمت عظمی، امید افزا طاعت اور درجات عالیہ کے حصول کا بڑا وسیلہ ہے، آپ کے دربار میں حاضر ہونا تقرب الہی کا قریب ترین ذریعہ ہے، آپ کی بارگاہ کی حاضری گناہوں کی بخشش اور حصول رحمت ومغفرت کا قوی آسرا ہے۔

﴿ دربار اقدس میں حاضری حکم قرآنی ﴾

حضرات! زائرین روضۂ اقدس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کا مژدۂ جاں فزا سنایا، دراقدس کی حاضری کو اللہ تعالی نے معصیت شعار افراد کے لئے گناہوں کی معافی کا ذریعہ، توبہ کی قبولیت اور نزول رحمت کا وسیلہ قرار دیا ہے، سورۂ نساء کی آیت نمبر:64، میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا.

اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے سفارش فرمادیں تو وہ ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا پائیں گے۔

(سورۃ النساء،آیت :64)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے تین امور کا ذکر فرمایا: (1) جب گناہ کر بیٹھے تو آپ کے دربار میں حاضر ہونا۔ (2) استغفار کرنا۔ (3) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان کے حق میں سفارش فرمانا۔

جب یہ تین کام ہوتے ہیں تو اللہ تعالی کی جانب سے اس بندہ کیلئے قبولیتِ توبہ کا مژدہ ملتا ہے اور بندہ بے پناہ رحمتوں کا حقدار بنتا ہے۔

تمام محدثین ومفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ تک ہی محدود نہیں بلکہ بعد از وصال بھی یہی حکم ہے۔

اس سلسلہ کے دو واقعات ہم ذکر کر رہے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں وآشکار ہو جاتی ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ کا حکم بعد از وصال باقی ہے۔

﴿وصالِ مبارک کے تین دن بعد اعرابی کی حاضری﴾

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک روایت تفسیر البحر المحیط اور سبل الہدی والرشاد میں منقول ہے:

وروی الحافظ ابن النعمان فی (مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الأنام) من طریق الحافظ ابن السمعانی بسنده عن علی رضی الله تعالی عنه قال: قدم علینا أعرابی بعدما دفنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بثلاثة أیام فرمی نفسه علی القبر الشریف، وحثا من ترابه	محدث ابن نعمان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب "مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام" میں محدث ابن سمعانی کی وساطت سے روایت ذکر کی ہے، جسے انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے: حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے تین دن بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے اور اس کی خاک مبارک کو اپنے سر پر ڈالنے لگے اور عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

علی رأسه وقال: یا رسول الله، قلت فسمعنا قولک، ووعیت عن الله تعالی ووعینا عنک وکان فیما أنزل علیک: (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوک فاستغفروا الله، واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما) .وقد ظلمت نفسی، وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر: إنه قد غفر لک	آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے آپ کے ارشادِ عالی کو سنا، آپ نے اللہ تعالی سے کلام سنا اور بحفاظت ہم تک پہنچایا اور ہم نے آپ سے اس کلام کو سیکھا اور یاد رکھا، آپ پر نازل کردہ کلام میں یہ آیت کریمہ بھی ہے "اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو ائے محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے سفارش فرمائیں تو وہ ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا پائیں گے۔" (سورۃ النساء :64) (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار اقدس میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میرے حق میں سفارش فرمائیں! تو روضۂ اقدس سے آواز آئی: "بلاشبہ تمہاری بخشش کردی گئی"۔

(تفسیر البحرالمحیط، سورة النساء۔ 64۔سبل الهدی والرشاد، جماع أبواب زیارته صلی الله علیه وسلم بعد موته وفضلها، ج12، ص380)

﴿روضۂ اطہر کی زیارت، علامہ ابن کثیر کی وضاحت﴾

مذکورہ آیت کریمہ کے تحت علامہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے:

وقوله :(وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا) يرشد تعالى العصاة والمذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلى الرسول صلى الله عليه وسلم فيستغفروا الله عنده، ويسألوه أن يستغفر لهم، فإنهم إذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر

اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لئے سفارش فرمادیں تو وہ ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا پائینگے''۔(اس آیت مبارکہ کے ذریعہ) اللہ تعالی گنہگاروں اور خطا کاروں کو رہنمائی فرمارہا ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی اور گناہ سرزد ہوجائے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور وہاں حاضر ہوکر اللہ تعالی سے مغفرت طلب کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معروضہ کریں کہ آپ ان کے حق میں سفارش فرمائیں، جب وہ لوگ اس طرح کریں گے تو اللہ تعالی ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور ان پر خصوصی رحمت نازل فرمائے گا اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

لھم، ولھذا قال : (لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَحِیمًا)وَقَدْ ذَکَرَ جَمَاعَةٌ مِنْھُمْ:اَلشَّیْخُ أَبُوْ نَصرِ بْنُ الصَّبَّاغِ فِیْ کِتَابِہِ "اَلشَّامِلُ" اَلْحِکَایَةَ الْمَشْھُوْرَةَ عَنِ الْعُتْبِیِّ، قَالَ کُنْتُ جالساً عند قَبْرِ النبیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، فَجَاءَ أَعْرَابِیٌّ ، فَقَالَ : السَّلاَمُ عَلَیْکَ ، یَا رَسُولَ اللّٰہِ ، سَمِعْتاللّٰہَ تعالی یَقُولُ : (وَلَوْ أَنَّھُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَھُمْ جَاءُوکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰہَ تَوَّاباً

''تو وہ ضرور بضرور اللہ کوخوب توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا پائینگے''۔اور علماء ومفسرین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے،ان میں شیخ ابونصر بن صباغ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں' اُنہوں نے اپنی کتاب''الشامل''میں حضرت عُتْبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سےمنقول مشہور حکایت ذکر کی،آپ نے فرمایا:میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کےقریب حاضر تھا،ایک اعرابی نے دراقدس پر حاضر ہوکرصلوۃ وسلام پیش کیا اورعرض گزار ہوئے :یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !میں نے اللہ تعالی کو(قرآن کریم میں)فرماتے ہوئے سنا:''وَلَوْ أَنَّھُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَھُمْ جَاءُوکَ...... ''اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پرظلم کربیٹھیں تو اے محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں،اوراللہ سے مغفرت طلب کریں اوراللہ کےرسول(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)بھی ان کے لئے سفارش فرمادیں تو وہ ضرور بضرور اللہ کوخوب توبہ قبول کرنے والانہایت رحم فرمانے والا پائیں گے۔(سورۃ النساء،آیت :64)نیزاعرابی نےعرض کیا:

رَّحِیماً)، وقَدْ جِئْتُکَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِکَ إِلَی رَبِّیْ ثُمَّ أَنْشَأَ یَقُولُ

یقیناً میں اپنے گناہوں کی معافی کی خاطر آپ کی ذات ستودہ صفات کو اپنے پروردگار کے دربار میں وسیلہ بنا کر آپ کے دربار عالی شان میں حاضر ہوا ہوں، اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار کہے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ فَطَابَ مِنْ طِیبِهِنَّ القَاعُ وَالأَکَمُ

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاکِنُهُ فِیهِ العَفَافُ ، وَفِیهِ الجُودُ وَالکَرَمُ

اے کائنات کی سب سے بہترین ذات! جن کے وجود مقدس کو زمین نے چوما ہے، آپ کے وجود مقدس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے پاکیزہ ومعطر ہو چکے ہیں ،میری جان قربان اس روضۂ اطہر پر جس میں آپ رونق افروز ہیں، جس میں پاکیزگی ہے، سخاوت اور کرم نوازی ہے۔

حضرت عُتبی فرماتے ہیں:

ثُمَّ انْصَرَفَ الْأَعْرَابِیُّ فَغَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ، فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ ، فَقَالَ : یَا عُتْبِیُّ ! اِلْحَقِ الْأَعْرَابِیَّ ، فَبَشِّرْہُ أَنَّ اللَّہَ تعالی قَدْ غَفَرَ لَہُ.

جب وہ اعرابی واپس ہوگئے تو مجھ پر نیند طاری ہوگئی، خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا، اور آپ نے ارشاد فرمایا: اے عُتبی! اس اعرابی سے ملاقات کرو! اور انہیں بشارت دو کہ یقیناً اللہ تعالی نے ان کی بخشش فرمادی ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، سورۃ النساء، 64۔ ج 2، ص384۔ معجم ابن عساکر، حدیث نمبر738۔ شعب الإیمان للبیھقی، فضل الحج والعمرۃ، حدیث

نمبر4019۔ الجواهر الحسان فی تفسیر القر ان للثعالبی،سورة النساء ، 64۔ الدر المنثور فی التأويل بالمأثور،سورة البقرة،203۔ تفسير البحر المحيط، سورة النساء ، 64۔الحاوی الکبیرللماوردی،مستوی کتاب الحج۔الشرح الكبير لابن قدامة،ج3،ص494۔ الموسوعة الفقهية الكويتية،التَّوَسُّل بِالنَّبِيِّ بَعْدَ وَفَاتِهِ۔المواهب اللدنية، مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زيارة قبره الشريف ومسجده المنيف،ج 12،ص199۔سبل الهدى والرشاد، جماع أبواب زيارته صلى الله عليه وسلم بعد موته وفضلها،ج12،ص390۔مختصر تاريخ دمشق، باب من زار قبره بعد وفاته كمن زار حضرته قبل وفاته۔خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى،ج 1،ص57۔ الأذكار النووية، كتاب أذكار الحج ،حديث نمبر 574)

حضرات! اللہ تعالی نے مذکورہ اشعار کو ایسی شان عطا کی ہے کہ جالی مبارک سے متصل ستونوں پر آج بھی نقش ہیں اور زائرین کے لئے نور بصارت وبصیرت کا سامان فراہم کررہے ہیں۔

﴿روضۂ اقدس کی حاضری عین سعادت﴾

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے المواھب اللدنیہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے:

وعن الحسن البصری قال:وقف حاتم الاصم على قبر صلى الله عليه واله وسلم فقال:	حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا:حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے،اوردربارالہی میں معروضہ کیا کہ

یـا رب!انـا زرنـا قبـر نبیک فـلا تـردنـا خـائبیـن!فنودی :یا هذا !مـا اذنـا لک فـی زیارة قبـر حبیبنـا الا وقـد قبلنـاک فـارجع انت ومـن معک مـن الزوار مغفورا لکم.	اے اللہ! ہم تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے ہیں،ہمیں محروم نہ لوٹا!ہاتف غیبی سے آواز آئی :اگر ہمیں تم کو قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو تمہیں حاضری کا موقع مرحمت ہی نہ فرماتے! تم اس حال میں واپس لوٹو کہ ہم نے تمہیں اور تمہارے ساتھ تمام زائرین کو بخشش ومغفرت سے مالا مال فرما دیا ہے۔

(المواهب اللدنیۃمع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف ومسجده المنیف،ج12،ص200)

﴿زائرین روضۂ اقدس کے لئے شفاعت کی ضمانت﴾

برادران اسلام! کتب حدیث وفقہ میں جہاں حج کے مناسک اور اس کے آداب کا ذکر ہے وہیں روضۂ اطہر کی حاضری اور اس کے آداب کا بھی ذکر موجود ہے،اورزائرین روضۂ اقدس کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت خاصہ کا وعدہ بھی فرمایا؛ چنانچہ سنن دارقطنی ،شعب الإیمان للبیھقی ، جامع الأحادیث،جمع الجوامع ،مجمع الزوائداور کنز العمال وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ زَارَ	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس نے

قَبْــرِیْ وَجَبَــتْ لَــهٗ شَفَاعَتِیْ. میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوچکی ہے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، حدیث نمبر: 2727۔صحیح ابن خزیمة، کتاب الحج او المناسك ،باب زیارة قبر النبی صلی الله علیه واله وسلم ، حدیث نمبر۔3095۔شعب الإیمان للبیهقی، الخامس و العشرین من شعب الإیمان و هو باب فی المناسك ، فضل الحج و العمرة حدیث نمبر:4159۔جامع الأحادیث، حرف المیم، حدیث نمبر:22304 ۔جمع الجوامع، حرف المیم، حدیث نمبر: 5035۔ مجمع الزوائد ،ج 4،ص 6،حدیث نمبر:5841۔کنز العمال ، زیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر:42583 ۔المواهب اللدنیةمع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف ومسجده المنیف،ج12،ص179)

﴿حدیث زیارت صحیح ومستند؛ محدثین کی صراحت﴾

اس حدیث شریف کوکئی ایک محدثین نے روایت کیا،اس کے قابل استدلال ہونے سے متعلق ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

رواه الـدارقطنی وغیره وصـحـحــه جماعة من الائمة. اس حدیث پاک کو امام دارقطنی اور دیگر محدثین نے روایت کیا اور ائمہ ومحدثین کی ایک جماعت نے اُسے صحیح قرار دیا ہے۔

(شرح الشفا لعلی القاری بهامش نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ، ج3، ص511)

اورعلامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں تفصیل بیان کی ہے:

زيارة النبي صلى الله عليه وسلم من أفضل الطاعات وأعظم القربات لقوله صلى الله عليه وسلم من زار قبري وجبت له شفاعتي رواه الدارقطني وغيره وصححه عبد الحق ولقوله صلى الله عليه وسلم من جاء ني زائرا لا تحمله حاجة إلا زيارتي كان حقا على أن أكون له شفيعا يوم القيامة رواه الجماعة منهم الحافظ أبو على بن السكن في كتابه المسمى بالسنن الصحاح فهذان إمامان	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ افضل ترین اطاعت اور قربِ خداوندی کا عظیم ترین ذریعہ ہے، اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے: جس نے میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوچکی ہے۔ امام دارقطنی اور دیگر محدثین نے اسے روایت کیا اور محدث عبدالحق نے اسے صحیح قرار دیا۔اور یہ حدیث پاک بھی دلیل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری زیارت کے لئے اس طرح آئے کہ بجز میری زیارت کے اس کا کوئی اور مقصد نہ ہوتو قیامت کے دن اس کی شفاعت میرے ذمۂ کرم پر ہے۔اس کی روایت محدثین کی ایک جماعت نے کی ہے، ان میں محدث ابوعلی بن سکن ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''سنن صحاح'' میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا، یہ دونوں حضرات فن حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں،

صحا هذين الحديثين وقولهما أولى من قول من طعن في ذلك . جنہوں نے ان روایتوں کو صحیح کہا ہے اوران کا کہنا اس شخص کے کہنے سے اولی وبہتر ہے جس نے اس میں طعن کیا۔

(حاشية السندى على سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل المدينة، حديث نمبر 3103)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفامیں اس کی مزید تفصیل بیان کی ہے:

رواه ابن خزيمة والبزار والطبراني والذهبي وحسنه وله طرق وشواهد تعضده والطعن في رواته مردود كمابينه السبكي واطال فيه. اس حدیث مبارک کو امام ابن خزیمہ، امام بزار، امام طبرانی، علامہ ذہبی نے روایت کیا اور علامہ ذہبی نے اُسے حسن قرار دیا، اس روایت کی کئی سندیں اور متعدد شواہد ہیں جو اِس روایت کی تائید کررہی ہیں، اس حدیث پاک کے راویوں پر طعن ناقابل قبول ہے جیسا کہ امام سبکی نے تفصیل کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

(نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض ، ج3، ص511)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا:

ورواه عبد الحق في احكامه الوسطى وفي اس روایت کو امام عبد الحق نے اپنی کتاب ''احکام وسطی'' اور ''احکام صغری'' میں

الـصـغـری وسـکـت بیان کیا اور اس کی سند پر کچھ کلام نہ کیا، اور ان
عـنـه، وسکوته عن الحدیث دونوں کتابوں میں ان کا سند پر کلام نہ کرنا اس
فیهما دلیل علی صحته. حدیث شریف کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقاني، الفصل الثاني في زيارة قبره الشريف ومسجده المنيف، ج12، ص179)

بیان کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کو بعض محدثین نے سند حسن سے اور ایک جماعت نے صحیح سند سے بیان کیا ہے۔

﴿خالص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حاضر ہونے پر شفاعت کی بشارت﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری ابدی سعادت کا ذریعہ ہے، اسی لئے احادیث شریفہ میں بطور خاص دربار اقدس میں حاضری کی ترغیب وتشویق دی گئی، زائرین روضۂ اقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہربار میں حاضری کی نیت سے جائیں کیونکہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ حکم دیا گیا'' جَاءُ وْكَ '' وہ لوگ آپ کے پاس آئیں۔ (سورۃ النساء، آیت:64)

قرآن کریم کے اس واضح حکم میں غلط تاویلات کرنا برکات سے محرومی ہے۔

بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی نیت سے مدینۂ منورہ جائیں اور زیارت کی نیت سے نہ جائیں، ایسے افراد کو سوچنا چاہئے کہ ہر مسجد اللہ کا گھر ہے، لیکن مسجد نبوی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نسبت سے معظم ومحترم ہے، آپ ہی کے سبب وہ مشرف ومکرم ہے، جب اس مسجد کی نیت سے سفر کیا جاسکتا ہے تو پھر جس ذات گرامی کی نسبت بابرکت سے مسجد، مزید شرف وعظمت والی بنی اس ذات عالی وقار کے

دربار گہربار میں حاضری کی نیت سے سفر کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے زیارتِ مقدسہ کی نیت سے حاضر ہونے پر شفاعت خاصہ کی بشارت دی ہے اور اس خوش نصیب زائر کو دو مقبول حج کے ثواب کی خوشخبری سنائی ہے۔

چنانچہ معجم کبیر طبرانی، معجم اوسط طبرانی، مستدرک علی الصحیحین، مجمع الزوائد، جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَاتَحْمِلُهٗ	جو میری زیارت کے لئے اس طرح آئے کہ
حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِیْ كَانَ حَقًّا	بجز میری زیارت کے اس کا کوئی اور مقصد نہ
عَلَیَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِيْعًا يَّوْمَ	ہوتو قیامت کے دن اس کی شفاعت میرے
الْقِيَامَةِ.	ذمۂ کرم پر ہے۔

(المعجم الكبير للطبرانى، حديث نمبر:12971۔المعجم الاوسط للطبرانى ،حديث نمبر: 4704۔المستدرك على الصحيحين:1747۔مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،حديث نمبر:5842۔جامع الأحاديث للسيوطى،حديث نمبر:21932۔ الجامع الكبير للسيوطى ،حديث نمبر: 4663۔كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال ، حديث نمبر34928)

﴿زائرین روضۂ اقدس کو دو مقبول حج کا ثواب﴾

سنن دیلمی، جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں روایت ہے:

مَنْ حَجَّ اِلَی مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ	جس نے حج کیا پھر میری زیارت کے قصد
فِیْ مَسْجِدِیْ كُتِبَتْ لَهٗ	سے میری مسجد کو آیا تو اس کے لئے دو مقبول

حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانْ . حج لکھے جاتے ہیں۔

(سنن الدیلمی ۔جامع الأحادیث،حدیث نمبر: 21996۔الجامع الکبیر للسیوطی،حدیث نمبر:4727 ۔کنز العمال ،حدیث نمبر:12370)

حسنِ ایمان و عقیدت سے جو طیبہ دیکھا
دین و دنیا کی سعادت کا خزینہ دیکھا

(مؤلف)

دیکھا سب کچھ بیقیں جس نے مدینہ دیکھا
دین کا ملجا اور ایمان کا مأویٰ دیکھا

(شیخ الاسلام حضرت بانی جامعہ نظامیہ رحمة الله علیه)

﴿زیارت روضۂ اقدس کی نیت سے حاضر ہونے والوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نیت سے حاضر ہونے والے خوش نصیبوں کے حق میں آپ نے صرف شفاعت کا وعدہ ہی نہیں فرمایا بلکہ ان کو یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ وہ حضرات قیامت کے دن آپ کی حمایت اور پناہ میں رہیں گے،جیسا کہ شعب الایمان،سنن صغری للبیھقی،جامع الاحادیث،جامع کبیر اور کنز العمال میں حدیث شریف ہے:

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةُ . جو شخص قصد وارادہ سے میری زیارت کو آئے تو قیامت کے دن وہ میرے پڑوس اور میری پناہ میں ہوگا۔

(شعب الإیمان للبیھقی ,حدیث نمبر:3994 ۔ السنن الصغری للبیھقی ,

حدیث نمبر:1818 ۔ جامع الأحادیث للسیوطی، حدیث نمبر:22308 ۔الجامع الکبیر للسیوطی، حدیث نمبر5039 ۔کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ، حدیث نمبر12373)

﴿روضۂ مقدسہ مدینۂ منورہ میں ہونے کی حکمت﴾

حضرات! مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، آپ نے بحکم خدا وہاں سے ہجرت فرمائی اور مدینۂ منورہ تشریف لائے، بیت اللہ شریف بھی مکہ مکرمہ میں ہے، حج کے سارے مناسک مکہ مکرمہ، عرفات ومزدلفہ میں ادا کئے جاتے ہیں، اللہ تعالی اگر چاہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ اقدس بھی مکہ مکرمہ میں ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ کا وصال مبارک مدینہ منورہ میں ہوا اور روضۂ اطہر مدینۂ منورہ میں رکھا تا کہ آپ کے دربار کی حاضری حج کی طفیلی نہ بن جائے بلکہ آپ کی بارگاہِ عالی جاہ میں حاضری کے لئے مستقل سفر کیا جائے، جیسا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ مشیت الٰہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر مکہ معظّمہ میں نہ ہو، تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، حج کی طفیلی نہ ہوجائے، حج کعبہ کے بعد علٰحدہ سے خاص کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جائے، امام شافعی کے قول کے مطابق تو مکہ معظّمہ کی طرح مدینہ منورہ بھی حرم ہے لیکن تعظیم وتکریم کے واجب ہونے کے بارے میں تو سب ہی متفق ہیں''۔انتہی ملخصاً۔(جوامع الکلم، ص:361)

﴿دربار اقدس میں حاضری سے گریز 'باعثِ محرومی﴾

حضرات! قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا، ترغیب وتشویق دلائی گئی اور حاضری سے گریز کرنے کو منافقین کا شیوہ

قرار دیا گیا، ارشاد الٰہی ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ .	اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ آ ؤ! اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائینگے تو وہ انکار سے اپنے سروں کو گھماتے ہیں اورآپ انہیں دیکھوگے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے حاضری سے رک رہے ہیں۔

(سورۃ المنافقون ،آیت:5)

علاوہ ازیں استطاعت رکھنے کے باوجود زیارت مقدسہ سے گریز کرنے والے سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر ظلم وزیادتی کی ہے، جیسا کہ مواہب لدنیہ میں حدیث شریف ہے:

وَرُوِیَ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ :مَنْ وَّجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَفِدْ اِلَيَّ فَقَدْ جَفَانِيْ. ذَكَرَهُ اِبْنُ فَرْحُوْن فِيْ مَنَاسِكِهِ، وَالْغَزَالِيُّ فِيْ الْاِحْيَاءِ...	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: آپ نے ارشادفرمایا: جوشخص استطاعت رکھنے کے باوجود میری بارگاہ میں حاضر نہ ہوتو اس نے مجھ پر زیادتی کی، اس روایت کو ابن فَرحون نے اپنی "مناسک" میں اورامام غزالی نے "احیاء العلوم" میں نقل کیا ہے۔

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف و مسجده المنیف، ج12، ص180)

نیز جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں حدیث شریف ہے:

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ . جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ سے جفا کی۔

(جامع الأحادیث للسیوطی: 21997۔ الجامع الکبیر للسیوطی: 4728۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال: 12368)

﴿بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنے کے آداب﴾

آدمی جتنی بڑی شخصیت کے پاس جانے کا ارادہ کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اہتمام کرتا ہے، دنیا میں ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں، بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بارگاہ عالیجاہ ہے جہاں فرشتے باادب حاضر ہوتے ہیں، بڑے بڑے اولیاء واقطاب آہستہ قدم، خمیدہ سر، پست نگاہ، لرزیدہ بدن، پیکر ادب بن کر حاضر ہوتے، لہذا روضۂ اقدس کے زائرین کو قرینۂ ادب ملحوظ رکھنا چاہئے، اس سلسلہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں رقم فرمایا:

وینبغی ان یقف عند محاذاۃ اربعۃ اذرع، ویلازم الادب والخشوع والتواضع، غاض البصر فی مقام الھیبۃ، کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاتہ، ویستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ

زائر کو چاہئے کہ وہ مواجہہ شریف سے چار گز کی دوری پر ٹھہرے، پیکر ادب ہو کر خشوع وانکساری کو اپنے اوپر لازم کرلے، بارگاہ عالی جاہ میں اپنی نگاہ کو نیچی کئے ہوئے اس طرح حاضر ہو جیسے آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ کے روبرو حاضر ہوا کرتا تھا، اوراس بات کو ملحوظ رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دربار میں

لسلامه، کما هو الحال	اس کے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور اس کے
فی حال حیاته، اذ لا	سلام کو سماعت فرماتے ہیں جیسا کہ آپ اپنی
فرق بین موته وحیاته	ظاہری حیات مبارکہ میں سنا کرتے تھے، کیونکہ
فی مشاهدته لامته	اپنی امت کا مشاہدہ فرمانے اور ان کے حالات
ومعرفته احوالهم	نیتیں، ارادے اور دلی کیفیات کو جاننے کے سلسلہ
ونیاتهم وعزائمهم	میں آپ کی حیات طیبہ اور وصال مبارک میں کوئی
وخواطرهم، وذلک	فرق نہیں۔اور یہ ساری چیزیں آپ پر بالکل عیاں
عنده جلی لا خفاء به۔	ہیں جس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف ومسجده المنیف، ج12، ص195)

﴿سلام پیش کرتے اور دعا کرتے وقت کدھر رخ کریں؟﴾

زائرین روضۂ اقدس اس یقین کے ساتھ دربار اقدس میں حاضر ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حیات ہیں، صلوۃ وسلام کو بلاواسطہ سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں، سنن ابن ماجہ میں حدیث مبارک ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّـهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ	بیشک اللہ نے زمین پر حرام کردیا کہ وہ انبیاء
أَنْ تَـأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.	کرام کے اجسام کو کھائے ، اللہ کے نبی
فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.	باحیات ہیں، رزق پاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب ذکر وفاته ودفنه ،صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر:1706)

حضرات! بارگاہ نبوی کے آداب کے سلسلہ میں محدثین کرام وفقہاء عظام نے بیان فرمایا کہ جب سلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں تو اس طرح باادب ٹھہریں کہ چہرہ مواجہہ شریف کی جانب ہواور پیٹھ قبلہ کی جانب ہو،امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کو یہی فرمایا تھا کہ جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہی رخ کر کے دعا کریں،سبل الہدی والرشاد میں روایت ہے:

ولما ناظر أبو جعفر المنصور عبد الله بن محمد بن عباس ثاني خلفاء بني العباس مالكا في مسجده عليه الصلاة والسلام قال له مالک: يا أمير المؤمنين لا ترفع صوتک في هذا المسجد، فإن الله تعالى أدب قوما فقال: (لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي) وإن حرمته ميتا كحرمته حيا، فاستكان لها أبو جعفر، وقال لمالک: يا أبا عبيد الله أ أستقبل القبلة	اور جب بنی عباس کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور عبداللہ بن محمد بن عباس نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں مناظرہ کیا تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ان سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! اپنی آواز کو اس مسجد میں بلند نہ کرو! کیونکہ اللہ تعالی نے ایک بہتر قوم کو ادب سکھاتے ہوئے (قرآن کریم میں) فرمایا: "اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو!" بیشک آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں جس طرح آپ کا ادب واحترام لازم تھا آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی اسی طرح ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے! تو خلیفہ ابوجعفر باادب ہو گئے

وادعوا أم استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فقال له: لم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة أبيك آدم إلى الله تعالى يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله، فإنه تقبل به شفاعتك لنفسك قال الله تعالى: (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم)	اور امام مالک سے دریافت کرنے لگے: اے ابوعبید اللہ! بوقت حاضری، میں قبلہ کی جانب رخ کروں اور دعا کروں یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب رخ کروں؟ تو آپ نے فرمایا: آپ اپنے چہرہ کو حضور کی بارگاہ سے کیسے پھیر سکتے ہو؟ جبکہ آپ کی ذات گرامی ہی قیامت کے دن اللہ تعالی کے دربار میں تمہارے لئے اور تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کے لئے وسیلہ ہے۔ ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہی رخ کریں! اور آپ سے شفاعت طلب کریں! اللہ تعالی تمہارے حق میں سفارش قبول کرے گا، کیونکہ یہی وہ ذات بابرکت ہے جس کے طفیل تمہارے حق میں تمہارا معروضہ قبول کیا جائے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم....)

(سبل الهدى والرشاد، جماع أبواب بعض ما يجب على الانام من حقوقه عليه الصلاة والسلام، ج11، ص423)

﴿علامہ ابن تیمیہ کی صراحت﴾

اس سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہ نے بھی صراحت کی ہے کہ سلام پیش کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب چہرہ اور قبلہ کی جانب پشت ہو، حضرات صحابہؓ

کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل رہا:

وهكذا كان الصحابة يسلمون عليه ،مستقبلي الحجرة مستدبري القبلة عند أكثر العلماء كمالك والشافعي وأحمد.	اوراسی طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سلام پیش کیا کرتے ،اس طور پر کہ مواجہہ شریف کی جانب رخ کرتے اور قبلہ کی جانب پیٹھ ہوا کرتی ،علماء امت کی اکثریت کا یہی مسلک رہا ،جیسا کہ امام مالک امام شافعی اورامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ۔

(مختصر منسك شيخ الإسلام ابن تيمية ،الفصل الرابع عشرفى زيارة مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم)

﴿بارگاہ اقدس میں اس طرح سلام پیش کریں﴾

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَةَ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَةَ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِکَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اَزْوَاجِکَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَسَائِرِ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ! جَزَاکَ اللهُ یَا رَسُوْلَ اللهِ اَفْضَلَ مَا جَازٰی

نَبِيًّا وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ،وَصَلَّى اللهُ عَلَيْكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ،وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمِيْنُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ،وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَ اَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ،وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ، وَجَاهَدْتَّ فِيْ اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ.

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، ج12،ص197)

پھر سیدھی جانب ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں سلام پیش کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ!اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَيَّدَ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ ! جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا.اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْهُ ،وَارْضَ عَنَّا بِهٖ.

پھر سیدھی جانب مزید ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں سلام پیش کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنِ!اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَيَّدَ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ !جَزَاكَ اللهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا.اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْهُ ،وَارْضَ عَنَّا بِهٖ.

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، ج12،ص201)

﴿زائرین روضۂ اقدس سے سلام پیش کرنے کی درخواست کرنا﴾

حضرات! ہر بندۂ مؤمن کی عین تمنا یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی جاہ میں باادب حاضر ہوکر صلوۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرے، زائرین روضۂ اقدس تو براہ راست صلوۃ وسلام پیش کرتے ہیں لیکن جو حضرات وہاں جانہ سکیں وہ حجاج وزائرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی جانب سے بارگاہ اقدس میں سلام پیش کریں، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اہتمام کے ساتھ ملک شام سے ایک قاصد کو روانہ فرماتے تھے تاکہ وہ ان کی جانب سے بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرے، جیسا کہ امام بیہقی کی شعب الایمان اور امام قسطلانی کی مواہب لدنیہ میں روایت ہے:

وقد صح ان عمر بن عبد العزيز كان يبرد البريد للسلام على النبي صلى الله عليه وآله وسلم .	یہ روایت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے لئے (ملک شام) سے ایک قاصد کو روانہ کیا کرتے۔

(شعب الايمان للبيهقى ، حديث نمبر: 4008/4007۔المواهب اللدنية مع شرح الزرقانى،الفصل الثانى فى زيارة قبره الشريف ومسجده المنيف، ج12، ص184)

﴿مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کرنے کی فضیلت﴾

مسجد نبوی شریف وہ عظیم مسجد ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے، جہاں آپ کے حجرات شریفہ ہیں یہیں آپ نے قیام فرمایا، یہیں آپ کا کاشانۂ اقدس رہا اور یہیں آپ کا روضۂ اطہر ہے۔

صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : صَلاَةٌ فِی مَسْجِدِی هَذَا خَیْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلاَةٍ فِیمَا سِوَاهُ إِلاَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ .	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ،باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، حدیث نمبر:1190)

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت کے مطابق مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنا دیگر مساجد میں پچاس ہزار نماز ادا کرنے کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث پاک ہے:

وَصَلاَةٌ فِی مَسْجِدِی بِخَمْسِینَ أَلْفَ صَلاَةٍ .	میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنا پچاس ہزار نماز ادا کرنے کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ،باب ماجاء فی الصلاۃ فی المسجدالجامع،حدیث نمبر:1478)

﴿مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے کی فضیلت﴾

جس مسجد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نسبت حاصل ہو اس میں زیادہ سے زیادہ نمازیں ادا کرنا عظیم سعادت ہے۔مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے کا جو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر گروپ اور ہر قافلہ کے منتظمین بطور خاص

انتظام کرتے ہیں، اس کا سبب وداعیہ یہ ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے والے کے لئے دوزخ سے آزادی و رہائی، نفاق سے حفاظت و براءت اور عذاب سے خلاصی ونجات کا اعلان فرمایا جیسا کہ مسند امام احمد اور مجمع الزوائد میں حدیث پاک ہے :

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي اَرْبَعِينَ صَلَاةً لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنْ النَّارِ وَنَجَاةٌ مِنْ الْعَذَابِ وَبَرِءَ مِنْ النِّفَاقِ .	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور اس سے کوئی نماز نہ چھوٹی ہو تو اس کے لئے دوزخ سے آزادی اور عذاب سے خلاصی لکھ دی جاتی ہے اور وہ نفاق سے محفوظ و بری قرار پاتا ہے۔

(مسندالامام احمد ،مسند انس بن مالك رضى الله عنه، حديث نمبر:12919۔ مجمع الزوائد ج 4، باب فيمن صلى بالمدينة اربعين صلوة، ص :8)

صاحب مجمع الزوائد امام علی بن ابوبکر بن سلیمان ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت روى الترمذى بعضه . رواه احمد والطبرانى فى الاوسط ورجاله ثقات .	میں کہتا ہوں امام ترمذی نے اس حدیث کے بعض حصہ کو روایت کیا، امام احمد نے (اپنی مسند میں) اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں اس کی روایت کی اور اس حدیث کو روایت کرنے والے حضرات معتبر وثقہ ہیں۔

ونیز امام طبرانی کی معجم اوسط میں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ منقول ہے:

عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى فى مسجدى اربعين صلوٰة لا يفوته صلوة كتب الله له براة من النار و نجاة من العذاب.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کیں اور اس سے کوئی نماز فوت نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے براءت اور عذاب سے نجات لکھ دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، حدیث نمبر: 5602)

﴿ریاض الجنۃ کی فضیلت﴾

ریاض الجنۃ کے معنٰی جنت کے باغ اور کیاری کے ہیں، یہ وہ مبارک حصہ ہے جو منبر نبوی شریف اور کاشانۂ اقدس کے درمیان ہے، اس سے متعلق ارشاد نبوی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رضى الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ : مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ .	حضرت عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة، باب فضل ما بین القبر والمنبر، حدیث نمبر: 1195)

زائرو آؤ کہ جنت بھی یہیں ملتی ہے
روضۂ شاہ سے ہی خلد کا رستہ دیکھا
(مؤلف)

﴿مسجد قباء میں دوگانہ، عمرہ کے برابر﴾

تین مساجد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد مسجد قُبا تمام مساجد سے افضل ہے مدینۂ منورہ میں سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے، مسجد قبا میں ایک دوگانہ ادا کرنا ایک عمرہ کے برابر ہے، سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

قَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ قَالَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ اَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَصَلَّى فِيهِ صَلاةً كَانَ لَهُ كَاَجْرِ عُمْرَةٍ.

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنی قیام گاہ سے باطہارت مسجد قباء آئے اور دو رکعت نماز ادا کرے اسے عمرہ کا ثواب ہے۔

(سنن ابن ماجه:1477- جامع الأحاديث:21785 ـ الجامع الكبير للسيوطى: 4516ـ كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال:34963)

ونیز جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، معجم کبیر طبرانی، شعب الایمان اور مسند ابویعلی وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

قَالَ: اَلصَّلاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد قباء میں نماز ادا کرنا، عمرہ ادا کرنے کی طرح ہے۔

(جامع الترمذی:325 ۔سنن ابن ماجه:1476 ۔ المعجم الکبیر:569 ۔ شعب الإیمان للبیهقی: 4031 ۔ مسند أبی یعلی الموصلی:7015 ۔ السنن الصغری للبیهقی:1824 ۔ جامع الأحادیث:13639 ۔ الجامع الکبیر للسیوطی:119 ۔ السنن الکبری للبیهقی:10594 ۔کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال:3496)

﴿زائرین روضۂ اقدس کو حضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی نصیحت﴾

زائرین روضۂ اطہر کو نصیحت کرتے ہوئے سیدی ومرشدی عارف باللہ ابوالبرکات حضرت سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

حضرت والدی محدث دکن علیہ الرحمہ پر اس وقت بہت زیادہ رقّت طاری ہوجایا کرتی تھی، جب آپ زائر روضۂ پاک کو وہاں کے خصوصی آداب کی تلقین فرماتے، تاکیداً فرمایا کرتے کہ دیکھو میاں! مدینہ منورہ کا دربار ایک زندہ شہنشاہ کا دربار ہے۔

یہ یقین رکھو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے ہر قول وفعل کی فوراً خبر ہوجاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزار اقدس میں ایسے ہی حیات سے ہیں جیسے اپنی دنیوی زندگی میں تھے۔

یہ سمجھاتے ہوئے اکثر اس واقعہ کو بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک حاجی نے اپنے زمانۂ قیامِ مدینہ منورہ میں اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی ہر چیز اچھی ہے مگر یہاں کے دہی میں ذرا بُو ہے، اسی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمائے: اگر تم کو ہمارے پاس کا دہی پسند نہیں تو تم یہاں کیوں رہتے ہو؟۔

اس واقعہ کو سنا کر زائر مدینہ کو خبردار فرماتے کہ وہاں دورانِ قیام اپنے قول اور

فعل میں سخت احتیاط رکھیں۔

خبردار! وہاں کسی کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔

با خدا دیوانہ باش و

با محمد ھوشیار

(کتاب الحج والزیارۃ،پیش لفظ ، ص:5)

برادران اسلام! حجاج وزائرین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اپنے قیام کوغنیمت جانیں،نمازوں کی پابندی کریں ،نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز تہجد،اشراق،چاشت اور اوابین وغیرہ کا اہتمام کریں،حالت احرام میں تلبیہ کی کثرت کریں،درودشریف کا ورد رکھیں،قرآن کریم کی تلاوت ذوق وشوق سے کریں۔

مدینۂ منورہ میں قیام کے دوران مسجد قباء اور مسجد قبلتین میں دوگانہ ادا کریں،جنت البقیع شریف جہاں تقریبا دس ہزار سے زائد صحابۂ عظام واہل بیت کرام،تابعین وائمہ حضرات کے مزارات ہیں‘ ان کی زیارت کریں ،احد شریف جس کے دامن میں سید الشھد اءسیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مزار مبارک اور دیگر شہداء کرام کے مزارات ہیں ان کی بھی زیارت کریں۔

﴿مسجد نبوی شریف سے نکلتے وقت ایک اہم ادب﴾

کسی بھی کام کواطمینان وآہستگی وقاروشائستگی کے ساتھ کرنا چاہیئے ،عجلت وبے وقاری طبیعت سلیمہ کے لئے پسندیدہ نہیں ،حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امورکواطمینان ووقار کے ساتھ انجام دیتے چنانچہ صحیح مسلم شریف میں طویل روایت کا

ایک جز ملاحظہ ہو۔

فاخذ ردائه رویدا	ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی
وانتعل رویدا	ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستگی
وفتح الباب رویدا	سے اپنی چادر مبارک لی ،اطمینان سے نعلین مبارک پہنی
فخرج ثم اجافه	،آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر تشریف لے گئے پھر
رویدا	آہستہ سے دروازہ بند کیا۔

(صحیح مسلم شریف، ج، 1،کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی اهل القبور والدعاء والاستغفار لهم، ص 313،حدیث نمبر974)

حضرات! مسجد نبوی شریف اور مسجد حرام شریف سے نکلتے وقت بعض لوگ زور سے چپل یا جوتا پٹختے ہیں یہ حُسن ادب کے خلاف ہے، کسی بھی موقع پر چپل وغیرہ پٹخنا یا زمین پر اس طرح زور سے رکھنا کہ جس سے آواز آئے ناپسندیدہ ہے، اور مساجد سے نکلتے وقت یہ عمل حد درجہ ناپسندیدہ ہے، مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت اور اندرون مسجد اس کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے ایسی کوئی آواز نہ کی جائے جس سے نمازیوں اور ذکر وتلاوت کرنے والوں کو خلل ہو ،لہذا چپل وغیرہ رکھتے وقت آہستگی ووقار کو پیش نظر رکھنا چاہئیے۔

یہ عام مساجد کے احکام ہیں اور بالخصوص مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اور مسجد حرام شریف کے آداب تو دیگر مساجد کے بالمقابل زائد ہیں اس لئے حجاج کرام وزائرین حضرات کو چپل پہنتے اور رکھتے وقت ان مقامات مقدسہ کی قربت کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح کی غفلت ولاپرواہی سے مکمل طور پر احتیاط برتنی چاہئے۔

﴿مسجد نبوی شریف میں آواز بلند کرنے کی ممانعت﴾

مسجد نبوی شریف میں کسی کو دور سے بآواز بلند پکارنا خلاف ادب ہے یہ وہ مقدس مسجد شریف ہے جہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ اطہر ہے، پیکرادب ہوکر حاضر ہونا چاہئیے ، یہ وہ بارگاہ عالی جاہ ہے جہاں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا اورآواز بلند کرنے کا وبال یہ ہے کہ تمام اعمال وعبادتیں ضائع وبرباد ہوجاتی ہیں اورآدمی کواس کا شعور واحساس بھی نہیں رہتا جیسا کہ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کی تعلیم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ.	اے ایمان والوا !تم اپنی آوازوں کو نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز پر بلند مت کرو اور آپ کی خدمت میں اس طرح چلا کر گفتگو مت کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے چلا کر گفتگو کرتے ہو ورنہ تمہارے اعمال ضائع واکارت ہوجائیں گےاور تمہیں اس کی خبر نہ ہوگی۔

(سورة الحجرات ،آیت:2)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد بھی یہی حکم ہیکہ مسجد نبوی شریف میں آواز بلند نہ کی جائے چنانچہ صحیح بخاری شریف ،ج1، کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہےانہوں نےفرمایامیں مسجد نبوی شریف میں کھڑا ہوا تھا

فَحَصَبَنِی رَجُلٌ ،	تو ایک صاحب نے میری طرف کنکری پھینک کر
فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ	متوجہ کیا، میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب
الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ	رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے اشارہ کیا کہ ان
فَأْتِنِی بِهَذَيْنِ .فَجِئْتُهُ	دوآدمیوں کو میرے پاس لے آؤ !تو میں ان
بِهِمَا .قَالَ مَنْ أَنْتُمَا -	دونوں کو لے کر آپ کے پاس پہنچا ،حضرت عمر
أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالاَ مِنْ	رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا: تم کس قبیلہ
أَهْلِ الطَّائِفِ .قَالَ لَوْ	کے ہو؟ یا فرمایا :تم کس علاقہ کے باشندے ہو؟
كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ	ان دونوں نے عرض کیا :ہم طائف کے
لأَوْجَعْتُكُمَا ، تَرْفَعَانِ	باشندے ہیں آپ نے فرمایا:اگرتم اس شہر کے
أَصْوَاتَكُمَا فِی مَسْجِدِ	رہنے والے ہوتے تو میں ضرور تمہیں سزادیتا تم
رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں
عليه وسلم۔	اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟

(صحیح بخاری شریف ،ج1،کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد)

سیدی شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

''اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز بلند نہیں کرسکتا تھا اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر (سزا) سمجھا جاتا تھا باوجود یہ کہ سائب بن یزید چنداں دور نہ تھے ،مگر اسی ادب سے عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا، یہ تمام آداب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیات ابدی وہاں

تشریف رکھتے ہیں کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو " فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل بلد کے لئے خاص فرمایا جن کو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طائف بھی معذور نہ رکھے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں"۔

(انوار احمدی ، ص:265/264)

علامہ ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب بتفصیل بیان کرنے کے بعد "الباب الثالث فی تعظیم امرہ ووجوب توقیرہ وبرہ" ص251، پر رقمطراز ہیں:

واعلم ان حرمة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد موتہ وتوقیرہ وتعظیمہ لازم کما کان حال حیاتہ . . . قال ابو ابریھم التجیبی واجب علی کل مؤمن متی ذکرہ او ذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویاخذ فی ھیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لو کان بین	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں باادب رہنا عظمت بجالانا جس طرح قبل وصال شریف لازم تھا وصال فرمانے کے بعد بھی لازم وضروری ہے۔۔ ۔ ہر ایمان والے پر واجب ہے کہ جب آپ کا ذکر مبارک کرے یا سنے تو حد درجہ خشوع وخضوع کا اظہار کرے، اپنے افعال وحرکات میں مؤدب رہے، آپ کی عظمت وبزرگی کو اسی طرح ملحوظ رکھے اور اللہ تعالی کے حکم اور تعلیم کے مطابق ادب بجالائے

یدیہ ویتادب بماادبنا اللہ بہ.	جس طرح وہ ظاہری طور پر آپ کی خدمت
قال القاضی ابو الفضل وھذہ	اقدس میں رہتا تو ادب وتوقیر کیا کرتا تھا،
کانت سیرۃ سلفنا الصالح	علامہ ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
وائمتنا الماضین رضی اللہ	فرماتے ہیں ہمارے سلف صالحین اور
عنھم .	بزرگ ائمہ کا یہی طریقہ ہے۔

مدینہ منورہ میں زائرین روضۂ اطہر کو ان آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے ، کسی کو مسجد نبوی شریف میں بلند آواز سے نہ پکاریں اور اپنے تمام حرکات وسکنات میں سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیئے جس میں بے ادبی کا ادنی شائبہ بھی ہو۔

اللہ تعالی کے دربار میں دعا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہم سب کو روضۂ منورہ باادب حاضر ہونے کی سعادت عطا فرمائے ،موت آئے تو آپ کے شہر مقدس میں آئے اور جنت البقیع شریف میں دفن ہونا میسّر ہو۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

نعت شریف

دیکھا سب کچھ بہ یقیں جس نے مدینہ دیکھا دین کا ملجا اور ایمان کا ماوا دیکھا

انبیاء ملک و جن میں ہے ذکر نبوی ہر طرف آپ کے اوصاف کا چرچا دیکھا

ہر طرف قدرت خالق کا جہاں میں ہے ظہور جسے دیکھا اُسے محتاج خدا کا دیکھا

ایک حالت پہ کوئی چیز یہاں رہتی نہیں سیکڑوں رنگ زمانہ کو بدلتا دیکھا

عمر کی طرح نہیں لوٹ کے پانی آتا سر پل جا کے یہی تم نے تماشا دیکھا

انوؔرا بخل کے انجام کو دیکھا تم نے
ابر آتا ہے نہیں پانی برستا دیکھا

از: شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ

نعت شریف

چوما جو نقشِ قدم، عرش معلیٰ دیکھا
دیکھا جو روئے نبی حق کا ہی جلوہ دیکھا

حسن ایمان وعقیدت سے جو طیبہ دیکھا
دین و دنیا کی سعادت کا خزینہ دیکھا

لوح وکرسی وقلم، جنت وسدرہ دیکھا
دیکھا سب کچھ بیقیں جس نے مدینہ دیکھا

ڈوبا سورج بھی پلٹ آیا جو منشا دیکھا
چاند شق ہوگیا جب ان کا اشارہ دیکھا

ان کی مرضی کا خدا رکھتا ہے کس درجہ لحاظ
قبلہ تبدیل کیا چہرہ جو اٹھتا دیکھا

چاند شرمائے جو دیکھے رخ زیبا کی ضیاء
یہی کہتے ہوئے اصحاب نے چہرہ دیکھا

علم میں فضل میں ہر وصف میں سب سے اعلی
شاہ کونین کو ہر شان میں یکتا دیکھا

زائرو آؤ کہ جنت بھی یہیں ملتی ہے
روضۂ شاہ سے ہی خلد کا رستہ دیکھا

اُن کے منگتے جو ہیں شاہوں کو عطا کرتے ہیں
اُن کے ٹکڑوں ہی پہ ہر ایک کو پلتا دیکھا

عاصیو ~~متقیوں سب کے لئے~~ محشر میں
صرف آقا کی شفاعت کا سہارا دیکھا

اس لئے پلکیں بچھاتے ہیں یہاں پر شیدا
دست بستہ جو فرشتوں کا یاں پہرا دیکھا

ارض طیبہ میں ضیاء پورے ادب سے آنا
حسنِ تعظیم ہی میں قلب کا تقوی دیکھا

از: مؤلف عفی عنہ

انوار خطابت

حصۂ دوازدہم برائے ذی الحجہ

﴿حج وعمرہ کے فضائل واحکام اور زیارت روضۂ اطہر کے فضائل وآداب حصہ یازدہم (11) میں ملاحظہ فرمائیں﴾

○ حضرت ابراہیم علیہ السلام صبر واستقامت کے پیکر ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَإِذِ ابْتَلٰی إِبْرَاھِیمَ رَبُّہٗ بِکَلِمَاتٍ فَأَتَمَّھُنَّ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

اسلام کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے، ماہ ذی الحجہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد لازمی طور پر آتی ہے،مناسک حج ہوں یا قربانی کا موقع ،مکہ مکرمہ کی وادی ہو یا منیٰ وعرفات کی گھاٹیاں، صفا ومروہ کی چٹانیں ہوں یا چاہ زمزم کا آب شیریں،حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد اہل اسلام کوایک نئے جوش وخروش سے ہمکنار کرتی ہے،آپ کے تذکرہ سے پژمردہ دلوں کونئی زندگی ملتی ہے، مایوس دلوں کوحوصلہ ملتاہے،آپ کے واقعات سننے سنانے سےعقیدہ میں پختگی اورعمل میں چستی پیدا ہوجاتی ہے۔ ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسمٰعیل

اللہ تعالی نے انبیاء کرام کومعجزے عطا فرمائے،کوئی نبی بغیرمعجزہ کےتشریف نہیں لائے ،حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کوبھی اللہ تعالی نےعظیم معجزات عطا

فرمائے اور آپ کی مبارک زندگی کو انسانیت کے لئے نمونۂ عمل بنایا۔ آپ نے زندگی کے ہر مرحلہ میں دین اسلام کی حیات و بقا کے لئے اپنا ہر لمحہ، ہر سانس قربان کردی؛ یہاں تک کہ اپنا مال، اپنی اولاد اور اپنی جان بھی حق تعالی کے لئے قربان کی۔

اللہ تعالی جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے تو اس کو کڑی آزمائش اور سخت امتحان کے مرحلہ سے گزارتا ہے، جب بندہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالی پہلے اپنا بناتا ہے، پھر انہیں منزل امتحان سے گزارتا ہے، انبیاء کرام کی آزمائش صرف اس لئے ہوتی ہے کہ کائنات کو ان حضرات کا عزم واستقلال اور ثابت قدمی بتائی جائے؛ تاکہ امت، امتحان وآزمائش کے وقت ان کی ثابت قدمی کو پیش نظر رکھے اور اُسے منزل فلاح سے ہمکنار ہونے میں آسانی ہو۔

خطبہ میں ذکر کردہ آیت کریمہ میں ارشاد الہی ہے:

وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ. اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو اُن کے رب نے چند باتوں سے آزمایا تو اُنہوں نے اُسے پورا کیا۔

(سورۃ البقرۃ، آیت: 124)

آیت کریمہ میں مذکور "کَلِمَات" سے کیا مراد ہے، اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، چوتھی صدی ہجری کے محدث ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "کلمات" کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابن عباس قال الكلمات التى ابتلى بهن إبراهيم فأتمهن فراق قومه فى الله حين أمر بفراقهم ، ومحاجته نمرود فى الله حتى وقفه على ما وقفه عليه من خطر الأمر الذى فيه خلافهم ،وصبره على قذفه إياه فى النار ليحرقوه فى الله على هول ذلك من أمرهم ، والهجرة بعد ذلك من وطنه وبلاده فى الله حين أمره بالخروج عنهم ، وما أمره به من الضيافة والصبر عليها ، وماله وما

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ، اُنہوں نے فرمایا: وہ کلمات جن کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزمایا گیا اور اُنہوں نے اُسے پورا کیا، اُس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے قوم سے علٰحدگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے لئے اپنی قوم سے علٰحدہ ہوگئے ،آپ نے اللہ تعالی کے بارے میں نمرود سے مناظرہ کیا یہاں تک کہ اُسے ایسے معاملہ میں لاجواب کردیا جس میں اُن لوگوں کو اختلاف تھا۔جب لوگوں نے آپ کو آگ میں جلانا چاہا تو آپ نے آگ میں ڈالے جانے پر صبر کیا ۔ جب اللہ تعالی نے قوم کو خیر باد کہنے کا حکم فرمایا تو آپ نے اپنے وطن اور ملک سے اللہ کے لئے ہجرت فرمائی ۔آپ نے ضیافت ومہمانی کا معمول قائم رکھا اور صبر کیا، جس کا اللہ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالی نے قربانی کا امر فرمایا تو آپ نے اپنے مال کو قربان کیا، اپنے فرزندِ دلبند کی قربانی کے ذریعہ آپ کا امتحان لیا گیا،۔پھر

ابتلی به من ذبح ولده	جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
حین أمره بذبحه،	امتحان وآزمائش کی ان تمام دشوارگذار گھاٹیوں کو
فلما مضی علی ذلک	عبور کرلیا اور آزمائش کی کسوٹی پرمکمل اُترے تو اللہ
من أمر الله کله	تعالی نے آپ سے فرمایا: فرمانبرداری کیجئے!
وأخلصه البلاء قال	آپ نے عرض کیا : میں نے اللہ تعالی کی
الله له أسلم ، قال	فرمانبرداری کی' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے،
أسلمت لرب العالمین	آپ کا یہ طریقہ کار، ایسے وقت رہا جبکہ لوگ آپ
علی ما کان من خلاف	کی مخالفت کرتے تھے اور آپ لوگوں سے علٰحدگی
الناس وفراقهم .	اختیار کر چکے تھے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم،سورۃ البقرۃ،آیت: 124)

بندہ دنیا میں اسی لئے آیا ہے کہ رب کی معرفت حاصل کرے اور صبح وشام اس کی عبادت میں مصروف رہے، بندہ کو تین امور کی وجہ سے معرفت الٰہی میں درجۂ کمال حاصل ہوتا ہے :(1) ذات کی معرفت، جو خودی کی قربانی سے حاصل ہوتی ہے (2)صفات کی معرفت، جو اولاد کی قربانی سے ملتی ہے(3)افعال کی معرفت، جو مال کی قربانی سے نصیب ہوتی ہے۔

جب تک یہ تین قربانیاں نہ دی جائیں محبتِ خدا کما حقہ نہیں ملتی اور نہ ہی بندہ ان قربانیوں کے بغیر کمال پا سکتا ہے۔

(روح البیان ، ج: 7،ص:474، سورۃ الصافات،آیت: 105/104)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبت خداوندی میں ان تینوں امور

کوسرانجام دیا آپ نے جان کی قربانی دی، مال بھی خرچ کیا اوراولاد کوبھی قربان کیا۔

۞ راہِ خدا میں مال کی قربانی ۞

محبت کی علامت ونشانی یہ بتائی گئی کہ چاہنے والا جوعمل کرے اپنے محبوب کے لئے ہی کرے، سننا چاہے تو صرف محبوب کی بات سنے اور گفتگو کرے تو اسی کا ذکر کرے، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام محبت الٰہی میں اتنا سرشار رہے کہ بذاتِ خود ذکر خدا میں مستغرق رہتے، کسی اور سے اللہ تعالی کا ذکر سنتے تو ذکرالٰہی سے لطف اندوز ہوتے، ذکر کی حلاوت وشیرینی کے اثر سے اس قدر متاثر ہوتے کہ ذکر کرنے والے شخص سے بار بار ذکر کرنے کی خواہش فرماتے اور ذکرالٰہی کی نسبت سے کوئی قربانی دینے کی نوبت آجاتی تو گریز نہ کرتے۔

حق تعالی نے اپنے خلیل کو مال ودولت کی کثرت عطافرمائی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ورد فی الخبر انہ کان لہ خمسۃ آلاف قطیع من الغنم فتعجب الاغنام علیھا اطواق الذھب فطلع ملک فی صورۃ آدمی علی شرف الوادی فسبح قائلا سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح فلما سمع الخلیل تسبیح حبیبہ اعجبہ وشوّقہ نحو لقائہ ...... وکانوا خمسۃ آلاف غلام فانصفت الملائکۃ وسلمت بخلتہ کما سلمت بخلافۃ آدم۔

آپ کے پاس بکریوں کے پانچ ہزار ریوڑ اور پانچ ہزار غلام تھے، بکریوں کی نگہداشت وحفاظت کے لئے جو کُتّے تھے ان کے گلوں میں سونے کے پٹے

رہتے تھے، فرشتوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ آپ کے پاس کثرت سے مال موجود ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ اللہ کے خلیل ہیں ، مقام خلت پر فائز ہیں، مال ودولت کی یہ فراوانی اور مقامِ خلت کا ایک ذات میں جمع ہونے سے فرشتے متعجب ہوئے۔

(روح البیان ، ج 7ص474، الصافات ،آیت: 105/104)

تسبیح سننے کے عوض تمام مال قربان کردیا

چنانچہ آپ کے مرتبہ کے اظہار کی خاطر اللہ تعالی نے آزمائش کے لئے ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں زمین پر بھیجا، جس راہ سے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بکریاں لیکر جاتے تھے ، اسی راہ میں وہ فرشتہ انسان کی شکل میں اونچے ٹیلے پر بیٹھ گیا اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوکر بآواز بلند کہنے لگا:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحُ. میرا رب پاک اور عظمت والا ہے ، فرشتوں اور حضرت جبریل کا پروردگار ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے محبوب کی تسبیح سنی تو اس کی لقاء کا اشتیاق موجزن ہوا، آپ نے ان سے فرمایا:

یا انسان کرر ذکر ربی فلک نصف مالی فسبح بالتسبیح المذکور فقال کرر تسبیح خالقی فلک جمیع اموالی مما تری من

اے انسان ! میرے رب کا ذکر دوبارہ سناؤ، میں تمہیں اپنا آدھا مال عطا کردونگا، اس نے دوبارہ تسبیح وتقدیس بیان کی ، آپ نے فرمایا: میرے خالق کا ذکر دوبارہ کرو؛ میرا ہر قسم کا مال ومنال ، جو بکریاں، غلام اور جو کچھ تم دیکھ

الاغنام والغلمان . رہے ہو وہ سارے کا سارا تمہارے لئے ہی ہے۔

(روح البیان ، ج 7ص474، الصافات ،آیت: 105/104)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مال ذکر الٰہی کے لئے خرچ کر کے بتا دیا کہ محبت الٰہی میں اس درجہ فنا ہو جاؤ کہ مال کی محبت تمہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے نہ روکے، دنیا اور دنیا کی دولت رب نے عطا کی ہے تو اس دنیوی دولت کے عوض اللہ تعالی سے دولتِ عقبیٰ خریدنی چاہئے، اخروی درجات اور اعلی مراتب کا سوال کرنا چاہئے۔اس کے برخلاف مال کی محبت میں منہمک ہوکر آخرت سے غفلت کرنا' دولت عقبیٰ سے محروم ہو جانا اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنا، بندگی کا تقاضا نہیں۔

۞ قوم کے لئے دعوت حق ۞

حضرات ! سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو مسلسل حق کی دعوت دیتے رہے، بت پرستی کے عواقب ونتائج بیان فرماتے رہے اور خدائے واحد کی عبادت سے دنیا وآخرت میں کیا فوائد ہیں' یہ سمجھاتے رہے، دعوت دین کے میدان میں آپ نے جہدِ مسلسل وسعی پیہم کی' لیکن قوم نے کورِ باطن واندرونی خباثت کی وجہ سے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا۔

۞ آتش کدہ گلزار بن گیا ۞

برادران اسلام! حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلسل ہدایت کی دعوت دیتے اور بت پرستی سے منع فرماتے رہے،لوگوں کے دل چونکہ مسخ ہو چکے تھے اسی لئے انہوں نے مضبوط دلائل کے باوجود نہ ہدایت پائی اور نہ اس کی اشاعت میں حصہ لیا، بلکہ راہ حق سے روکنے کی مذموم سعی کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیتیں پہنچانے لگے، جب لوگ آپ کے دلائل کے سامنے عاجز ہو گئے تو آپ کو آگ میں ڈالنے کے

مشورے کرنے لگے اور منصوبے بنانے لگے، لوگوں نے کہا ایک بڑی عمارت بنا کر اس میں آگ کو خوب دہکایا جائے اور آپ کو اس آگ میں ڈالا جائے۔ قرآن شریف میں ان کا قول اس طرح مذکور ہے:

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيمِ.	وہ کہنے لگے: اُن کے لئے ایک آتش خانہ بناؤ' پھر ان کو دہکتی آگ میں ڈالدو۔

(سورۃ الصافات،آیت: 97)

اور سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِين.	لوگوں نے کہا (حضرت) ابراہیم کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کرنے والے ہو۔

(سورۃ الانبیاء،آیت: 68)

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

قال ابن اسحق كانوا يجمعون الحطب شهرا فلما جمعوا ما أرادوا واشعلوا في كل ناحية من الحطب فاشتعلت النار واشتدت حتى ان كان الطائر لتمربها فتحرق من شدة وهجها فاوقدوا عليها سبعة ايام ،روی	حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: وہ لوگ ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور انہوں نے اپنے ارادہ کے مطابق لکڑیاں جمع کرلیا تو تمام لکڑیوں میں آگ جلائی' پھر آگ بھڑک اٹھی اور اس کے شعلے اتنے بلند ہونے لگے کہ اگر کوئی پرندہ اس کے پاس سے بھی گزرتا تو اس کی گرمی کی شدت سے مرجاتا۔ انہوں نے سات روز ان لکڑیوں کو جلتے رہنے دیا۔ روایت بیان کی گئی کہ اب انہیں یہ

انهم لم يعلموا كيف يلقونه فيها فجاء إبليس فعلمهم علم المنجنيق فعلموا ثم عمدوا إلى ابراهيم فرفعوه إلى راس البنيان وقيدوه ثم وضعوه فى المنجنيق مقيدا مغلولا فصاحت السموات والأرض ومن فيها من الملئكة وجميع الخلق......فلما أرادوا القائه فى النار أتاه خازن المياه فقال ان أردت أخمدت النار وأتاه خازن الرياح فقال ان شئت طيرت النار فى الهواء فقال ابراهيم لا حاجة لى إليكم حسبى اللّٰه ونعم الوكيل.

معلوم نہیں ہورہا تھا کہ اس بھڑکتی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے ڈالیں ؟ انسان کا ازلی دشمن شیطان آ گیا، اس نے انہیں منجنیق بنانے کی تعلیم دی اوراس کے ذریعہ پھینکنے کا مشورہ دیا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بلند عمارت پر لے گئے ،آپ کے ہاتھ پیر باندھ کر منجنیق میں ڈال دیا، اس منظر کو دیکھ کر آسمان اور زمین اوران میں رہنے والے تمام مخلوق کی چیخ نکل گئی۔......جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پانی کا فرشتہ حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا :اے ابراہیم علیہ السلام! اگر آپ چاہیں تو میں اس آگ کو یکدم بجھادوں ؟ ہوا کا فرشتہ آیا عرض کیا: ابراہیم علیہ السلام! اگر آپ چاہیں تو میں اس آگ کو ہوا سے اڑادوں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (کمالِ استغناء کا مظاہرہ کرتے ہوئے) فرمایا: مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

(التفسیر المظہری،سورۃ الانبیاء،آیت: 68)

وروی عن أبی بن کعب ان ابراھیم قال حین أوثقوہ لیلقوہ فی النار "لاالہ الا أنت سبحانک لک الحمد ولک الملک لا شریک لک" ثم رموا بہ فی المنجنیق إلیھا واستقبلہ جبرئیل فقال یا ابراھیم ألک حاجۃ قال اما إلیک فلا قال جبرئیل قال ربک فقال ابراھیم حسبی من سوالی علمہ بحالی.	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے جب انہوں نے باندھا تو آپ نے لا الہ الا انت سبحانک لک الحمد ولک الملک لا شریک لک پڑھا' پھر انہوں نے آپ کو جب منجنیق میں بٹھادیا اس وقت حضرت جبریل امین حاضر ہوئے ،عرض کی: اے ابراہیم علیہ السلام! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حاضر ہوں ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے جبریل ! مجھے تمہاری اعانت کی کوئی ضرورت نہیں ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اپنے رب سے ہی التجا کر لیجئے ۔فرمایا: وہ میرے حال سے خوب واقف ہے مجھے عرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(تفسیر البغوی ،سورۃ الانبیاء۔68۔ التفسیر المظہری،سورۃ الانبیاء،آیت:68)

اس کے بعد ان ظالموں نے آپ کو منجنیق کے ذریعہ آگ میں پھینک دیا، جیسے ہی آپ آگ کے قریب ہوئے اللہ تعالی نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم فرمایا' ارشادالہی ہے:

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِىْ بَرْدًا وَسَلامًا عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ.	ہم نے کہا :اے آگ!ابراہیم پر ٹھنڈی اورسلامتی والی بن جا۔

(سورۃ الانبیاء،آیت:69)

اس آیت کریمہ کے تحت صاحبِ تفسیر مظھری فرماتے ہیں:

ومن المعروف فی الآثار أنه لم يبق يومئذ نار فی الأرض إلا طفئت فلم ينتفع فی ذلک اليوم بنار فی العالم ولو لم يقل "وسلاما علی إبراهيم" بقيت ذات برد أبدا	مشہور روایتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آگ کوٹھنڈی ہونے کا حکم فرمایا تو اس دن روئے زمین پر کوئی آگ دہکتی نہ رہی سب بجھ گئیں اور دنیا میں کسی شخص نے اس دن آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، پھر اگر اللہ تعالیٰ آگ کو ''ابراہیم پر سلامتی والی ہوجا'' نہ فرماتا تو آگ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈی ہوجاتی۔

حضرات! آگ پہلے کی طرح جلانے کی صفت سے متصف تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اسے اذیت اور تکلیف سے خالی کردیا جیسا کہ ''عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ'' کے الفاظ دلالت کرتے ہیں

قال السدی : فأخذت الملائكة بضبعی إبراهيم فأقعدوه علی الأرض فإذا عين ماء عذب وورد	علامہ سدی کہتے ہیں:فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلوؤں سے پکڑااور بڑے آرام سے زمین پر بٹھادیا ، جب آپ اس آتشکدہ میں اترے تو وہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھااور سرخ رنگ

أحمر ونرجس ، قال كعب :ما أحرقت النار في إبراهيم إلا وثاقه قالوا: وكان إبراهيم في ذلك الموضع سبعة قال المنهال بن عمرو :قال إبراهيم ما كنت أياما قط أنعم مني من الأيام التي كنت فيها في النار قال ابن يسار :وبعث الله عز وجل ملك الظل في صورة إبراهيم فقعد فيها إلى جنب إبراهيم يؤنسه قالوا وبعث الله جبريل بقميص من حرير الجنة وطنفسة فألبسه القميص وأقعده على الطنفسة وقعد معه يحدثه وقال جبريل: يا إبراهيم !

کے گلاب اور نرگس تھے، حضرت کعب فرماتے ہیں: آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ کیا لیکن جن رسیوں سے آپ کو باندھا گیا تھا انہیں جلا دیا۔ علماء فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات دن رہے تھے۔ منہال بن عمرو فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جو دن میں نے آگ میں گزارے وہی دن میری زندگی کے عمدہ ترین دن تھے (اللہ تعالیٰ نے ان ایام میں خصوصی انعامات سے نوازا تھا) ابن یسار فرماتے ہیں سائے کے فرشتے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں بھیجا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ کر انس ومحبت کی باتیں کرتا تھا، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو جنت سے ریشمی قمیص اور جائے نماز دے کر بھیجا، جبرئیل نے قمیص آپ کو پہنا دی اور جائے نماز پر بٹھا دیا اور پھر جبرئیل علیہ السلام ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، جبرئیل نے کہا: اے ابراہیم!

إن ربک یقول :أما علمت أن النار لا تضر أحبابی ثم نظر نمرود وأشرف علی إبراهیم من صرح له فرآه جالسا فی روضة والملک قاعد إلی جنبه وما حوله نار تحرق الحطب فناداه :یا إبراهیم کبیر إلهک الذی بلغت قدرته أن حال بینک وبین ما أری یا إبراهیم هل تستطیع أن تخرج منها ؟ قال :نعم قال :هل تخشی إن أقمت فیها أن تضرک ؟ قال لا قال: فقم فاخرج منها فقام إبراهیم یمشی فیها حتی خرج منها فلما خرج إلیه قال له :یا إبراهیم !	آپ کا رب فرماتا ہے: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ ہمارے محبوبوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی؟ پھر نمرود نے اپنے محل کی بالکونی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو عجب نظارہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک باغیچہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور فرشتہ آپ کے پہلو میں بیٹھ کر محوِ گفتگو ہے، جبکہ آپ کے ارد گرد آگ لکڑیوں کو جلا رہی ہے، نمرود نے اپنے محل کے اوپر سے آواز دی، اے ابراہیم! آپ کے خداوندِ عظیم کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے آپ کے درمیان اور آگ کے درمیان اپنی حفاظت سے جو روک لگادی اُسے دیکھ رہا ہوں، اے ابراہیم! کیا آپ اس آگ سے نکل بھی سکتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، پھر نمرود نے پوچھا کیا آپ کو کوئی خدشہ ہے کہ اگر آپ اس میں ٹھہرے رہیں تو یہ آگ آپ کو جلا دے گی؟ فرمایا: نہیں، نمرود نے کہا پھر کھڑے ہوجایئے اور باہر نکل آیئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے شعلوں کے درمیان سے

من الرجل الذی رأیته معک فی صورتک قاعدا إلی جنبک ؟ قال :ذلک ملک الظل أرسله إلی ربی لیؤنسنی فیها فقال نمرود: یا إبراهیم إنی مقرب إلی إلهک قربانا لما رأیت من قدرته وعزته فیما صنع بک حین أبیت إلا عبادته وتوحیده إنی ذابح له أربعة آلاف بقرة فقال له إبراهیم: إذا لا یقبل الله منک ما کنت علی دینک حتی تفارقه إلی دینی فقال :لا أستطیع ترک ملکی

چلتے ہوئے باہر تشریف لائے، جب آپ باہر آ چکے تو نمرود نے پوچھا: اے ابراہیم! آگ میں آپ کے ساتھ کون تھا جسے میں نے دیکھا؟ وہ تو بالکل آپ کی تصویر تھا اور آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ سایہ کا فرشتہ تھا، میرے رب نے اسے میری پاس بھیجا تھا تا کہ میری تنہائی کی اکتاہٹ کو دور کرے تو نمرود نے کہا میں آپ کے خداوند عظیم کے لئے قربانی دینا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ نے سارے خداؤں کی عبادت سے منہ موڑ کر اس کی عبادت اور توحید کو اپنایا تو اس نے جو آپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں اپنی سطوت وقدرت کا کرشمہ دکھایا ہے اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں، میں اس کی رضا کے لئے چار ہزار گائے ذبح کروں گا، حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تک تو مشرکانہ عقائد کا حامل اور اس غلط دین کا پیرو ہے اللہ تعالیٰ تیری قربانی قبول نہیں فرمائے گا، تو اپنا یہ باطل مذہب چھوڑے گا اور میرے دین کو قبول کرے گا تب تیری کوئی قربانی قبول ہوگی، نمرود نے کہا میں اپنی سلطنت تو چھوڑ نہیں سکتا، آپ کا دین اپنانے میں مجھے اپنی بادشاہی سے ہاتھ دھونے

ولكن سوف أذبحها له	پڑیں گے لیکن میں اس کے لئے گائیں ذبح کروں گا،
فذبحها له نمرود ثم	تو نمرود نے گائیں ذبح کیں اور حضرت ابراہیم علیہ
كف عن إبراهيم ومنعه	السلام کو کوئی زک پہنچانے سے باز آ گیا، اس طرح
الله منه. قال شعيب	اللہ تعالیٰ نے (اسے یہ منظر دکھا کر) حضرت ابراہیم کو
الجبائي :ألقي إبراهيم	اس کے (ضرر اور شر) سے بچالیا۔شعیب جبائی
في النار وهو ابن ست	فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو
عشرة سنة .	اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

(التفسير المظهری ، سورة الانبياء،آیت: 69)

حضرات! اللہ تعالی نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کے ساتھ سلامتی والی بن جانے کا حکم فرمایا' کیونکہ کوئی چیز زیادہ ٹھنڈی ہوجائے تو نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے فرمایا: ایسی ٹھنڈی ہو کہ سردی بھی نہ ہونے پائے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ نے نہیں جلایا' آگ میں جلانے کی قوت وصلاحیت جس پروردگار نے رکھی ہے اُسی کا حکم ہوا کہ ٹھنڈی سلامتی والی ہوجا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم ورضا کے مقام پر تھے، آپ نے رضا بالقضاء کے پیکر بن کر آگ میں ڈالے جانے کو قبول کیا کہ اگر فیصلۂ خداوندی یہی ہے اور جان جاتی ہے تو جائے' میں ہر حال میں اپنے رب کے فیصلہ کو تسلیم کرنے والا اور اس کے منشأ کے مطابق ہی چلنے والا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح وسلامت باہر تشریف لائے، آگ آپ کو معمولی بھی نقصان نہ پہنچاسکی، اس عظیم معجزہ کو دیکھ کر بھی وہ لوگ مشرف بہ اسلام

نہیں ہوئے تو آپ نے حکم الٰہی کے مطابق اپنا وطن ترک کیا اور وہاں سے ہجرت کر کے ملک شام کی طرف کوچ فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ إِنِّی ذَاهِبٌ إِلَی رَبِّی سَیَهْدِینُ	اور آپ نے کہا میں ایسی جگہ جانے والا ہوں جہاں کا رب نے حکم فرمایا، یقیناً وہ مجھے منزل تک پہنچائے گا۔

(سورۃ الصافات، آیت:99)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابراهيم حين خرج من النار سالما ولم يؤمنوا به إِنِّی ذاهِبٌ إِلى رَبِّی يعنى اهجر دار الكفر واذهب إلى حيث اتجرد فيه بعبادة ربى سَيَهْدِينِ يعنى خرج من النار سالما وقال انّى ذاهب إلى ربّى سيهدين إلى ما فيه صلاح دينى أو إلى مقصد قصدته حيث أمرني ربى وهو الشام وحينئذ فرّ ابراهيم	حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے صحیح وسلامت باہر تشریف لائے اور مشرکین اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو آپ نے فرمایا میں تمہارے دارالکفر کو چھوڑ کر جارہا ہوں اور میں ایسی جگہ جارہا ہوں جہاں میں سکون اور دلجمعی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کروں گا، جب آپ آگ سے سلامتی کے ساتھ باہر تشریف لائے تو فرمایا میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں، وہ میری ایسی جگہ رہنمائی فرمائے گا جہاں میرے دین کی صلاح ہوگی یا یہ معنی کہ میں وہاں کا قصد کروں گا جہاں کا میرا رب مجھے حکم فرمائے گا تو آپ شام تشریف لے گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام

هاربا مع سارة من ارض	نمرود کے خوف سے بابل کی زمین سے حضرت
بابل من خوف نمرود	سارہ کو لے کر نکل پڑے اور حضرت سارہ اپنے
وكانت سارة من أجمل	زمانہ کی تمام عورتوں سے زائد حسین وجمیل تھیں اور
نساء عصرها ومرّ بحدود	آپ مصر کی حدود سے گزرے، جبکہ مصر کا فرعون
مصر وفرعونها يومئذ	اس وقت صادف بن صادف تھا۔ (مصر کے
صادف بن صادف فغصب	باشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا)اس نے حضرت
سارة من ابراهيم فحمل	ابراہیم سے حضرت سارہ کو چھین لیا اور انہیں اپنے
صادف الجبار سارة إلى	محل میں لے گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم
قصره وجعل اللّه الجدر	کے لئے دیواروں اور پردوں کو انڈے کے پردے
والستور لابراهيم كقشر	کی طرح باریک بنادیا تاکہ آپ حضرت سارہ کو
البيضة ينظر إليها كيلا	دیکھتے رہیں اور آپ کا دل مطمئن رہے، آپ انتہائی
يقيد قلبه إليها وكان رجلا	غیرت مند شخصیت کے مالک تھے، جب اس ظالم
غيورا -فلمّا همّ بها زلزل	نے حضرت سارہ کا ارادہ کیا تو محل میں زلزلہ آ گیا،
القصر فلم يدران ذلك	ظالم کو معلوم نہ ہوا کہ یہ زلزلہ حضرت سارہ کی وجہ سے
من أجلها فتحول إلى	ہے وہ دوسرے محل میں منتقل ہوگیا تو وہ بھی لرزنے
القصر الثاني فزلزل به	لگا، وہ تیسرے محل میں چلاگیا تو وہ بھی اسی طرح
فتحول إلى القصر الثالث	لرزنے لگا، حضرت سارہ نے کہا یہ سب کچھ ابراہیم
فزلزل به فقالت سارة هذا	کی وجہ سے لرز رہا ہے، فرعون نے حضرت ابراہیم
من إلى ابراهيم رد اليه امرأته	علیہ السلام کو آپ کی زوجہ مطہرہ واپس کردی۔

وفی روایة فلمّا مدّیده إلیها شلت یده فاستغاث صادف بسارة وطلب الدعاء فدعت سارة فعادت الید کما کانت فمدیده إلیها ثانیة فصارت مشلولة فطلب الدعاء منها ثانیا وعهد ان لا یفعل لهذا الفعل فدعت السارة فمد یده إلیها ثالثة فشلت یده ثالثا وحلف ان عوفی ان لا یفعل ابدا فدعت سارة فصحت یده . وروی أحمد فی مسنده والبخاری ومسلم عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بینا هو ذات یوم وسارة إذ اتی علی جبار من الجبابرة

ایک اور روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ شل ہوگیا، اس نے حضرت سارہ سے فریاد کی اور دعا کی درخواست کی، حضرت سارہ نے اس کی درستگی کے لئے دعا فرمائی، اس کا ہاتھ پہلے کی طرح بالکل ٹھیک ہوگیا، ظالم نے دوبارہ آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر وہ مفلوج ہوگیا، اس نے دوبارہ آپ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ پھر ایسی حرکت نہیں کرے گا، حضرت سارہ نے دعا فرمائی تو وہ ہاتھ ٹھیک ہوگیا، اس بے غیرت نے تیسری مرتبہ پھر ہاتھ بڑھایا، وہ ہاتھ پھر شل ہوگیا، اب اس نے قسم کھائی کہ اب اگر ہاتھ ٹھیک ہوگیا تو پھر ہرگز ایسی حرکت نہیں کروں گا، حضرت سارہ نے دعا فرمائی اور ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کی معیت میں ایک جابر بادشاہ کے پاس سے گزرے

فقيل له ان هاهنا رجل معه امراة من احسن الناس فارسل إليه فساله عنها فقال من هذه قال أختي فاتي سارة فقال يا سارة ليس على وجه الأرض مؤمن غيري وغيرك وان هذا سالني فاخبرته انک أختي فلا تكذبني فارسل إليها فلمّا دخلت عليه ذهب يتناولها بيده فاخذ فقال ادعي اللّه لي ولا اضرک فدعت اللّه فاطلق ثم تناولها ثانيا فاخذ مثلها أو أشد فقال ادعي اللّه لي ولا اضرک فدعت اللّه فاطلق فدعا بعض حجبته

جب کہ اس بادشاہ کو پہلے خبر دی گئی تھی کہ یہاں ایک آدمی آیا ہے جس کے ساتھ ایک خوبصورت عورت ہے بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور حضرت سارہ سے متعلق پوچھا کہ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے، حضرت ابراہیم یہ جواب دے کر جب حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے تو فرمایا اے سارہ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے، اس ظالم بادشاہ نے تمہارے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا وہ میری بہن ہے تم میری تکذیب نہ کرنا، (کیونکہ اسلام اور ایمان کے رشتہ سے تم میری بہن ہو) بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلایا، جب آپ بادشاہ کے دربار میں پہنچیں تو اس نے بدنیتی سے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ شل ہوگیا، بادشاہ نے حضرت سارہ سے دعا کی درخواست کی اور کہا میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے دعا فرمائی اس کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا، پھر دوسری مرتبہ اس نے بدنیتی سے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ پہلے کی طرح بلکہ اس سے زیادہ شل ہوگیا، اس نے حضرت سارہ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ میں تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا، آپ نے دعاء کی، اس کا ہاتھ درست ہوگیا۔

فقال : انک لم تأتینی بانسان انما اتیتنی بشیطان فاخدما هاجر ، فأتته وهو قائم یصلی فاومی بیده مهیم قالت رد اللّٰه کید الفاجر فی نحره وأخدمنی هاجر .	بادشاہ نے اپنے درباری کو بلایا اور کہا تو میرے پاس کسی انسان کو نہیں کسی جن کو لایا ہے، بادشاہ نے حضرت سارہ کو خدمت کے لئے ایک باندی ہاجرہ پیش کی ، جب حضرت سارہ ہاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم کے پاس پہنچیں تو آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابراہیم نے ہاتھ سے اشارہ سے فرمایا کیا ہوا؟ حضرت سارہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے فاجر کے مکر اور سازش کو اس کے سینے میں لوٹا دیا اور اس نے مجھے خدمت کے لئے ہاجرہ دی ہے۔

(التفسیر المظهری،سورة الصافات، ج:8،ص:126)

حضرات! حضرت سارہ کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ ایک قابل رغبت عورت ہے انہیں اپنی خدمت میں قبول فرمالیں ہوسکتا ہے ان کے بطن سے آپ کو اولاد ہو جائے۔

❁ فرزندِ دلبند کی خوشخبری ❁

اب تک آپ کو اولاد نہ ہوئی تھی ، اس ہجرت کے بعد آپ نے رب کائنات سے التجا کی کہ اولاد کی نعمت بخشے:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ. اے میرے رب! مجھے فرزندِ صالح عطا فرما۔

(سورۃ الصافات، آیت:100)

اللہ کے محبوب بندوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند ہمت بلند سرفراز کرنے کی خوشخبری عطا فرمائی' چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ   تو ہم نے اُنہیں ایک بردبار صاحبزادہ کی بشارت دی۔

(سورۃالصافات،آیت:101)

برادران اسلام! اِس آیتِ کریمہ میں کلمہ ''غلام'' کے ذریعہ بتایا گیا کہ حضرت خلیل کولڑکا ہوگا اور وہ ایسی عمر پائینگے جس میں عقل کمال و بلندی تک پہنچتی ہے اور انسان کا شمار اربابِ عقل ودانش میں ہونے لگتا ہے۔(تفسیر خازن، سورۃالصافات ،آیت:101)

حضرت ابراہیم کا مثالی خاندان

حضرات! یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک اور امتحان لیا جاتا ہے،عمر شریف کے اس حصہ میں شہزادہ عطا کیا گیا، پھر حکم ہوتا ہے کہ اپنے شہزادہ اور اہلیہ کوایک ایسے مقام پر چھوڑ آ ؤ جہاں نہ کوئی گھاس ہو نہ پانی،حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ نے اپنے شیرخوار شہزادہ کو بے آب وگیاہ مقام پر چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام٬ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے شہزادہ کو مکہ مکرمہ لے آئے ،اور انہیں بیت اللہ شریف کے قریب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا،اس وقت مکہ مکرمہ میں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی وہاں پانی موجود تھا۔آپ نے انہیں ایک چمڑے کا تھیلا دیا جس میں کھجور تھے اور پانی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا مشکیزہ دیا۔

جب آپ واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام عرض کرنے لگیں: آپ ہمیں اس جنگل میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؛ جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ وہ بارہا یہی کہتی رہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں مڑ کر بھی نہیں دیکھا،تب حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کیا: کیا اللہ تعالی نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا : ہاں!تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: **اذا لایضیعنا** پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا، یہ کہہ کر وہ اطمنان کے ساتھ واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں سے تشریف لے گئے۔

جب آپ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے، وہاں رک گئے اور کعبۃ اللہ شریف کی جانب رُخ کیا اور اپنے دستہائے اقدس اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا کی: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس اس بے آب و گیاہ مقام پر ٹھہرایا، اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نمازیں پڑھیں، اور تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں، اور ان کو میووں سے روزی عطا فرما، تاکہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔ (سورۃ ابراھیم، آیت: 37)

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ ، وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ ، فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ ،

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: خواتین میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے کمر پٹا باندھا تاکہ وہ اپنے قدم کے نشان مٹادے اور حضرت سارہ ان کا پیچھا نہ کرسکے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو اور آپ کے شہزادہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کو (مکہ مکرمہ) لے آئے، اور ہاجرہ علیہا السلام (اسوقت) حضرت اسماعیل علیہا السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور انھیں بیت اللہ کے قریب مسجد کی بلند جانب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا جو اس مقام پر ہے جہاں آب زمزم ہے، اس وقت مکہ مکرمہ میں کوئی آباد نہ تھا،

وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ ، وَ وَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ اَنِيسٌ وَلاَ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا ، وَجَعَلَ لاَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ .قَالَتْ إِذًا لاَ يُضَيِّعُنَا .ثُمَّ رَجَعَتْ ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لاَ يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ، ثُمَّ دَعَا

اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان حضرات کو وہاں بٹھایا اور چمڑے کا ایک تھیلا کھجوروں سے (بھرا ہوا) اور پانی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا مشکیزہ دیا۔ پھر جب آپ واپس جانے لگے تو حضرت ام اسمعیل علیہا السلام ان کے پیچھے ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کرنے لگیں! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو کہ جہاں نہ کوئی مونس وغمگسار ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے بار ہا یہی الفاظ دہرائے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں نہیں دیکھا تو ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کہ کیا اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، انھوں نے جواب دیا کہ پھر تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع ہونے نہیں دیگا، یہ کہہ کر وہ واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے یہاں تک کہ جب اس پہاڑی پر پہنچے جہاں سے آپ انہیں دکھائی نہ دے سکتے تھے تو آپ نے کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کیا، پھر ان کلمات کے ساتھ دونوں ہاتھ بلند کر کے دعاء کی:

بِهَؤُلاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ ، فَقَالَ (رَبَّنَا إِنِّى أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِى بِوَادٍ غَيْرِ ذِى زَرْعٍ) حَتَّى بَلَغَ (يَشْكُرُونَ) . وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِى السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا ، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى . أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ . فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِى الأَرْضِ يَلِيهَا ، فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِىَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا ، فَهَبَطَتْ مِنَ ، الصَّفَا حَتَّى إِذَا

’’اے ہمارے پروردگار!میں نے اپنی اولاد تیرے محترم گھر کے پاس اس بے آب وگیاہ مقام پر ٹھہرایا،اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نمازیں پڑہیں،اور تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں،اور انہیں (ہرطرح کے) پھلوں کا رزق عطا فرما،تاکہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔‘‘(سورۃ ابراہیم،37)اور سیدہ ہاجرہ علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی اور خود مشکیزہ میں سے پانی پیتی پلاتی رہیں،یہاں تک کہ جب مشکیزہ میں پانی ختم ہوگیا،جس کے باعث آپ کو اور آپ کے لخت جگر کو پیاس محسوس ہوئی،جب آپ نے دیکھا کہ شہزادہ پیاس کی وجہ بے تاب ہورہے ہیں یا فرمایا کہ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں،تو وہ اس منظر کو دیکھ کر پانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں،آپ کے سامنے صفا پہاڑ قریب ہی تھا آپ اس پر چڑھ گئیں پھر وادی میں دیکھا کہ شاید کوئی نظر آئے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا

بَلَغَتِ الْوَادِیَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ، ثُمَّ سَعَتْ سَعْیَ الإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ ، حَتَّی جَاوَزَتِ الْوَادِیَ ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ ، فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَی أَحَدًا ، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا ، فَفَعَلَتْ ذَلِکَ سَبْعَ مَرَّاتٍ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَلِکَ سَعْیُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا .. فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَی الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا ، فَقَالَتْ صَهٍ .تُرِيدَ نَفْسَهَا ، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا ، فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ ، إِنْ كَانَ عِنْدَکَ غِوَاثٌ .فَإِذَا هِیَ بِالْمَلَکِ ، عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ .	پھر آپ وہاں سے اتریں اور اپنا دامن سمیٹ کر نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے یہاں تک کہ وادی کو پار کر کے مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور اس پر چڑھ کر دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نظر نہ آیا ، پھر اسی طرح (صفا ومروہ کے درمیان)سات دفعہ چکر لگائے۔سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اسی لئے لوگوں کے لئے ان دونوں (صفاومروہ) کے درمیان سعی مقرر کی گئی ہے پھر جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام (آخری چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو انھوں نے ایک آواز سنی تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو سننا چاہئیے ، پھر وہی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ (اے اللہ کے بندے !تو جوکوئی بھی ہے) میں نے تیری آواز سن لی ، کیا تو ہماری کوئی مدد کرسکتا ہے؟ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ آب زمزم

أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ . حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا ، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا ، وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ . أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ . لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا .. قَالَ فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا ، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لاَ تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللَّهِ ، يَبْنِي هَذَا الْغُلاَمُ ، وَأَبُوهُ ، وَإِنَّ اللَّهَ لاَ يُضِيعُ أَهْلَهُ .وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ

(چشمہ والی جگہ) کے قریب ایک فرشتہ (حضرت جبریل) ہے جو زمین پر اپنی ایڑی مارا (یا یہ فرمایا کہ) اپنا پر مارا یہاں تک کہ اس جگہ سے پانی نکلنے لگا ۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے ہاتھ سے (مٹی سے)اس کے گرد حوض سا بنانے لگیں اور پانی چلو سے بھر بھر کر اپنی مشکیزہ میں ڈالنے لگیں ، جوں جوں وہ پانی لیتیں وہ چشمہ اور جوش مارتا جاتا ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسمعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے !اگر وہ زمزم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتیں (حوض نہ بناتیں) یا (آپ نے یہ ارشاد فرمایا) اگر وہ چلو بھر کر (مشکیزہ بھرنے کے لیے) پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوتا ۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے)ارشاد فرمایا: حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے خود بھی پانی پیا اور اپنے شہزادہ کو دودھ پلایا ۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ تم اپنی جان کا خوف نہ کرو، بیشک یہاں اللہ کا گھر ہے، جسے یہ نونہال اوران کے

كَالرَّابِيَةِ ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ ، حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ . أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ . مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ ، فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا . فَقَالُوا إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ ، لَعَهْدُنَا بِهَذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ ، فَأَقْبَلُوا ، قَالَ وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ

والدمحترم تعمیر کریں گےاوراللہ اپنے بندوں کوضائع نہیں کیا کرتا۔ اوراس وقت بیت اللہ (کا مقام) ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا اور جب برسات کا پانی آتا تو وہ دائیں بائیں سے نکل جاتا۔ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے ایک مدت اسی طرح گزاری یہاں تک کہ جرہم قبیلے کے کچھ لوگ یا بنی جرہم کے کچھ افراد ان کے پاس سے گزرے جو کداء کے راستے سے آرہے تھے۔ وہ مکہ کے نشیب میں اترے، انھوں نے پرندوں کو وہاں گھومتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ پرندے ضرور پانی کے گرد گھوم رہے ہیں، مگر ہم اس وادی سے اچھی طرح واقف ہیں اور یہاں پانی کہیں بھی نہیں ہے۔ پھر انھوں نے ایک یا دو آدمیوں کو پانی کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا، انھوں نے دیکھا کہ پانی موجود ہے، وہ لوٹ کر گئے اور انھیں پانی کی خبر دی، پھر وہ تمام افراد وہاں آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی کے پاس ہی ام اسماعیل علیہا السلام بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں یہاں اپنے پاس آباد ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟

فَقَالَتْ نَعَمْ ، وَلَكِنْ لاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ .قَالُوا نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ ، وَهِيَ تُحِبُّ الإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ ، فَنَزَلُوا مَعَهُمْ.

آپ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے، لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، انھوں نے اسے قبول کرلیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : (جرہم کے) لوگوں نے (وہاں رہنے کی)اس وقت اجازت مانگی جب خود اسماعیل کی والدہ یہ چاہتی تھی کہ یہاں بستی ہو۔ پس وہ لوگ وہیں آباد ہوگئے اور پیغام بھیج کر اپنے اہل وعیال کو بھی اسی جگہ بلا لیا اور وہ بھی وہیں ان کے پاس آ گئے۔

(صحيح البخاری، كتاب أحاديث الأنبياء ،حديث نمبر 3364)

اعتماد وتوکل کی اعلی مثال

حضرات! اس واقعہ کے ذریعہ خواتین امت کو صبر وتحمل، اعتماد وتوکل کی تعلیم دی گئی، شیر خوارگی کی عمر میں بچوں کو خصوصی نگہداشت میں رکھا جاتا ہے، ان کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ اس عمر میں بچوں کے اعضاءِ جسم نازک ہوتے ہیں، مزاج میں نزاکت ولطافت ہوتی ہے۔

شیر خوار بچہ کو تنہا ماں کے ساتھ ریگزار ویران میں چھوڑنا، غیر معمولی واقعہ ہے، اس واقعہ میں مرد حضرات کی بھی تربیت ہے اور خواتین ومستورات کی بھی، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے جواب میں دختران ملت کے لئے عظیم درس وپیغام ہے کہ جب آپ نے اتنا سنا کہ یہاں اللہ تعالی کے حکم کے مطابق لایا گیا ہے تو بغیر کسی تامل اور فکر کے مکمل

اطمینان کے ساتھ وہیں رک گئیں، چین وقرار پایا، ظاہری طور پر وہاں نہ کوئی مونس وغمخوار ہے اور نہ کوئی ہم دم وغمگسار' نہ گھاس ہے نہ پانی' نہ کوئی مراقب ونگہبان ہے' نہ کوئی محافظ وپاسبان۔ خدائے تعالی کی ذات پر اس طرح کامل یقین اور اس کی نصرت پر مکمل بھروسہ تھا کہ فرمایا: جب یہ سب اللہ تعالی کے حکم سے ہے تو ہمیں وہ ضائع نہیں کرے گا، آپ اطمینان سے واپس جائیں!۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا توکل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالی نے وہاں زم زم کا کنواں جاری فرمادیا۔

❁ انبیاء کا خواب' وحی ہوتا ہے ❁

برادران اسلام! حضرتِ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آزمائشوں کا ایک سلسلہ رہا، جو محض آپ کی شان وعظمت کے اظہار کے لئے تھا، ابتلاء وآزمائش کی ایک اور اعلیٰ منزل یہ تھی کہ پروردگار نے دعاؤں کے بعد جو لختِ جگر عطا فرمایا اور انکے متعلق متعدد بشارتیں عطا فرمائیں، حسن وجمال' عقل وافر' فہم کامل اور کئی ایک جواہر کا مالک بنایا' جب وہ والد گرامی کے ساتھ نشست وبرخاست کرنے لگے' خلوت وجلوت میں ہم دم رہنے لگے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے والدِ محترم کا قلب مسرتوں سے لبریز کرنے لگے، وہ فرزند دلبند جو باغِ خلیل کی رعنائی بنے، وہ فرزند دلبند جو چمن خلیل کی بہار ہوئے، حق تعالی نے انہی کو اپنی راہ میں قربان کرنے کا حکم فرمایا اور حکم بھی دیا تو حالتِ بیداری میں نہیں بلکہ خواب کے ذریعہ حکم دیا۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی الہی ہوتا ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ارشادِ نبوی ہے:

رؤیا الانبیاء فی المنام وحی . انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الصافات، آیت : 103)

برادران اسلام! حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزم واستقلال پر ہزار بار قربان جائیں تو کم ہے، ہمیں اس سے فیض حاصل کرتے ہوئے ان امور میں پُرعزم وصاحب استقلال بننا چاہئے ؛ جن پر عمل ہمارے لئے مشکل ہوتا ہے، جب حالات موافق نہیں رہتے، طبیعت آمادہ نہیں ہوتی یا کوئی اور رکاوٹ آجاتی ہے تو ہمارا حوصلہ پست ہوتا نظر آتا ہے، عزم ابراہیمی پر نظر ڈالیں تو ہماری ہمت بندھ جائے گی ، ہمارا حوصلہ بلند ہوگا اور ہم استقلال واستقامت کے ساتھ شریعت پر کاربند ہوجائیں گے۔

❁ صاحبزادہ کی قربانی کا حکم ❁

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جب چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صاحبزادہ کی قربانی کا حکم دیا گیا، حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکمِ خداوندی کی تکمیل کا پختہ ارادہ کیا' عزم مصمم کے ساتھ آپ نے چھری اور رسی لے کر اپنے پارۂ جگر سے فرمایا: پیارے بیٹے ! میرے ساتھ چلو' ہمیں اللہ کے لئے قربانی کرنی ہے، صاحبزادہ ساتھ ہوگئے' وادی منی میں پوچھا: ابّا جان ! ہمیں کس چیز کی قربانی کرنی ہے؟ تو آپ نے اس وقت فرمایا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ : یَا بُنَیَّ إِنِّی أَرٰی فِی الْمَنَامِ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچے تو اُنہوں نے فرمایا: اے پیارے

أَنِّی أَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَی. بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ! تمہاری کیا رائے ہے؟

(سورۃ الصافات، آیت:102)

برادرانِ اسلام! جس وقت قربانی کی جا رہی تھی اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف تیرہ (13) سال تھی، اس کم سنی میں صاحبزادہ نے جاں نثاری کا جس متانت کے ساتھ جواب دیا؛ وہ بڑے سے بڑے حلیم الطبع و بردبار افراد کے لئے نمونہ ہے، بہادروں کے لئے ہمت وحوصلہ ہے، عرض کیا: اے والد بزرگوار! حکم کی تعمیل میں نہ میں پس وپیش کرونگا اور نہ ہی آپ پر محبتِ پسر غالب آئیگی، آپ نے تاجِ خلت پہن رکھا ہے اور جوش قرباں میرے رگ و پے میں موج مارتا ہے۔

قرآن کریم بزبانِ ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ناطق ہے:

یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِینَ اے میرے والد بزرگوار! آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس کو پورا کر گزریئے، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

(سورۃ الصافات، آیت:102)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاحبزادہ سے اس لئے مشورہ کیا کہ آپ ان کے صبر واستقلال اور آزمائش کے وقت ثابت قدمی کو دیکھنا چاہتے تھے، آپ نہ صرف ایک والد تھے بلکہ معلمِ قوم و مصلحِ امت بھی تھے، اگر صاحبزادہ سے جزع، فزع ظاہر ہو تو صبر کی تلقین کرنا بھی مقصود تھا لیکن ایسی کوئی صورت ظاہر نہ ہوئی اور کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، پیکر استقلال نبی کے صاحبزادہ ہیں، آپ

نے مثالی ثابت قدمی اور رضا بالقضاء کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات پر مکمل اعتماد نہ کیا بلکہ یہ خیال فرمایا: میں ہمہ تن منشأ الٰہی ومشیت ایزدی کا تابع ہوں، بذاتِ خود خیر کا کام نہیں کرسکتا اور نہ برائی سے بچ سکتا ہوں، اسی لئے 'ان شاء اللہ' کہا۔

صاحبِ تفسیر خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأنه لا حول عن معصية الله تعالى إلا بعصمة الله تعالى ولا قوة على طاعة الله إلا بتوفيق الله.	اللہ تعالی کے بچائے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں اور طاعت وفرمانبرداری پر قوت وغلبہ ہمت وحوصلہ بھی اسی کی توفیق سے ہے، اسی لئے صبر کو مشیت الٰہی کے ساتھ ہی ذکر کیا۔

(تفسیر الخازن، ج4،ص24،سورۃ الصافات، آیت:102)

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے والد بزرگوار سے یہ عرض نہیں کیا کہ جو آپ دیکھ رہے ہیں اسی طرح کرگزریں بلکہ عرض کیا: آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے اس کی تعمیل کیجئے! کم سنی کے باوجود ذہن کی رسائی اور فراست ایمانی کا یہ حال ہے کہ والد گرامی کے خواب کو وحی کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔

شیطان کی جانب سے رخنہ ڈالنے کی ناکام کوشش

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب صاحبزادہ کو قربانی کی خاطر لے چلے تو شیطان بے چین وبے قرار ہوگیا، اس نے حکمِ الٰہی پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مستعدی دیکھی تو اس عملِ خیر کو روکنے کے لئے مکر وفریب سے کام لیا اور کہا آلِ ابراہیم کو میں آج آزمائش میں ناکام نہ کروں تو انہیں پھر کبھی ناکام نہ کرسکوں گا۔

شیطان ایک آدمی کی صورت میں حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدۂ محترمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ جانتی بھی ہیں کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے آپ کے بیٹے کو ساتھ کیوں لیا؟ آپ نے کہا ہاں! جنگل سے لکڑیاں چننے کے لئے۔

شیطان نے کہا: نہیں وہ تمہارے لختِ جگر کو ذبح کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر میں اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ والدہ نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا، میں جانتی ہوں حضرت ابراہیم اپنے بیٹے سے کتنی محبت رکھتے ہیں۔ شیطان نے کہا یہ تو صحیح ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں ان کے شہزادہ کی قربانی کا حکم دیا، یہ سن کر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم اگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اُنہیں اس بات کا حکم فرمایا ہے تو اُنہوں نے بہت اچھا کیا' جو اپنے رب کی اطاعت میں لگ گئے۔ شیطان یہاں سے مایوس ہو کر لوٹ گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچا' آپ اپنے والد کی اتباع میں پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

شیطان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے شہزادے! والد گرامی کہاں لے جا رہے ہیں؛ کیا خبر بھی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی صاحبزادہ کو بیان نہیں کئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس جنگل سے لکڑیاں جمع کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔

اس نے کہا: نہیں نہیں' والد گرامی آپ کو ذبح کرنا چاہتے ہیں، آپ نے پوچھا: وہ کیوں؟ اس نے کہا حق تعالی نے ان کو حکم دیا ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: رب نے جو حکم دیا والد گرامی کو اس کی تعمیل کرنی چاہئے، شیطان یہاں سے بھی ناکام لوٹا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا:اس وادی میں کچھ کام کی خاطر جارہاہوں،شیطان نے کہا: مجھے پتہ ہے کہ شیطان نے آپ کوخواب میں صاحبزادہ ذبح کرنے کی بات دل میں ڈالی۔ یہ سن کر حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے دشمنِ خدا! نکل جا، دور ہوجا، میں اپنے رب کا حکم بہرصورت بجالاؤنگا۔

اس طرح شیطان اپنی تمام کوششوں اوردجل وفریب کے باوجود مایوس وناکام' رسواونامرادہوگیا۔

(تفسیرالخازن ، ج 4، ص24،سورۃ الصافات،آیت:102)

❁ کنکریوں کے ذریعہ شیطان پرضرب نبوت ❁

بعض روایات میں آیاہے کہ شیطان' حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں تین باررکاوٹ ڈالنے کے لئے آیا،آپ نے ہرباراس پرکنکریاں ماریں،ضرب نبوت کی تاب نہ لاکروہ مزید خلل اندازی کی ہمت نہ کرسکا،جیساکہ تفسیرِ خازن میں ہے:

وقال ابن عباس :لما أمر إبراهيم بذبح ابنه عرض له الشيطان عند جمرة العقبة فرماه بسبع حصيات حتى ذهب، ثم عرض له عند الجمرة الوسطى، فرماه بسبع حصيات حتى ذهب، ثم	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کوجب اپنے صاحبزادہ کی قربانی کاحکم دیاگیاتو اچانک مشعرحرام میں شیطان آگیاآپ جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو شیطان وہاں آیا،آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلاگیا، پھر جمرۂ وسطیٰ کے پاس آیا، آپ نے وہاں بھی اُسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھرجمرۂ صغریٰ

عرض لہ عند الجمرۃ	کے پاس آیا تو آپ نے سات کنکریاں ماریں'
الأخری فرماہ بسبع حصیات	یہاں تک کہ وہ چلا گیا ، اس کے بعد حضرت
حتی ذھب ثم مضی إبراھیم	ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم خداوندی
لأمر اللہ تعالی.	بجالایا۔

(تفسیرالقرطبی،سورۃ الصافات،تفسیرالخازن ، ج 4، ص24،سورۃ الصافات، صحیح ابن خزیمہ ، کتاب المناسك ، حدیث نمبر:2738۔المستدرك علی الصحیحین ، کتاب المناسك ، حدیث نمبر: 1666)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذبح کرنے کے لئے اپنے لاڈلے کو زمین پر اوندھا لٹادیا' تا کہ چہرہ دکھائی نہ دے کہ کہیں محبت پدری حکم بجالانے میں خلل انداز نہ ہوجائے ، پسر دلبر نے اس خیال سے کہ ذبح کے وقت جب میں مضطرب ہوجاؤں تو بارگاہِ الٰہی میں کہیں بے ادبی نہ ہو،عرض کیا! والد بزرگوار! میرے اعضاء باندھ دیجئے تا کہ مجھ سے اضطراب وبے چینی نہ ہونے پائے' پھر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیال پیدا ہوا کہ بارگاہِ یزدی میں قربان ہورہا ہوں اور رسّی سے بندھا ہوا رہوں گا تو ایسا معلوم ہوگا گویا قیدی کی طرح زبردستی اورطبیعت کی ناگواری کے ساتھ حاضر ہوا ہوں ،اس خیال کے ساتھ ہی والدِ بزرگوار سے عرض کیا کہ مجھے کھول دیجئے ، جیسا کہ نزہۃ المجالس میں ہے:

وأن إسماعیل قال لأبیہ	حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد
حل وثاقی لئلا یقول	بزرگوار سے عرض کیا: میری رسی کھول دیجئے ،لوگ یہ
الناس ذبحہ قھرا ولا	نہ کہیں کہ والد نے انہیں زبردستی ذبح کرڈالا ،اور وہ
یعلمون أنی أبذل	نہیں جان سکیں گے کہ میں فرمانبرداری واختیار کے
روحی طائعا مختارا	ساتھ اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کررہا ہوں۔

(نزهة المجالس ، باب فضل عرفة والعيدين والتكبير والأضحية)

پھر یہ بھی عرض کیا کہ "اپنا دامن سمیٹ رکھئے کہ میرے خون کے چھینٹیں آپ کے دامن پاک پر نہ آئیں اور میرا قمیص ہو سکے تو میری والدہ کو دیجئے تا کہ ان کو قمیص سے تسلی ہوتی رہے۔"

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی
(علامہ اقبالؒ)

حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاحبزادہ کو بوسہ دیا اور ان کے ہاتھ' پاؤں باندھ کر چھری گلے پر چلائی لیکن چھری نے گلا کاٹا نہیں، آپ نے تین بار پتھر پر چھری کو تیز کیا مگر چھری کو کاٹنے کا حکم نہ تھا، یہ حالت دیکھ کر صاحبزادہ نے عرض کیا: ابا جان! مجھے منہ کے بل رکھئے کہ کہیں آپ کی نظر پڑ جائے تو شفقت غالب نہ آئے اور امر الٰہی کی بجا آوری میں تاخیر نہ ہو جائے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی گردن پر بھی چھری چلا کر آزمالیا' لیکن چھری الٹی ہوگئی ،قربانی کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور عمل باقی نہ تھا' جو جو مراحل ہونے تھے' ہو چکے، چھری تیز کی گئی، حلق پر اور گردن پر چلائی گئی لیکن چھری تیز اور دھاری دار ہونے کے باوجود کاٹتی نہ تھی' جاں نثاری کا یہ عمل جاری ہی تھا کہ قبولیت کی بشارت مل گئی اور آواز آئی، ارشاد الٰہی ہے:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَاإِبْرَاهِيمُ،	جب ان دونوں نے حکمِ الٰہی کو تسلیم کیا اور والد نے صاحبزادہ کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور ذبح کرنے لگے تو ہم نے انہیں ندا دی کہ

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ .	اے ابراہیم ! واقعی آپ نے خواب سچا کر دکھایا' بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

(سورۃ الصافات، آیت:104 تفسیر الخازن، ج4،ص24)

تفسیر درمنثور میں روایت منقول ہے:

عن عطاء بن يسار رضى الله عنه قال سألت خوات بن جبير رضى الله عنه عن ذبيح الله قال : إسماعيل عليه السلام لما بلغ سبع سنين رأى إبراهيم عليه السلام فى النوم فى منزله بالشام أن يذبحه فركب إليه على البراق حتى جاء ه فوجده عند أمه فأخذ بيديه ومضى به لما أمر به وجاء الشيطان فى صورة رجل يعرفه فذبح	حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: میں نے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سات (7) سال کی عمر کو پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر میں جو ملک شام میں واقع تھا، خواب دیکھا کہ آپ انہیں (حضرت اسماعیل علیہ السلام کو) ذبح کررہے ہیں' تو سوار ہوکر اُن کے پاس گئے' حتی کہ ان کے پاس تشریف لائے، آپ نے انہیں ان کی ماں کے ہاں پایا، ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا اور اس کام کے لئے لے چلے جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا، شیطان ایسے آدمی کی صورت

طرفی حلقه فإذا هو	میں آیا جسے آپ پہچانتے تھے' پھر اُن گلے کے
نحر فی نحاس.	کناروں پر چھری چلانے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا
فشحذ الشفرة مرتین	کہ تانبے پر چھری چلارہے ہیں ۔ تو حضرت
أو ثلاثا بالحجر ولا	ابراہیم علیہ السلام نے پتھر سے دو یا تین مرتبہ چھری
تحز قال إبراهیم :إن	تیز کی لیکن چھری نہیں کاٹتی تھی ، تب حضرت
هذا الأمر من الله فرفع	ابراھیم نے فرمایا: یہ سارا معاملہ اللہ تعالی کی طرف
رأسه فإذا هو بوعل	سے ہے، پھر آپ نے اپنا مبارک سر اٹھایا تو کیا
واقف بین یدیه فقال	دیکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے ایک دنبہ کھڑا ہے،
إبراهیم:قم یا بنی قد	ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ائے پیارے بیٹے !
نزل فداؤک فذبحه	اٹھو تمہاری جان کا فدیہ آچکا ہے پھر آپ نے
هناک بمنی.	(جانور) ذبح کردیا، یہ واقعہ منیٰ میں رونما ہوا۔

(الدرالمنثور فی التفسیرالمأثور ، سورۃ الصافات،آیت:107)

حضرات ! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے صبر ورضا کا عظیم نمونہ پیش کیا، حکم خداوندی پر اپنے شہزادہ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئے ۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام خود پیکر استقامت بنے رہے اور اپنے شہزادہ کی بھی ایسی تربیت فرمائی شہزادہ بھی قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

حضرات ! اس کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا وصال ہوا، بعد ازاں سیدنا اسمعیل علیہ السلام کا عقد ہوا، پھر جب اللہ تعالی کا حکم آیا تو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے شہزادہ سیدنا اسمعیل علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی، اس کے

متعلق صحیح بخاری شریف میں وارد حدیث پاک ملاحظہ ہو:

حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ ، وَشَبَّ الْغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ ، بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا . ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ . فَشَكَتْ إِلَيْهِ .قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ .فَلَمَّا

یہاں تک کہ جب وہاں کئی گھر آباد ہو گئے اور اسماعیل علیہ السلام لڑکپن کی عمر کو پہنچے تو انھوں نے عربی ان (جرہم کے) لوگوں سے سیکھی اور حضرت اسمعیل علیہ السلام انہیں عادات وخصائل کے لحاظ سے بڑے نفیس اور دلکش نظر آئے تو انہوں نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے ان کی شادی کردی۔اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا ،حضرت ابراہیم علیہ السلام ،اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد اپنے صاحبزادہ کی خبر لینے کے لئے تشریف لائے جنہیں وہ چھوڑ کر گئے تھے ،لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر پر نہیں پایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اہلیہ سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا،انہوں نے کہا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے ان کی گزر اوقات اور معاشی حالت کے بارے میں دریافت فرمایا،تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مفلوک الحالی میں ہیں، تنگدستی اور پریشانی میں زندگی بسر کررہے ہیں،اس طرح آپ سے

جَاءَ إِسْمَاعِيلُ ، كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا ، فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا ، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ . قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلاَمَ ، وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ .قَالَ ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ .فَطَلَّقَهَا ، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى ، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ

خوب شکایت کی ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارے خاوند آئیں تو انھیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں ۔ پھر جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے اور (اپنے والد ماجد کی) کچھ خوشبو محسوس کی تو (اہلیہ سے) کہا کہ کیا ہمارے گھر کوئی تشریف لائے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں ، ایک عمر رسیدہ صاحب اس شکل وشباہت کے آئے تھے ۔ اور انہوں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا کہ آپ روزی کی تلاش میں گئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ بڑی تکلیف اور پریشانی میں وقت گزر رہا ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا انھوں نے تمہیں کوئی وصیت کی تھی؟ جواب دیا "ہاں انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ کو سلام کہہ دوں اور یہ بھی کہا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد محترم تھے اور انھوں نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں، تم اپنے گھر والوں میں چلی جاؤ! پھر آپ نے انہیں طلاق دے

فَلَمْ يَجِدْهُ ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ ، فَسَأَلَهَا عَنْهُ . فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا . قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ ، وَهَيْئَتِهِمْ . فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ . فَقَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ .قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ . فَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ .قَالَ النَّبِيُّ . صلى الله عليه وسلم . وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ ، وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ .قَالَ فَهُمَا لاَ يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلاَّ لَمْ يُوَافِقَاهُ .قَالَ فَإِذَا

دی اور (جرہم قبیلہ میں سے) کسی دوسری خاتون سے شادی کر لی۔ پھر جب تک اللہ تعالی کو منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک میں ٹھہرے رہے پھر اس کے بعد دوبارہ تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اپنے لخت جگر کو گھر پر نہ پایا، تو ان کی اہلیہ محترمہ کے پاس جا کر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا حال کیسا ہے؟ اوران کی معیشت اور رہن سہن کے متعلق دریافت فرمایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے ہم بہت خیر وخوبی کے ساتھ بڑے آرام سے زندگی گزار رہے ہیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم کیا کھاتے ہو؟ جواب دیا کہ گوشت ، پھر دریافت کیا کہ تم کیا پیتے ہو؟ جواب دیا: پانی ، آپ نے فرمایا :اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ان دنوں وہاں غلہ نہیں ہوتا تھا، اگر ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا فرمادیتے۔پھر فرمایا : ان دونوں چیزوں پر مکہ مکرمہ کے سوا اور کسی جگہ گزارا نہیں

جَــــاءَ زَوْجُکِ فَاقْرَئِی عَلَيْهِ السَّلاَمَ ، وَمُـرِيـهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَـابِـهِ ، فَلَمَّـا جَـاءَ إِسْـمَـاعِيـلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ ، فَسَـأَلَـنِـي عَنْکَ فَـأَخْبَـرْتُـهُ ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُــنَـــا فَـأَخْبَـرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ . قَـالَ فَـأَوْصَـاکِ بِشَـيْءٍ قَـالَتْ نَعَمْ ، هُـوَ يَـقْـرَأُ عَـلَـيْکَ السَّلاَمَ ، وَيَـأْمُرُکَ أَنْ تُثْبِــتَ عَتَبَةَ بَابِکَ .قَالَ ذَاکِ أَبِي ، وَأَنْتِ

کیا جاسکتا، کیونکہ یہ مزاج سے موافقت نہیں کریں گے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور انہیں میرا حکم بھی پہنچانا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھنا۔ پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ ہمارے گھر کوئی تشریف لائے تھے؟ جواب دیا: ہاں! ایک خوبصورت سے بزرگ آئے تھے، پھر ان کی بڑی تعریف کی ،اور کہا کہ اس بزرگ نے آپ سے متعلق دریافت کیا تو میں نے بتا دیا۔ پھر ہماری گزر اوقات کے بارے میں سوال کیا تو میں نے عرض کیا کہ زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی ہے؟ جواب دیا :ہاں !انہوں نے آپ کو سلام کہا اور فرمایا کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھنا ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد محترم تھے اور تم دروازے کی چوکھٹ ہو، آپ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اپنی زوجیت میں رکھوں۔

الْعَتَبَةُ ، أَمَرَنِی أَنْ
أُمْسِکَکِ .ثُمَّ لَبِثَ
عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ،
ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِکَ ،
وَإِسْمَاعِیلُ یَبْرِی نَبْلاً
لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِیبًا
مِنْ زَمْزَمَ ، فَلَمَّا رَآهُ
قَامَ إِلَیْهِ ، فَصَنَعَا کَمَا
یَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ
وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ، ثُمَّ
قَالَ یَا إِسْمَاعِیلُ ، إِنَّ
اللَّهَ أَمَرَنِی بِأَمْرٍ .قَالَ
فَاصْنَعْ مَا أَمَرَکَ
رَبُّکَ .قَالَ وَتُعِینُنِی
قَالَ وَأُعِینُکَ .قَالَ
فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِی أَنْ
أَبْنِیَ هَا هُنَا بَیْتًا .
وَأَشَارَ إِلَی أَکَمَةٍ
مُرْتَفِعَةٍ عَلَی مَا حَوْلَهَا

پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ
السلام (اپنے ملک میں) ٹھہرے رہے، اس کے
بعد جب تشریف لائے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
اس وقت چاہ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے
بیٹھے اپنے تیر درست فرما رہے تھے ، جب انھوں
نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو استقبال
کے لئے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ، اور والد محترم نے
اپنے شہزادہ کے ساتھ شفقت کی ، اور شہزادہ نے والد
کے ساتھ ادب واحترام کے وہ تمام تقاضے پورے
کئے جو ایسے والد اور ایسے شہزادہ کے شایان شان
تھے۔ پھر فرمایا کہ اے اسماعیل! بے شک اللہ تعالیٰ
نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ بجا
لائیں ، آپ نے فرمایا کہ کیا تم میری مدد کروگے؟
انھوں نے عرض کیا : میں ضرور مدد کروں گا۔ آپ
نے فرمایا : اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ
پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے اور اس کی
حدود کی جانب اشارہ فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

قَالَ فَعِنْدَ ذَلِکَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ ، وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ ، فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي ، وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ ، وَهُمَا يَقُولاَنِ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) . قَالَ فَجَعَلاَ يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ ، وَهُمَا يَقُولاَنِ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ	نے ارشاد فرمایا :اس وقت دونوں حضرات نے بیت اللہ شریف کی بنیادیں اٹھانی شروع کردیں۔ہوایوں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے جاتے تھے اورحضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے ، جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لے آئے اوراس کو رکھ دیا پھر ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوکر دیوار تعمیر کرتے اوراسماعیل علیہ السلام انھیں پتھر لا کر دیتے اور دونوں حضرات یوں عرض کرتے رہے:اے ہمارے پروردگار!تو ہم سے قبول فرما،بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دونوں حضرات کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر کرتے رہے یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کے گرد یہ کہتے ہوئے پھرتے رہے :اے ہمارے پروردگار!تو ہم سے قبول فرما،بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔(سورۃ البقرۃ۔127)

(صحيح البخاری،کتاب أحاديث الأنبياء ،حديث نمبر: 3364)

حضرات حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو جب اولاد کے ذریعہ آزمایا گیا تو آپ نے اولاد کی قربانی پیش کی، جب جان کے ذریعہ آزمایا گیا تو جان قربان کرنے تیار ہوگئے۔اللہ تعالی نے آپ کی ہر قربانی قبول فرمائی،حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلہ

جنت کا دنبہ ذبح کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو بحکمِ خدا آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔

برادرانِ اسلام! سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مختلف طریقوں سے امتحان لیا گیا اور آپ ہر امتحان میں کامیاب ہوگئے ، ہرآزمائش پر صبر وتحمل کی چٹان اور استقامت کے پہاڑ بنے رہے، بڑے سے بڑا امتحان آپ کے پائے استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ لاسکا، کٹھن سے کٹھن آزمائش آپ کی ثابت قدمی کو بدل نہ سکی۔

اللہ تعالی نے آپ کی یاد کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا، آپ کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ پیام ملتا ہے کہ مصائب ومشکلات خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں ، بندہ کو چاہئے کہ ہمیشہ صبر وتحمل کو اختیار کرے استقلال واستقامت کا مظاہرہ کرے، اپنے عقیدہ وایمان پر قائم رہے اور ہر حال میں راضی بقضا رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے صبر واستقامت ،تسلیم ورضا کے تصدق اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں دین پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے!۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشرۂ ذی الحجہ وقربانی، فضائل واحکام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

حضرات! آج کے اس خطاب میں عشرۂ ذی الحجہ کے بارے میں ضروری گفتگو کرتے ہوئے قربانی کے فضائل واحکام بیان کرنے کی سعادت کروں گا۔

اللہ تعالی نے ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتوں کی عظمت وشان ظاہر کرتے ہوئے سورۃ الفجر میں ان کی قسم یاد فرمائی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ .	قسم ہے صبح کی اور دس راتوں کی۔

(سورۃ الفجر، آیت:1/2)

جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِى الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ.	ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں کی جانے والی عبادت اللہ تعالی کی بارگاہ میں دوسرے دنوں میں کی جانے والی عبادت سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے،اس میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اجر وثواب رکھتاہے،اور اس کی ایک رات کا قیام سال بھر کی شب بیداری کے برابراجررکھتاہے۔

(جامع ترمذی ،ابواب الصوم ،باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر،حدیث نمبر: 763۔زجاجة المصابیح،باب فی الاضحیة،حدیث نمبر:3118)

الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت مذکور ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ :مَنْ اَحيَا لَيْلَةً مِنْ لَيَالِيْ عَشْرِذِى الْحِجَّةِ فَكَانَّمَا عَبَدَ اللهَ عِبَادَةَ مَنْ حَجَّ وَاعْتَمَرَ طُوْلَ سَنَتِهِ ، وَمَنْ صَامَ فِيْهَا يَوْمًا فَكَاَنَّمَا عَبَدَ اللهَ سَائِرَ سَنَتِهِ .	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشادفرمایا:جوعشرۂ ذی الحجہ کی کسی رات کوعبادت کے ذریعہ زندہ کرے گویا وہ اس سال حج اور سال بھرعمرہ کرنے والے کے برابر عبادت کرنے والاقرار پائیگا اورجوشخص اس عشرہ میں کسی دن روزہ رکھے توگویااس نے سال بھراللہ تعالی کی عبادت کی۔

(الغنیة لطالبی طریق الحق،ج2،ص25)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلَ عَشْر ذِی الْحِجَّةِ فَجِدُّوْا فِی الطَّاعَةِ،فَاِنَّهَا اَیَّامٌ فَضَّلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَجَعَلَ حُرْمَةَ لَیْلِهَا کَحُرْمَةِ نَهَارِهَا.	جب عشرۂ ذی الحجہ شروع ہوجائے تو عبادت واطاعت میں مزید اہتمام کرو کیونکہ یہ وہ ایام ہیں جنہیں اللہ تعالی نے فضیلت وبرتری عطا فرمائی ہے اوراس کی رات کو بھی دن کی طرح عظمت و تقدس والی بنایا ہے۔

(الغنية لطالبی طريق الحق،ج2،ص25)

الترغیب والترہیب میں روایت ہے:

وعن انس بن مالک رضی الله عنه قال :كان يقال فی ايام العشر بكل يوم الف يوم ويوم عرفة عشرة آلاف يوم. رواه البيهقی والاصبهانی.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا کہ عشرۂ ذی الحجہ سے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس عشرہ کا ہر دن،ثواب میں ایک ہزار دن کے برابر ہے اورعرفہ کا دن دس ہزار دنوں کے برابر شان وفضیلت رکھتا ہے۔امام بیہقی اورامام اصبہانی نے اس کی روایت کی ہے۔

(الترغيب والترهيب،ج2،ص200)

معمولات ذی الحجہ

حضرات!(1) ان مبارک دنوں میں چونکہ حج کے اعمال انجام دئے جاتے ہیں،حجاج کرام احرام کی حالت میں ہوتے ہیں،ان سے ایک قسم کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے بطور خاص قربانی کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ یکم ذی الحجہ سے

قربانی کا جانور ذبح کرنے تک ناخن تراشنے اور بال کتروانے سے اجتناب کریں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ایام میں ناخن تراشنے اور بال کتروانے سے منع فرمایا چنانچہ صحیح مسلم شریف ج2،ص 160 میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أُهِلَّ هِلاَلُ ذِى الْحِجَّةِ فَلاَ يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلاَ مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّىَ.	حضرت ابن اکیمہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے سنا ،فرماتے ہیں: میں نے حضرت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے سنا: آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لئے جانور ہو اور جب ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھائی دے، تو وہ اپنے بال نہ نکالے اور نہ ناخن تراشے یہاں تک کہ قربانی کرلے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجة وهو مرید التضحية أن يأخذ من شعره أو أظفاره شيئا۔ حديث نمبر 5236)

(2) نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد اہل اسلام خواتین وحضرات تکبیر تشریق کا اہتمام کریں۔

(3) ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں میں روزہ کا اہتمام کریں، کم از کم نویں ذی

الحجہ عرفہ کا روزہ رکھیں جو بڑی فضیلت کا حامل ہے۔

(4) صاحبان نصاب، قربانی کا لازمی طور پر اہتمام کریں۔

(5) جو قربانی نہ کر سکتے ہوں وہ بھی اگر عید کے دن ناخن تراشنے اور زائد بال کتروانے کا اہتمام کریں تو ان کے لئے مکمل قربانی کا اجر وثواب ہے۔

(سنن ابوداود، ابواب الضحایا، باب ما جاء فی إیجاب الأضاحی ،حدیث نمبر: 2791۔سنن نسائی، کتاب الضحایا ، باب من لم یجد الأضحیة۔ حدیث نمبر: 4382)

۞ قربانی' تقرب الٰہی کا ذریعہ ۞

اللہ تعالی خالق کائنات و مالک حقیقی ہے، سب اسی کے بندے ہیں، اس کی بندگی ہی بندوں کی شان ہے اس کی عبادت ہی بندوں کا شیوہ ہے، بندوں کا ہر عمل اپنے پروردگار کے لئے ہونا چاہئے، بندوں کی آمد و رفت' نشست و برخاست اسی معبود حقیقی کی مرضی کے مطابق ہو، اُن کی عبادت و ریاضت' اُن کی ہر حرکت وسکون اسی خدائے ذوالجلال کے لئے ہو' اُن کا جینا اُسی کی خاطر ہو اور مرنا اُسی کی رضا کے لئے ہو' جیسا کہ خطبہ میں تلاوت کی گئی، آیت کریمہ میں مذکور ہے، اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت امت کو تعلیم دی:

قُـلْ إِنَّ صَلَاتِـىْ وَنُسُـكِىْ وَمَـحْيَـاىَ وَمَـمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.	بے شک میری نماز' میری تمام عبادتیں' میرا جینا اور میرا مرنا' اللہ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔

(سورۃ الانعام،آیت: 162)

برادران اسلام! ہم بندے، پروردگار عالم کے لئے قربانی کر کے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہم اس کے احکام کے سامنے سرنگوں ہیں، شریعت میں مقررہ ایک جانور کا خون بہا کر اس فکر کی تجدید کرتے ہیں کہ ہماری نیاز مندیاں اُسی معبود حقیقی کے لئے ہے۔

ہم بندے اپنے اوقات ولمحات کو، اپنی تمام صلاحیتوں کو، اپنے مال واسباب کو، حتی کہ اپنی جان عزیز کو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے قربان کردیں تب بھی ہم سے حق بندگی ادا نہیں ہوسکتا۔

قربانی، اللہ تعالی کے پاس پسندیدہ عمل

حضرات! اللہ تعالی کی بارگاہ میں قربانی کرنا' اُسے پسندیدہ ومحبوب ہے' اس کے بغیر بندہ صالحیت ونیکوکاری حاصل نہیں کرسکتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم نیکی کو نہیں پاسکتے یہاں تک کہ اس چیز سے خرچ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

(سورۃ ال عمران، آیت:92)

اللہ تعالی نے سورۃ الکوثر میں قربانی کرنے کا حکم فرمایا، ارشاد فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

(سورۃ الکوثر، آیت:2)

قربانی کا مفہوم اور اس کا مقصود اطاعت وبندگی ہے، قربانی کے جانور کا گوشت پوست' خون وغیرہ بارگاہ یزدی میں نہیں پہنچتا' بلکہ اللہ تعالی بندہ کی پرہیزگاری اور اس کا

اخلاص دیکھتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

لَنْ یَنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ .	قربانی کا نہ گوشت اللہ تعالی کو پہنچتا ہے اور نہ خون لیکن تمہارا تقوی اس کی بارگاہ میں باریاب ہوتا ہے۔

(سورۃ الحج،آیت:37)

❁ قربانی اللہ تعالی کی خوشنودی کا ذریعہ ❁

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی سے رب تبارک وتعالی کی رضامندی وخوشنودی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ شعب الایمان میں حدیث مبارک ہے:

عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال عجب ربكم من ذبحكم الضأن فی يوم عيدكم.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری عید کے دن دنبہ ذبح کرنے کے تمہارے عمل سے تمہارا پروردگار خوش ہوتا ہے۔

(شعب الایمان، ج 5، باب فی القرابین والأمانة ص482،حدیث نمبر:7085)

❁ قربانی خوشدلی سے کی جائے ❁

برادران اسلام! قربانی کے متعدد فضائل ہیں اور اسکے اجر وثواب کی بابت کئی ایک احادیث شریفہ وارد ہیں، عیدالاضحیٰ کے دن اللہ تعالی کے پاس محبوب ترین عمل قربانی کرنا ہے، جانور کا خون پہلے مقام قبولیت میں پہنچتا ہے اُس کے بعد زمین پر گرتا ہے، لہذا قربانی کرنے میں کوتاہی یا پس وپیش نہیں کرنا چاہئے، پروردگار عالم کے پاس پسندیدہ یہ

عمل بطیب خاطر اور نہایت خوشدلی کے ساتھ کرنا چاہئے۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.	سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی قربانی کے دن ایسا کوئی عمل نہیں کرتا جو اللہ تعالی کے پاس قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ ہو، یقیناً وہ قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون' زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرلیتا ہے' تو تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(جامع الترمذی ج1،ابواب الاضاحی ،باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ ،ص275 ، حدیث نمبر:1572)

حضرات! ہم کیا جانیں ہمارا کونسا عمل بارگاہ الہی میں قبول ہوا اور کونسا عمل رد کردیا گیا' قربان جایئے ،حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر آپ نے قربانی کی مقبولیت کی یہ بشارت سنائی کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل بارگاہ یزدی میں قبولیت حاصل کرتا ہے، ہم محض خون کے قطرات گرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درجۂ قبولیت کے حصول کو بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

۞ جانور کے ہر بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی ۞

قربانی کرنے والوں کی نیکیوں میں اضافہ سے متعلق سنن ابن ماجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سراپا شاد منقول ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِىُّ قَالَ سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ .قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ .قَالُوا فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ.	سید نا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہء کرام نے عرض کیا: تو اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھوٹے سے بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی ہے، صحابہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اون کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اون کے چھوٹے سے بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی ہے۔

(سنن ابن ماجه، ج 2،ابواب الاضاحى،باب ثواب الاضحية، ص 226،حديث نمبر: 3247)

جس مال کے ذریعہ قربانی کا جانور خریدتے ہیں، وہ اللہ تعالی ہی کی عطا ہے، وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کس قدر مہربان وکرم نواز ہے کہ وہی

مال عطا فرماتا ہے، پھر قربانی کرنے پر جانور کے ہر بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی عطا فرماتا ہے۔

بروز عید بہتر مال وہ ہے جو قربانی کے لئے خرچ کیا جائے

برادران اسلام! آدمی اپنی حوائج وضروریات کے لئے مال خرچ کرتا ہے، اپنی جائز خواہشات کی تکمیل کرتا ہے، مال سے صدقہ وخیرات بھی کرتا ہے، لیکن عیدالاضحیٰ کے روز اس مال سے افضل وبہتر کوئی مال نہیں جو قربانی کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ شعب الایمان میں حدیث پاک ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماأنفقت الورق فى شئ أفضل من بحيرة ينحرها فى يوم عيد۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید کے دن سب سے بہترین درہم وہی ہے جو ذبح کئے جانے والے جانور میں خرچ کیا جائے۔

(شعب الایمان، ج 5، باب فی القرابین والامانة، ص482، حدیث نمبر:7084)

زیادہ قیمت والے جانور، باعث فضیلت

حضرات! قربانی کے جانوروں کی قیمتیں بہت بڑی ہوئی ہیں، گزشتہ چند سالوں سے ہر سال گرانی میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، غور طلب بات یہ ہیکہ کم قیمت والے جانور کی قربانی کافی ہے یا زیادہ قیمت والے جانور کی قربانی کرنی چاہیئے؟ اس سلسلہ میں یہ امر ضروری ہے کہ قربانی کا جانور صحتمند وفربہ، عیب سے سالم اور توانا ہو، اگر تندرست وفربہ جانوروں کی مختلف قسمیں ہوں اور ان کی قیمتوں میں تفاوت ہو تو کم قیمت والے

جانور کی قربانی بھی درست ہوجاتی ہے، لیکن زائد قیمت والے جانور کی قربانی کرنے میں زائد اجروثواب اور فضیلت ہے ۔بشرطیکہ مہنگا جانور لینے میں تکبر و ریاء مقصود نہ ہو، جیسا کہ کنز العمال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

إن أفضل الضحايا عند الله أغلاها وأنفسها.	بے شک اللہ تعالی کے پاس افضل قربانی وہ ہے جو سب سے زیادہ قیمتی اور سب سے زیادہ عمدہ ہو۔

(کنز العمال، كتاب الحج من قسم الأفعال، باب في واجبات الحج ومندوباته، حديث نمبر : 12693)

❁ قربانی نہ کرنے پر وعید ❁

برادران اسلام !اللہ تعالی نے گنجائش وفراخی رکھنے والوں کے ذمہ قربانی رکھی ہے،اوراس کے لئے اجروثواب کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ آپ نے احادیث شریفہ سننے کی سعادت حاصل کی، اس کے برخلاف جو شخص گنجائش کے باوصف قربانی نہ کرے حقیقت میں اُس نے حکم الہی کی خلاف ورزی کی ،اس شخص کے لئے سخت وعید وارد ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور شعب الایمان میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا .	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے فراخی وکشادگی پائی اور قربانی نہ کی،وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجه ، باب الاضاحی ، حدیث نمبر: 3242۔ شعب الایمان ج 5،

باب فی القرابین والامانة ص 481 /482،حدیث نمبر: 7083)

❁ قربانی کے دن اور وقت ❁

تنویرالابصار مع الدرالمختار میں ہے:

(......ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص......)

(تنویرالابصار مع الدرالمختار، ج5،ص219)

کن دنوں میں قربانی کرنی چاہئے اور کس دن قربانی کرنا زیادہ باعث ثواب ہے؟

اس سے متعلق کنزالعمال میں حدیث پاک ہے:

عن علی انه کا ن یقول ایام النحر ثلاثة وافضلهن اولهن. ابن ابی الدنیا.	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں: قربانی کے دن تین ہیں اور ان میں افضل پہلا دن ہے۔

(کنزالعمال ،کتاب الحج،باب فی واجبات الحج ومندوباته، حدیث نمبر: 12676)

مذکورہ حدیث پاک کی بنا پر فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں:10، 11، 12 ذی الحجہ،قربانی کا وقت 10 ذی الحجہ نماز عیدالاضحیٰ کے بعد سے 12 ذی الحجہ کی غروب آفتاب تک ہے،اس کے بعد قربانی نہیں کی جاسکتی اور رات میں قربانی کرنا از روئے شریعت مکروہ ہے۔

❁ صاحب قربانی اور چند ضروری مسائل ❁

جو مسلمان عاقل و بالغ ہو،نصاب کا مالک ہو اور مسافر یا قرض دار نہ ہو اس پر قربانی واجب ہے' قربانی واجب ہونے کے لئے مال بڑھنے والا ہونا یا اس پر سال گزرنا شرط نہیں ہے البتہ زکوۃ واجب ہونے کے لئے مال کا بڑھنے والا ہونا اور اس پر سال گزرنا

ضروری ہے۔

قربانی واجب ہونے کے لئے مالی استطاعت کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة هی أم لا،ص 226، حدیث نمبر:3242)

قربانی کا نصاب کیا ہے؟

قربانی کے سلسلہ میں نصاب کے مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بنیادی ضرورتوں کے علاوہ 60 گرام 755 ملی گرام سونے یا 425 گرام 285 ملی گرام چاندی کا مالک ہو یا اس کے معادل نقد رقم یا اتنی قیمت والی چیزیں اس کی ملکیت میں ہوں۔ رہائشی مکان، سواری، لباس اور گھر کا ضروری ساز وسامان بنیادی ضرورت میں داخل ہیں۔

فقہاء کرام نے لباس کے بارے میں یہ تفصیل بیان کی کہ ایک شخص کیلئے تین عدد کپڑے بنیادی ضرورت میں شامل ہیں، ایک گھر میں پہننے کے لئے، ایک کام کاج کے وقت پہننے کے لئے اور ایک جمعہ، عیدین اور دیگر مواقع پر پہننے کے لئے، اس کے علاوہ آدمی کے پاس جتنے کپڑے ہیں، سب بنیادی ضرورت سے زائد ہیں، رہائشی مکان کے

سلسلہ میں یہ صراحت کی گئی کہ ہر شخص کے لئے دومکان؛ ایک موسم گرما اور ایک موسم سرما کی مناسبت سے ہوں، ونیز باورچی خانہ، حمام وبیت الخلاء بنیادی ضرورت میں داخل ہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار ج5 کتاب الاضحیۃ ص219 میں ہے:

(قولہ الیسار الخ)بان ملک مائتی درھم اوعرضا یساویھا غیرمسکنہ وثیاب اللبس اومتا ع یحتاجہ الی ان یذبح الاضحیۃ ......وصاحب الثیاب الاربعۃ لوساوی الرابع نصابا غنی وثلاثۃ فلا لان احد ھا للبذلۃ والأخرللمھنۃ والثالث للجمع والوفد والاعیاد. حضرات! فقہاء کرام کی اس وضاحت کے تحت دیکھا جائے کہ رہائشی مکان اورضرورت کی اشیاء کے علاوہ اور کیا کیا چیزیں آدمی کے پاس ہیں، اگرانکی قیمت 60 گرام755 ملی گرام سونے یا425 گرام285 ملی گرام چاندی کے مماثل ہےتو قربانی واجب قرار پائے گی، جیسے ضرورت کی سواری کے علاوہ کوئی اور سواری، تین جوڑوں کے علاوہ کپڑوں کے مزید جوڑے اورضرورت سے زائد دیگر چیزیں، ان سب کی قیمت اگرسونے یا چاندی کے مذکورہ نصاب تک پہنچتی ہوتو قربانی واجب ہے، خواہ اس پرسال گزرے یانہ گزرے، وہ تجارت کی غرض سے خریدی گئی ہوں یانہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کے ذمہ دار پرقربانی واجب ہے، دوسروں کے لئے ضروری نہیں، اس کے بارے میں یہ ذہن نشین رہے کہ قربانی نماز، روزہ، زکوۃ کی طرح ایک مستقل عبادت ہے جو مذکورہ نصاب کے مطابق استطاعت رکھنے والے

ہر بالغ فرد پر واجب ہوتی ہے، خواہ وہ گھر کا ذمہ دار ہو یا نہ ہو، مرد ہو یا عورت ہو، اگر ایک گھر میں مثلاً دس افراد صاحب استطاعت ہوں تو ہر ایک کے ذمہ علحدہ قربانی واجب ہوتی ہے۔

کیا قرض دار پر قربانی واجب ہے؟

بہت سے حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر قرض ہوتا ہے، مختلف ضرورتوں کے پیش نظر وہ دوسروں کے مقروض ہوتے ہیں اُن پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں، اس کے لئے ایک قاعدہ بیان کیا جاتا ہے اُسے ذہن نشین کر لینا چاہئے !اگر کسی شخص کے پاس مذکورہ نصاب کے بقدر مال ہے اور وہ مقروض بھی ہے ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اس کے مال سے اگر قرض ادا کیا جائے تو اس کے پاس بنیادی ضرورت کے علاوہ نصاب کے بقدر مال یا سامان باقی رہتا ہے یا نہیں، اگر اسکے مال سے قرض کی منہائی کے بعد وہ نصاب کا مالک رہتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

بعض حضرات ضرورت سے زائد اس قدر ساز وسامان رکھتے ہیں کہ اُن پر قربانی واجب ہوتی ہے، لیکن وہ اس لئے قربانی نہیں کرتے کہ اُن کے پاس نقد رقم موجود نہیں اور وہ اپنے آپ کو معذور ومجبور سمجھتے ہیں، حالانکہ اُن کے پاس شرعی عذر نہیں۔ جس پر قربانی واجب ہے، اگر اس شخص کے پاس فی الحال نقد رقم نہ ہو تب بھی اُسے قرضۂ حسنہ لے کر یا پھر ضرورت سے زائد جو سامان ہے اُسے فروخت کر کے قربانی کرنی ہوگی، اگر کوئی قرض کی ادائیگی کے بعد صاحب نصاب نہیں رہتا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں۔

فتاوی عالمگیری، ج5، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی بیان من تجب علیہ ومن

لاتجب، ص292 میں ہے: ولو کان علیه دین بحیث لو صرف فیه نقص نصابه لاتجب.

۞ تاجرین پر قربانی کا حکم ۞

بعض کاروباری لوگ اس امید پر قرض لیتے ہیں کہ کاروبار میں نفع ہوجائے تو اس کی رقم سے قرض ادا ہوجائے گا، جب مقررہ مدت ختم ہوجاتی ہے، قرض کی ادائی کا موقع آتا ہے اور فضل الٰہی سے نفع حاصل ہوجاتا ہے تو قرض ادا کردیتے ہیں، ورنہ دوسرے شخص سے قرض حاصل کرکے سابقہ قرض ادا کرتے ہیں۔ اس طرح قرض لینے اور دینے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے باوجود ان کے پاس ضرورت کی چیزیں مہیا ہوتی ہیں' گاڑی استعمال کرتے ہیں' اہل وعیال کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور تمام حوائج وضروریات کی تکمیل کرتے ہوئے بھی وہ مقروض ہی رہتے ہیں۔ ایسے کاروباری افراد کو قربانی کے سلسلہ میں مذکورہ وضاحت کے مطابق غور کرنا چاہئے کہ ان پر قربانی واجب ہے یا نہیں؛

اگر اُن کے پاس مذکورہ نصاب کے بقدر مال ہے اور ان کے ذمہ قرض اس قدر ہے کہ ان کے مال سے قرض ادا کیا جائے تو بنیادی ضرورت کے علاوہ نصاب کے بقدر مال یا سامان باقی نہیں رہتا تو اُن پر قربانی واجب نہیں، اگر ان کے مال سے قرض کی منہائی کے بعد وہ نصاب کے مالک رہتے ہیں تو ان پر قربانی واجب ہوگی۔

۞ قربانی کا جانور کیسا ہو؟ ۞

قربانی کیلئے یہ جانور مخصوص ہیں: بکرا' بکری' مینڈھا' بھیڑ' بیل' گائے' کھلگا' بھینس' اونٹ' اونٹنی ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی صحیح نہیں۔

قربانی کیلئے بکرے کی کم از کم عمر ایک سال، گائے کی دو سال اور اونٹ کی پانچ

سال ہے، اس سے کم عمر والے جانور کی قربانی درست نہیں، چھ ماہ کا دنبہ اگر اتنا موٹا اور فربہ ہو کہ ایک سال کے بکرے کے برابر دکھائی دیتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے، ان جانوروں کی عمر مذکورہ عمر سے زیادہ ہو تو بدرجہ اولی جائز بلکہ افضل ہے، بکرا ایک سال سے کم، گائے دو سال سے کم اور اونٹ پانچ سال سے کم عمر ہو تو ان جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی جانب سے کرنا درست ہے، بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ میں سے ایک جانور ایک شخص کی جانب سے ہونا چاہئے اور بیل، گائے، کُھلگا، بھینس، اونٹ، اونٹنی میں سے ایک جانور سات اشخاص کی طرف سے دیا جا سکتا ہے یعنی سات آدمی شریک ہو کر ایک بیل یا گائے یا اونٹ وغیرہ کی قربانی کریں تو درست ہے۔

❁ جن عیوب کی وجہ قربانی درست نہیں ❁

قربانی کے ذریعہ بندہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں قرب حاصل کرتا ہے لہذا قربانی کے لئے ایسے جانور کا انتخاب کرنا چاہئے جو فربہ، صحیح وسالم ہو اور اندھا، لنگڑا، بیمار، کمزور نہ ہو۔

مندرجہ ذیل عیب والے جانوروں کی قربانی درست نہیں: اندھا، کانا، لنگڑا، بہت دبلا جو قربان گاہ تک نہ چل سکے، تہائی سے زیادہ کان یا دم یا سرین کٹا ہوا، تہائی سے زیادہ جس کی بینائی جاتی رہی ہو، بے دانت، اور وہ جانور جس کی سینگیں جڑ سے ٹوٹ گئی ہوں، البتہ ماں پیٹ سے (پیدائشی) جس کی سینگ نہ ہو اس کی قربانی درست ہے۔

جانور کے عیوب سے متعلق مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث مبارک ہے:

عن البراء بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل ماذا يتقى من الضحايا فقال اربع، وقال البراء ويد ى اقصر من يد رسول الله صلى الله عليه وسلم العرجاء البين ظلعها والعوراء البين عورها والمريضة البين مرضها والعجفاء التى لاتنقى .	سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کن جانوروں کی قربانی نہیں کرنی چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چار'' حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میرا ہاتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے چھوٹا وکمتر ہے (1) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا ہونا ظاہر ہو، (2) کانا، جس کا کانا ہونا واضح ہو، (3) بیمار، جس کا مرض ظاہر ہو (4) ایسا کمزور و لاغر جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب ،حدیث نمبر : 19185)۔

نیز یہ روایت سنن کبری للبیھقی، کتاب الاضحیۃ، باب ماورد النھی عن التضحیۃ (حدیث نمبر: 19567) میں بھی مذکور ہے اور دست مبارک کے بجائے انگلیوں اور پوروں کا ذکر ہے۔

دیگر روایتوں میں ''چار'' کے لفظ کے ساتھ اشارہ کا لفظ وارد ہے، ارشادات مبارکہ وفرمودات عالیہ کے ساتھ صحابہء کرام علیھم الرضوان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرکات وسکنات کو بھی جابجا بیان فرمایا ہے، مذکورہ حدیث پاک میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ارشاد مبارک بیان فرمادیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دست مبارک سے جو''چار'' کا اشارہ فرمایا،اُس کوالفاظ میں ذکرفرمایا،اُن کے ادب نے اجازت نہیں دی کہ اپنے ہاتھ سے''چار'' کا اشارہ بھی کردیں ، عادت کے مطابق حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ادابیان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن اشارۂ مبارک کونقل کرنے کے لئے ادب واحترام رکاوٹ بن رہاہے،آخرکارعذرپیش کردیا کہ میرا ہاتھ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے چھوٹاوکمترہے،میری انگلیاں،آپ کی باعظمت انگلیوں سے کوتاہ ہیں،میرے پورآپ کے بابرکت پوروں کے سامنے ہیچ ہیں ۔اس طرح صحابہ کرام نے امت کوشریعت مطہرہ کے مسائل بتلائے اور بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاادب بھی سکھایا،جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے انواراحمدی میں تحریرفرمایاہے:

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا۔ادب نے اجازت نہ دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کریں آخرعذرظاہرکیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کےساتھ کچھ نسبت نہیں۔اب ہرشخص سمجھ سکتاہے کہ چارکااشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصودصرف تعیین عددہےظاہراًنہ اس میں کوئی مساوات کاشائبہ ہےنہ سوئے ادب باوجوداس کے،ادبِ صحابیت نے دست مبارک کی حکایت کوبھی گوارانہ کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی،اب دوسرے آداب کواسی پرقیاس کرلیناچاہئے۔''

(انواراحمدی ، ص:249)

❁ ذبح کاطریقہ ❁

ذبح کرنے کاطریقہ یہ ہے کہ پہلے جانورکوپانی پلاکر بائیں پہلوپراس طرح

لٹائے کہ جانور کا سر جنوب کی طرف اور منہ قبلہ کی جانب رہے پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے اور "بسم الله و الله اکبر" کہہ کر قوت و تیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائے، اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو، کاٹنا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دے۔

ذبح میں ان چار رگوں کو کاٹنا ضروری ہے (1) نزخرا، جس سے سانس آتی جاتی ہے۔ (2) مری، جس سے کھانا پانی پیٹ میں جاتا ہے۔ (3/4) دونوں شہ رگیں، جن میں خون پھرتا ہے اور جو نزخرے اور مری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔

ردالمحتار ج،5،ص 207 میں ہے:

اذاقطع الحلقوم والمرئ والاکثر من کل ودجین یؤکل وما لا فلا .

❁ صاحب قربانی کا ذبح کرنا' مستحب ❁

قربانی کے جانور کو خود صاحب قربانی کا ذبح کرنا مستحب ہے، اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کرسکتا ہو تو کسی اور سے ذبح کرائے ایسی صورت میں صاحب قربانی کے لئے بہتر ہے کہ ذبح کے وقت سامنے رہے۔ جیسا کہ کنزالعمال میں حدیث پاک ہے:

عن علی أن النبی صلی الله علیه وسلم قال لفاطمة :قومی یا فاطمة فاشهدی أضحیتک،	سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ اٹھو اور اپنی قربانی کے جانور کے پاس موجود رہو۔

أما ان لک بأول قطرة	سنو! اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی صاحب
تقطر من دمها مغفرة	قربانی کی تمام خطائیں جو اس نے کی ہیں معاف
کل ذنب أصبته، أما إنه	کردی جاتی ہیں، سنو! بروز قیامت قربانی کا جانور
یجاء بها یوم القیامة	اپنے گوشت اور خون کے ستر (70) درجہ اضافہ
بلحومها ودمائها سبعین	کے ساتھ لایا جائے گا، پھر تمہارے میزان میں
ضعفا، ثم توضع فی	رکھا جائے گا' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی
میزانک، قال أبو سعید	عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم!
الخدری :أی رسول	کیا یہ شرف وفضیلت اہل بیت کرام کے لئے
الله؛أهذه لآل محمد	خاص ہے؟ وہ حضرات تو ہر اس خیر وبھلائی کے
خاصة فهم أهل لما	حقدار ہیں جو ان کے ساتھ خاص کردی جائے، یا
خصوا به من خیر أم لآل	یہ فضیلت اہل بیت کرام اور سارے لوگوں کے
محمد وللناس عامة؟	لئے عام ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا : بلکہ یہ آل
قال بل هی لآل محمد	محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص اور تمام
وللناس عامة.	لوگوں کے لئے عام ہے۔

(کنز العمال' کتاب الحج من قسم الأفعال' باب فی واجبات الحج ومندوباته' حدیث نمبر:12671)

قربانی کی ماثور دعائیں

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر جانور ذبح کرے اور کوئی بھی ماثور دعا پڑھے۔

دعا سے متعلق امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے:

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحى بكبشين أملحين يضع رجله على صفاحهما إذا أراد أن يذبح، ويقول :بسم الله منك ولك اللهم تقبل من محمد.

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید وسیاہ رنگ والے دو دنبے ذبح فرماتے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنا قدم مبارک جانور کے پہلو پر رکھتے اور یہ دعا فرماتے ''**بسم اللہ منک ولک اللھم تقبل من محمد**'' اللہ کے نام سے' اے اللہ! یہ تیری ہی عطا ہے اور تیری بارگاہ میں قربانی ہے، اے اللہ! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہے اسے قبول فرما۔

(المعجم الکبیر للطبرانی' حدیث نمبر:11166)

مذکورہ بالا دعا کے آخر میں ''مِنْ مُحَمَّدٍ'' کے بجائے ''مِنِّیْ'' کہے۔

سنن ابوداود میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے:

إِنِّـیْ وَجَّهْـتُ وَجْهِـیَ لِـلَّـذِیْ فَـطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَـلٰـی مِـلَّةِ إِبْـرَاهِیْـمَ حَـنِیْـفًا وَمَا أَنَا مِـنَ الْـمُشْـرِكِیْـنَ إِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُكِیْ

بیشک میں نے ملت ابراہیم علیہ السلام پر قائم رہ کر تمام ادیان سے منہ موڑ کر اپنا رُخ یکسوئی سے اس ذات کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں' بیشک میری نماز' میری تمام عبادتیں،

وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ.	میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔اے اللہ! یہ تیری ہی عطا ہے اور تیری بارگاہ میں قربانی ہے' اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے اور آپ کی امت کی جانب سے قبول فرما' اللہ کے نام سے' اللہ بہت بڑا ہے۔

(سنن ابی داود' کتاب الضحایا' باب ما یستحب من الضحایا' حدیث نمبر2797)

ذکرکردہ دعا کے آخر میں ''عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ'' کے بجائے ''عَنِّیْ'' کہے۔

اگر دوسروں کی جانب سے ذبح کرنا ہوتو پہلی دعا میں ''مِنْ'' کے بعد اور دوسری دعا میں ''عَنْ '' کے بعد صاحبِ قربانی کا نام ذکر کرے۔

(قربانی کے فضائل ومسائل سے متعلق تفصیلی معلومات اور فقہی جزئیات کے لئے احقر کی کتاب '' مسائل قربانی دورحاضر کے تناظر میں' بزبان اردو اور انگلش شائع ہوچکی ہے، اسے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔)

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے اور قربانی کے مفہوم کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

...... قربانی کی دعاء ......

إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِینَ إِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِین. اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی هٰذِهِ الْاُضْحِیَّةَ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیلِکَ سَیِّدِنَاابْرَاهِیمَ عَلَیْهِ الصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ وَحَبِیبِکَ وَ نَبِیکَ سَیِّدِنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمْ، پھر بِسْمِ اللّٰہ وَ اللّٰہ اَکْبَرْ کہہ کر ذبح کردیں، اگر کسی دوسرے شخص کی جانب سے ذبح کررہے ہوں تو تَقَبَّلْ مِنِّی کے بجائے تَقَبَّلْ مِنْ .... کہہ کر صاحب قربانی کا نام لیں۔

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ،فضائل وکمالات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: أَمْ مَنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام!خلیفۂ سوم،صاحب جودواحسان،جامع قرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے خصوصی عظمت وفضیلت سے نوازا،متعدد خصائص وامتیازات سے بہرہ مندفرمایااورآپ کوخصائل حمیدہ وصفات عالیہ سے متصف فرما کرمقامات عالیہ ودرجات سَنِیہ پرفائزفرمایا۔

18 ذی الحجہ کو چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ ہوئی ہے، اسی مناسبت سے آج کتاب وسنت کی روشنی میں آپ کےفضائل وکمالات بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے،قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ان پاکباز بندوں کی مدح فرمائی جنہوں نے اپنی راتوں کوشب بیداری سے مزین کیا،جن کی جبینیں بارگاہ

خداوندی میں خم رہتی ہیں، جن کے دل خوف الٰہی سے معمور رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کی رحمت کے امیدوار بنے رہتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ	بھلا وہ شخص جو رات کی گھڑیاں سجدہ کرتے ہوئے
سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَحْذَرُ	اور قیام کرتے ہوئے عبادت میں بسر کرتا
الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ	ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت
رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى	کی امید رکھتا ہے (وہ اور مشرک برابر ہوسکتا ہے؟
الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا	ہرگز نہیں۔) آپ فرما دیجئے! کیا کبھی علم والے اور
يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ	جاہل برابر ہوسکتے ہیں؟ اس کے سوا نہیں کہ صرف
أُولُوا الْأَلْبَابِ.	عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

(سورۃ الزمر، آیت: 9)

برادران اسلام! امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے لکھا کہ مذکورہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ تفسیر درمنثور میں روایت ہے:

أخرج ابن المنذر وابن أبی	امام ابن منذر، امام ابن ابو حاتم، امام ابن
حاتم وابن مردويه وأبو	مردویہ، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر رحمہم
نعيم فی الحلية وابن	اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی
عساكر عن ابن عمر رضی	عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے یہ
الله عنهما ، أنه تلا هذه	آیت کریمہ "أَمْ مَنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاء
الآية (أمن هو قانت آناء	اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا...." تلاوت

اللیل ساجداً وقائماً یحذر الآخرة ویرجو رحمة ربه) قال:ذاک عثمان بن عفان وفی لفظ نزلت فی عثمان بن عفان.	فرمائی اور کہا کہ وہ ہستی حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ہیں،اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا:یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

(الدر المنثور فی التأویل بالمأثور)

نزہۃ المجالس میں روایت ہے:

کان عثمان بن عفان یصوم الدهر ویقوم اللیل إلا هجعة من أوله قالت إمرأة کان یحیی اللیل کله فی رکعة یجمع فیها القرآن.	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں قیام فرماتے، رات کے ابتدائی حصہ میں تھوڑی دیر آرام فرماتے،آپ کی زوجۂ محترمہ نے فرمایا:آپ رات تمام قیام فرماتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم تلاوت فرماتے۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس)

اہل سنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کی جس طرح ترتیب ہے ان کے درجات وکمالات بھی اسی ترتیب سے ہیں۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت منقول ہے:

قال علی رضی الله عنه علی المنبر ألا	سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہوکر ارشاد فرمایا:کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ

أخبركم بخير هذه	وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص کے
الآمة بعد نبيها قالوا	بارے میں نہ بتلاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: کیوں
بلى قال أبو بكر	نہیں، ضرور بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت ابو
الصديق ثم قال ألا	بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں
أخبركم بالثاني	نہ بتاؤں کہ آپ کے بعد کس کا درجہ ہے؟ انہوں نے
قالوا بلى قال عمر	عرض کیا: ہاں؛ ضرور بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ
ثم قال ألا أخبركم	حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں تیسری
بالثالث قالوا بلى	ہستی کون ہیں نہ بتاؤں؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فنزل على وهو	یہ فرماتے ہوئے منبر سے اتر گئے کہ وہ حضرت عثمان رضی
يقول عثمان.	اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس)

نسب مبارک

آپ کا نام مبارک ''عثمان'' اور کنیت شریفہ ''ابوعبداللہ'' ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کا نسب مبارک حضرت عبد مناف کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک سے جا ملتا ہے۔

ولادت شریفہ

عام الفیل کے چھٹے سال سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شریفہ ہوئی، جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ہے: **ولد في السنة السادسة من الفيل.**

(تاریخ الخلفاء، ج1، ص60)

آپ کی والدہ محترمہ کا نام ''اروی'' ہے جو حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ کی نواسی ہیں، جیسا کہ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم میں ہے:

عثمان بن عفان ..یکنی أبا عبد الله ...أمه أروى بنت كريز بن حبيب بن عبد شمس بن عبد مناف.	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کنیت ابوعبداللہ ہے والدۂ ماجدہ کا اسم گرامی اروی ہے جو کریز بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کی صاحبزادی ہیں۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم، ج14،ص62)

ایمان میں سبقت

آپ سابقین اولین اور سابقین مہاجرین سے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی دعوت وترغیب پر آپ نے اسلام قبول کیا، سب سے پہلے ایمان لانے والے خوش نصیبوں میں آپ چوتھے فرد ہیں، جیسا کہ اسد الغابہ میں روایت ہے:

أسلم في أول الإسلام، دعاه أبو بكر إلى الإسلام فأسلم، وكان يقول:إني لرابع أربعة في الإسلام.	ابتداء اسلام میں آپ مشرف باسلام ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اسلام قبول کیا، اور آپ فرمایا کرتے: بیشک اسلام قبول کرنے والوں میں، میں چوتھا شخص ہوں۔

(أسد الغابة لابن الاثير،باب العين،عثمان بن عفان)

'نور الابصار' میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد

سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

قـــال ابـــن اسحـاق:هو اول الـناس اسلاما بعد ابــى بـكــر وعلــى وزيد بن حارثة.	علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختارصلی الله علیه وآله وسلم،ص79)

❁ اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کا خصوصی اعزاز ❁

آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں:

(1) ایک ملک حبشہ کی جانب اور (2) مدینہ منورہ کی جانب۔

معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَـنْ أَنَــسِ بـن مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ،قَالَ:......فَقَالَ الـنَّبِـيُّ صَـلَّـى الـلَّـهُ عَـلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ:إِنَّ عُثْـمَـانَ أَوَّلُ مَنْ هَـاجَـرَ إِلَـى الـلَّـهِ بِـأَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ تعالی عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ اللہ تعالی کی خاطر ہجرت کی ہے۔

(المعجم الكبير للطبرانی،ج1،ص61،حدیث نمبر 141)

❁ عقد نکاح ❁

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ آپ کا عقد یکے بعد دیگرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو شہزادیوں سے ہوا، اسی لئے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نور والے کہا جاتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے وصال کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اور آپ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیده لو أن عندی مائة بنت تموت واحدة بعد واحدة زوجتک أخری حتی لا یبقی من المائة شیء هذا جبریل أخبرنی أن الله أمرنی أن أزوجک أختها.

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر میری سولڑکیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے سب کا انتقال ہوتا جاتا تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے نکاح میں دیتا جاتا، یہاں تک کہ سو(100)مکمل ہوجاتیں، یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں (حضرت رقیہ) کی بہن (ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا) کو تمہارے نکاح میں دوں۔

(جامع الأحادیث،حدیث نمبر 16107۔الجامع الکبیر للسیوطی،حرف الام۔ کنز العمال،کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36206۔ نزهة المجالس و منتخب النفائس باب مناقب عثمان بن عفان رضی الله عنه)

❁ لقب ''ذوالنورین'' کی وجہ تسمیہ ❁

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں آپ کے لقب مبارک ''ذوالنورین'' سے متعلق روایت نقل فرمائی:

وأخرج البيهقي في سننه عن عبد الله بن عمر بن أبان الجعفي قال: قال لي خالي حسين الجعفي: تدري لم سمي عثمان ذا النورين قلت لا قال: لم يجمع بين بنتي نبي منذ خلق الله آدم إلى أن تقوم الساعة غير عثمان فلذلك سمي ذا النورين.

امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے کہا کہ میرے ماموں حسین جعفی نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان کو ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کسی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے نہ ہوگا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں ہوں (یہ عظیم سعادت حضرت عثمان کے حصہ میں آئی) اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء، ج1، ص60)

❁ ملاء اعلی میں آپ کا تذکرہ ❁

حضرات! جس بابرکت ہستی کا تذکرہ ہم زمین پر کررہے ہیں وہ ایسی باعظمت ہستی ہے کہ ان کا تذکرہ ملاء اعلی میں بھی ہورہا ہے، آسمانی مخلوق بھی آپ کو ذوالنورین کے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے، جیسا کہ کنز العمال میں روایت ہے:

عن النزال بن سبرة قال: سألنا عليا عن عثمان قال: ذاك امرؤ يدعى في الملأ الأعلى ذا النورين.

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ ہستی ہے جنہیں ملاء اعلی میں "ذو النورین" کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36181۔ نزھۃ المجالس و منتخب النفائس)

❁ کمال درجہ صفت حیاء سے متصف ❁

برادران اسلام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کمال درجہ کی صفت حیاء سے متصف تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے مزاج وطبیعت کا خصوصی لحاظ فرمایا کرتے، صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَيْمَانَ ابْنَيْ يَسَارٍ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِي كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ أَوْ سَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَان فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوَّى ثِيَابَهُ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَلاَ أَقُولُ ذَلِكَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ

حضرت عطا بن یسار، حضرت سلیمان بن یسار اور حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس میں استراحت فرما تھے، اور آپ کے زانوئے اقدس یا اپنی پنڈلی مبارک سے زائد کپڑا ہٹا ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اسی حالت میں اجازت عطا فرمائی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اسی حالت میں اجازت عطا فرمائی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑے درست فرمالئے،

فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ : أَلاَ أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلائِكَةُ .

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے اورانہوں نے آپ کی خدمت میں معروضہ کیا، جب وہ چلے گئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آپ نے ان کے لے نہ تو حرکت کی اور نہ ان کے لئے اہتمام کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے، آپ نے ان کے لئے نہ تو حرکت کی اور نہ ان کے لئے اہتمام کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے تو آپ تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑے درست کئے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی الله عنه ، حدیث نمبر، 6362)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے:

إِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَإِنِّي خَشِيتُ إِنْ أَذِنْتُ لَهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ أَنْ لاَ يَبْلُغَ إِلَيَّ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) حیادار ہیں، مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے اُنہیں اسی حالت میں اجازت دے دی تو وہ حیا کے باعث میرے پاس اپنی

فِی حَاجَتِهِ. ضرورت کوپیش نہ کرسکیں گے۔

(صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان رضى الله عنه. حديث نمبر، 6363)

آپ کی صفت حیاء کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے حق میں خصوصی دعاء فرمائی، جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

سألت ربی عز وجل ألا يوقفه الحساب فشفعنی فيه. أبو الحسن الجوهری فی أماليه وابن عساكر. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ سے معروضہ کیا کہ قیامت کے دن عثمان رضی اللہ عنہ کوحساب کے لئے کھڑا نہ کرے، تو اللہ تعالی نے ان کے حق میں میری سفارش قبول فرمائی۔

(كنز العمال، حديث نمبر: 33095)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مقبول دعا کا بارگاہ الہی میں اس قدر لحاظ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں بارگاہ خداوندی سے خصوصی اعلان ہوگا کہ آپ بڑی عزوشان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ . ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً . فَادْخُلِي فِي عِبَادِي . وَادْخُلِي جَنَّتِي . اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کی جانب لوٹ آ؛ اس حال میں کہ تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی ہے، اور میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

(سورة الفجر، آيت: 27/30)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

فروی الضحاک، عن ابن عباس: نزلت فی عثمان بن عفان.	امام ضحاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، سورۃ الفجر، آیت: 24)

آپ کی شان سخاوت

برادران اسلام! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں بے شمار احادیث کریمہ وارد ہیں، جن سے آپ کی رفعت شان آشکار ہوتی ہے، آپ کی عظمت وفضیلت اور شانِ سخاوت سے متعلق یہاں بطور نمونہ چند احادیث شریفہ ذکر کی جارہی ہیں جنہیں سیدی شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب ''مقاصد الاسلام'' حصۂ ششم میں درج فرمایا ہے۔

کنز العمال میں روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

أن المیرۃ انقطعت عن المدینۃ حتی جاع الناس فخرجت إلی بقیع الغرقد فوجدت خمسۃ عشر راحلۃ علیها طعام	ایک مرتبہ کئی روز مدینہ منورہ میں باہر سے غلہ نہیں آیا اور یہاں تک کہ لوگوں کو بھوک لاحق ہوئی، تو میں بقیع غرقد کی جانب نکلا تو دیکھا کہ پندرہ اونٹ غلہ سے لدے ہوئے

فاشتريتها وحبست منها ثلاثة وأتيت النبي صلى الله عليه وسلم باثنتي عشرة راحلة، فدعا لي النبي صلى الله عليه وسلم.

ہیں تو میں نے انہیں خریدا اور تین اونٹ روکے رکھا اور ان میں سے بارہ اونٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میرے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36335)

امام ابن عساکر اور امام علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے:

عن أبي مسعود قال..... فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم قد رفع يديه حتى رئي بياض إبطيه يدعو لعثمان دعاء ما سمعته دعا لأحد قبله ولا بعده "اللهم! أعط عثمان، اللهم! افعل بعثمان".

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نہایت خوشی سے دونوں ہاتھ اس قدر اونچے فرمائے کہ آپ کے مبارک بغلوں سے نور ظاہر ہونے لگا، آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جو دعائیں فرمائیں میں نے حضرت عثمان سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کے لئے حضور کو اس قدر دعا کرتے ہوئے نہیں سنا۔ آپ دعا فرماتے: اے اللہ! عثمان کو یہ یہ عطا فرما! اے اللہ؛ عثمان کو ان ان چیزوں سے مالا مال فرما!۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36196)

نیز ابن عساکر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عن كثير بن مرة قال: سئل علي عن عثمان قال: نعم يسمى في السماء الرابعة ذا النورين، وزوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم واحدة بعد أخرى، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يشتري بيتا يزيده في المسجد غفر الله له، فاشتراه عثمان فزاده في المسجد، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يبتاع مربد بني فلان فيجعله صدقة للمسلمين غفر الله له! فاشتراه عثمان فجعله	حضرت کثیر بن مرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ کیا خوب شان والے ہیں! انہیں چوتھے آسمان پر "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو شہزادیوں کا ان سے نکاح کروایا، مزید یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص (مسجد سے متصل) گھر خرید کر مسجد نبوی میں شامل کرے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دے گا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ گھر خرید کر مسجد میں شریک کر دیا، پھر ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص فلاں قبیلہ کا مربد یعنی کھجوریں اور غلہ سکھانے کی جگہ خرید کر مسلمانوں پر صدقہ کر دے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دے گا، تو

صدقة على المسلمين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يجهز هذا الجيش . يعني جيش العسرة . غفر الله له! فجهزهم عثمان حتى لم يفقدوا عقالا. "كر".	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کوخرید کر مسلمانوں پر صدقہ کردیا، پھر ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جو شخص جیش عسرت کا سامان مہیّا کردے خدائے تعالیٰ اس کو بخش دے گا،عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کا مکمل سامان فراہم کردیا یہاں تک کہ اس میں ایک عقال بھی کم نہ تھی۔(ابن عساکر)

(کنز العمال،کتاب الفضائل،حدیث نمبر 36249)

امام طبرانی،امام ابن عساکراورامام علی متقی ہندی رحمہم اللہ نے روایت نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بِشْرِ بن بَشِيرٍ الْأَسْلَمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ اسْتَنْكَرُوا الْمَاءَ ، وَكَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْ بني غِفَارٍ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا رُومَةٌ، وَكَانَ يَبِيعُ مِنْهَا الْقِرْبَةَ بِمُدٍّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:	حضرت ابوسلمہ بشر بن بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں،انہوں نے فرمایا:جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو پانی کوناموافق پایا،اورقبیلہ بنوغفار کے ایک شخص کے پاس ایک کنواں تھاجسے"رومہ" کہا جاتا تھا،وہ شخص اس کنویں سے ایک مشک پانی ایک مُد کے بدلہ فروخت کرتا تھا،تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا:تم اس کنویں کو مجھے جنت کے ایک چشمہ کے عوض

بِعُنِيهَا بِعَيْنٍ فِي الْجَنَّةِ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ لِي ، وَلا لِعِيَالِي غَيْرُهَا ، لا أَسْتَطِيعُ ذَلِكَ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَاشْتَرَاهَا بِخَمْسَةٍ وَثَلاثِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَجْعَلُ لِي مِثْلَ الَّذِي جَعَلْتَهُ لَهُ عَيْنًا فِي الْجَنَّةِ إِنِ اشْتَرَيْتُهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : قَدِ اشْتَرَيْتُهَا ، وَجَعَلْتُهَا لِلْمُسْلِمِينَ.	بیچ دو! تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے اور میرے گھر والوں کے لئے اس کے سوا (کمائی کا) کوئی اور ذریعہ نہیں ہے لہذا میں اسے بیچنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ جب یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اسے پینتیس ہزار درہم کے عوض خرید لیا، پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اس کنویں کو خرید لوں تو کیا آپ جنت کا چشمہ میرے لئے مقرر کردیں گے جس طرح آپ نے اس شخص کے لئے جنت کا چشمہ مقرر کیا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: یقیناً میں نے اس کو خرید لیا اور مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔

(المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر 1212۔ كنز العمال، كتاب الفضائل، حديث نمبر 36183)

حضرات! اللہ تعالی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سخاوت وفیاضی کی صفت سے متصف فرمایا، جود وسخا کی صفت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جب بھی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مال کی ضرورت پیش آتی تو آپ بے دریغ اپنا مال خرچ کرتے، کنز العمال میں

حدیث شریف ہے:

عن عمران بن حصين أنه شهد عثمان بن عفان أيام غزوة تبوک في جيش العسرة فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصدقة والقوة والتأسى وكانت نصارى العرب كتبوا إلى هرقل: إن هذا الرجل الذى خرج ينتحل النبوة قد هلک وأصابتهم سنون فهلكت أموالهم فإن كنت تريد أن تلحق دينک فالآن، فبعث رجلا من عظمائهم يقال له الصنار وجهز معه أربعين ألفا فلما بلغ ذلک نبی الله صلى الله عليه وسلم كتب في العرب وكان يجلس كل يوم على المنبر

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ غزوۂ تبوک کے موقع پر جیش عسرت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کرنے، طاقتور بننے اور پیروی کرنے کا حکم فرمایا، عرب کے نصاریٰ نے ہرقل کو لکھا کہ یہ صاحب جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کی قوم اِن دنوں تباہی میں ہے وہ قحط سالی سے دوچار ہیں؛ کیونکہ ان کے مال ہلاک ہوگئے، اگر تم کو اپنے دین کی پاسداری ہے اور مدد کرنا چاہتے ہو تو یہی موقع ہے، اس نے ایک گورنر کو روانہ کیا جسے "صنار" کہا جاتا تھا، اور اس کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تیار کرکے مقابلہ کے لئے بھیجا، جب یہ خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے اطراف واکناف عرب کے علاقہ میں مبارک خطوط روانہ فرمائے، ہر روز آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے اور دعا میں کہتے کہ الٰہی! اگر یہ چند مسلمان ہلاک

فيدعو الله ويقول: اللهم إنک إن تهلک هذه العصابة فلن تعبد في الأرض، فلم يكن للناس قوة، وكان عثمان بن عفان قد جهز عيره إلى الشام يريد أن يمتار عليها فقال: يا رسول الله! هذه مائتا بعير بأقتابها وأحلاسها ومائتا أوقية فحمد الله رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر وكبر الناس، ثم قام مقاما آخر فأمر بالصدقة، فقام عثمان فقال: يا نبي الله! وهاتان مائتان ومائتا أوقية فكبر وكبر الناس.

ہوجائیں تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا، اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت ابتر تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے ملک شام سے غلہ لانے کے لئے تجارتی قافلہ تیار کیا تھا، اسلامی ضرورت کو دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں دوسو (200) اونٹ مع پالان دیگر سامان اور دوسو (200) اوقئے پیش کرتا ہوں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "الحمد لله" کہہ کر تکبیر کہی اور سب مسلمان اتنے خوش ہوئے کہ ہر طرف سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے، پھر دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی رغبت دی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دو سو (200) اونٹ اور دو سو (200) اوقئے پیش کرتا ہوں، اس پر آپ نے تکبیر کہی، اور ہر طرف سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36188)

اسی طرح متفرق مجلسوں میں نوسو پچاس (950) اونٹنیاں اور بعض روایتوں میں نوسوستر (970) اونٹنیاں اور تیس گھوڑے اور سات سو (700) اوقیئے سونا اور دس ہزار (10,000) دینار نقد پیش کئے۔

فبعث إليه عثمان بعشرة آلاف دينار فصبت بين يديه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقلبها بين يديه ظهرا لبطن ويدعو له يقول: غفر الله لک يا عثمان! ما أسررت وما أعلنت وما أخفيت وما هو كائن إلى أن تقوم الساعة ما يبالي عثمان ما عمل بعد هذا."عد، قط" وأبو نعيم في فضائل الصحابة. "كر".

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب دس ہزار (10,000) دینار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیش کئے گئے تو آپ ان دینار کو نہایت خوشی سے نیچے اوپر کرتے اور یہ فرماتے جاتے: اے عثمان! اللہ تعالی نے تمہارے ہر قسم کے گناہ خواہ چھپے ہوں یا ظاہر، آئندہ قیامت تک ہونے والے سب کی مغفرت کردی، پھر ارشاد فرمایا: اس کے بعد عثمان رضی اللہ تعالی عنہ جو چاہیں کریں؛ کچھ پرواہ نہیں، کوئی امر ان کو ضرر نہ دے گا۔ (ابن عدی، دارقطنی، ابونعیم، ابن عساکر)

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36189)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دفاع، صحابہ کی سنت

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ایمان کو امت کے لئے ہدایت کا معیار قرار دیا، جب بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی شان کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو ایمانی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا دفاع کرکے اپنی محبت ووابستگی کا ثبوت دیں، صحیح بخاری شریف میں حدیث شریف ہے:

عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ . قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مَنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا ، فَقَالَ مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالَ هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ. قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ .قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ .قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ .قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ایک مصری شخص حج بیت اللہ کے ارادہ سے آیا، تو اس مصری شخص نے چند بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کس قبیلہ کے ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ اکابر قریش ہیں، پھر اس شخص نے پوچھا: ان کے سردار کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اس نے کہا: اے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما! میں آپ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بیان کریں! کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ غزوۂ احد کے دن موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے سوال کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں موجود نہیں تھے اور اس میں شرکت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر اس نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہیں تھے اور اس میں شرکت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: اللہ اکبر! حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: آؤ، میں تمہیں حقیقت بیان کرتا ہوں: اب رہا آپ کا غزوۂ احد کے

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ ، فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ . وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرُّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دن موجود نہ ہوتا تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالی نے انہیں درگزر فرمادیا اوران کی مغفرت فرمادی۔اب رہا آپ کا غزوۂ بدر میں موجود نہ رہنا تواس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی تھیں،اور وہ بیمار تھیں،تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا کہ بیشک تمہیں وہی ثواب اور حصہ ہے جو بدر میں شریک ہونے والے آدمی کے لئے ہے۔اب رہا آپ کا بیعت رضوان کے وقت موجود نہ رہنا،تو اگر کوئی وادیٔ مکہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہوتا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کو (اسلام کا سفیر بنا کر) روانہ فرماتے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ہی کو روانہ فرمایا تھا،اور بیعت رضوان تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے مکہ مکرمہ روانہ ہونے کے بعد ہوئی،اس موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے داہنے دست مبارک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

بِيَـدِهِ الْيُـمْـنَـى هَذِهِ يَدُ عُثْـمَـانَ .فَـضَـرَبَ بِهَـا عَـلَـى يَـدِهِ ، فَقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ . فَـقَـالَ لَهُ ابْنُ عُـمَــرَ اذْهَـبْ بِهَـا الآنَ مَعَكَ .

یہ عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) کا ہاتھ ہے،اور اسے اپنے بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا: یہ(بیعت) عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) کی جانب سے ہے۔پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے اس سوال کرنے والے شخص سے فرمایا: اب ان حقائق کو اپنے ساتھ (بحفاظت) لے جاؤ!۔

(صحيح البخاری ،كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان بن عفان أبی عمرو القرشی رضی الله عنه .حديث نمبر:3698)

بغیر محبوب کے طواف کعبہ بھی نہیں

صلح حدیبیہ کے وقت جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر' مکہ مکرمہ روانہ فرمایا،اہل مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ طواف کرلیں اور عمرہ ادا کرلیں ،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہرگز کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کروں گا،تب انہوں نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جاں نثاری کی بیعت لی پھر اپنے داہنے دست مبارک کو بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا اے اللہ! یہ ہاتھ عثمان کی جانب سے ہے اور یہ ان کی طرف سے بیعت ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں ہیں۔

❁ ایک شبہ کا ازالہ ❁

حضرات! یہاں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جھوٹی خبر پہنچنے کے بعد صحابہ کرام سے بیعت نہ لیتے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہ ہوتا تو آپ حضرت عثمان کی جانب سے بیعت نہ لیتے کیونکہ جن کی شہادت ہوچکی اُن سے بیعت نہیں لی جاتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت لی، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت حقیقی صورت حال سے بخوبی واقف و باخبر ہیں۔

❁ حضرت عثمان کی دیانت پر حضور کو کامل اعتماد ❁

حضرات! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی صداقت و دیانت اور بارگاہ نبوی میں آپ کی قدر و منزلت کا اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اسلام کا سفیر مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اسلامی سفیر منتخب کر کے گویا یہ پیام دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صداقت پر آپ کو مکمل اعتماد ہے اور آپ کی دیانت پر کامل وثوق ہے، آپ کی صداقت و دیانت ہر شبہ سے بالاتر ہے۔

۞ حدیبیہ میں آپ کو اسلامی سفیر مقرر کرنے کی حکمت ۞

حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ اہل مکہ میں بھی معزز ومکرم تھے، وہ لوگ آپ کی عزت وتکریم کیا کرتے تھے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ شخصیت پر انگلیاں اٹھائی جائیں گی، آپ کے بے داغ کردار پر، چہ میگوئیاں کی جائیں گی، آپ کی صداقت ودیانت پر مختلف اعتراضات کئے جائیں گے، اسی لئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کو اپنا نمائندہ بنانا یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کمال دیانت پر دلالت کرتا ہے اور دست اقدس کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دینا یہ آپ کی کمال قربت پر دلالت کرتا ہے۔

۞ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے بغض کا نتیجہ ۞

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہنے والے خوش نصیب حضرات سے قلبی محبت اور گہری وابستگی رکھنا ایمان کا تقاضا ہے، اور ان سے بغض رکھنا اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے، جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَــنْ جَــابِـرٍ قَــالَ أُتِـيَ	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ	خدمت اقدس میں ایک شخص کا جنازہ لایا گیا کہ آپ
رَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمْ	اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو آپ نے اس کی نماز
يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا	جنازہ نہیں پڑھائی، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول
رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْنَاكَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو اس سے پہلے کسی
تَرَكْتَ الصَّلاةَ عَلَى	کی نماز جنازہ ترک فرماتے ہوئے نہیں دیکھا، تو
أَحَدٍ قَبْلَ هَذَا قَالَ إِنَّهُ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص
كَانَ يُبْغِضُ عُثْمَانَ	عثمان (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالی
فَأَبْغَضَهُ اللَّه.	نے اس کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، حدیث نمبر:3709)

آپ کا تواضع اور سادگی

حضرات! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ مراتب عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود مکمل تواضع اور سادگی کے ساتھ زندگی بسر کیا کرتے، نزہۃ المجالس میں ہے:

وكان يطعم الناس طعام الإمارة ويأكل الخل والزيت.	آپ لوگوں کو بادشاہوں کی طرح کھلایا کرتے اور خود سرکہ اور زیتون استعمال کرتے۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو شہادت کی بشارت

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعطاء الہی قیامت تک رونما ہونے والے واقعات اور امتیوں کے احوال سے باخبر ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بشارت دی کہ وہ شہید کئے جانے والے

ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ ، قَالَ : اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدَانِ .

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ احد پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے تو وہ (اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط مسرت سے) جھومنے لگا، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک مار کر اس سے فرمایا اے احد! تھم جا تجھ پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: 3686)

نیز امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ابن عساکر کے حوالہ سے روایت نقل فرمائی:

وأخرج ابن عساكر عن زيد بن ثابت قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: مر بي عثمان وعندي ملك من الملائكة فقال: شهيد

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: عثمان میرے پاس سے گزرے اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ حاضر تھا، اس نے عرض کیا: حضرت عثمان شہید ہیں، آپ کو آپ کی قوم شہید کرے گی، ہم سارے

یقتله قومه إنا نستحی منه. فرشتے حضرت عثمان سے حیاء کرتے ہیں۔

(تاریخ الخلفاء، ج 1، ص62)

ﷺ خلافت اور جنت کی بشارت ﷺ

حضرات! یوں تو اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى .	اور اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابۂ کرام) سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

(سورۃ الحدید،آیت:10)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کی اس عمومی بشارت کے باوصف خصوصی بشارت سے بھی سرفراز فرمائے گئے، جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عن أنس قال: جاء النبی صلی الله علیه وسلم فدخل إلی بستان فأتی آت فدق الباب، فقال: یا أنس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة والخلافة من بعدی، قلت: یا رسول الله!	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور ایک باغ میں تشریف لے گئے، ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت سنادو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

أعلمه؟ فقال: أعلمه، فخرجت فإذا أبو بكر، قلت له: أبشر بالجنة وأبشر بالخلافة من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم جاء آت فدق الباب، فقال: يا أنس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة وبالخلافة من بعد أبي بكر قلت: يا رسول الله! أعلمه؟ فقال: أعلمه، فخرجت فإذا عمر، فقلت: أبشر بالجنة وأبشر بالخلافة من بعد أبي بكر، ثم جاء آت فدق الباب، فقال: يا أنس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة وبالخلافة من بعد عمر

کیا میں انہیں یہ بات بتادوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں انہیں بتلادو! جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں نے ان سے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کی خوشخبری ہے۔ پھر ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور ابوبکر کے بعد خلافت کی بشارت سنادو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں انہیں یہ بات بتادوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں انہیں بتلادو! جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں نے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی خوشخبری ہے۔ پھر ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم صلی

وأنـه مقتول، فخرجت فـإذا عثـمـان، قلـت: أبشـــر بـــالـجـنة وبـالـخلافة من بعد عـمـر وأنک مقتول، فـدخل عـلى الـنبـي صـلى الله عليه وسلم فقال: يـا رسـول الله! والـلـه مـا تغنيت ولا تـمـنيـت ولامسست ذكـري بيـمـيـنـي منذ بايعتک بها، قال: هو ذاک يا عثمان. "كر"، ورواه "ع، كـر" من طـريـق عبـد الـلـه بن إدريـس عـن المختار بن فلفل عن أنس.	اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور عمر بعد خلافت کی بشارت سنادو! اور یہ بھی بشارت سنادو کہ وہ شہید ہونے والے ہیں، جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں نے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے اور حضرت عمر کے بعد خلافت کی بشارت ہے اور یہ بھی بشارت ہے کہ آپ شہید کئے جائیں گے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کی قسم! میں نے کبھی گانا نہیں گایا اور نہ کبھی بے حیائی کا کام کیا اور جس وقت سے میں نے اپنے سیدھے ہاتھ سے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے کبھی اس سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اے عثمان! یہی وجہ ہے کہ تمہیں یہ درجات ملے ہیں۔

(كنز العمال، فضائل ذی النورين عثمان بن عفان رضی الله عنه، حديث نمبر:36267)

۞ آپ نے دومرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت خرید لی ۞

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ سے ہیں، و نیز آپ نے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت خریدی ہے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے:

عن أبی هريرة قال :اشتری عثمان بن عفان رضی الله عنه الجنة من النبی صلی الله علیه وسلم مرتین : بیع الحق حیث حفر بئر معونة ، وحیث جهز جیش العسرة. صحیح الإسناد .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دومرتبہ قطعی طور پر جنت خرید لی۔ جس وقت بئر معونہ کو کھودا اور جبکہ جیش عسرت (غزوۂ تبوک) کا سامان فراہم کیا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(مستدرك على الصحيحين، حديث نمبر:4564)

❁ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ❁

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ خصوصی شرف عطا فرمایا کہ آپ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی اور جنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی رفیق ہونے کا اعزاز بھی عطا کیا گیا، جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر

وَرَفِيقِي . يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرے
عُثْمَانُ . رفیق عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی الله عنه ، حدیث نمبر:4063)

❁ اولا دامجاد ❁

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک فرزند حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے جن کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

❁ دورخلافت ❁

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی تدفین مبارک کے تیسرے دن مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء)

آپ کا دور خلافت کچھ کم بارہ سال رہا۔

❁ شہادت عظمی ❁

18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا آپ کا مزار مبارک جنت البقیع شریف میں ہے، اسدالغابہ میں ہے:

عن أبي معشر قال: وقتل عثمان يوم الجمعة، لثمان عشرة مضت من ذی الحجة، حضرت ابومعشر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ جمعہ کے دن،

سنة خمس وثلاثين، وكانت	اٹھارہ(18)ذی الحجہ،سنہ 35ہجری میں
خلافته اثنتی عشرة سنة إلا	شہید کئے گئے،اور آپ کا دور خلافت بارہ
اثنی عشر يوماً .	دن کم،بارہ(12)سال رہا۔

(اسد الغابہ لابن الاثیر)

بلوائیوں نے انچاس(49) دن تک آپ کا محاصرہ کیا،شہادت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا:اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو اور چاہو تو تمہاری مدد کی جائے گی تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ افطار کرنے کو اختیار کیا،جیسا کہ نور الابصار میں روایت ہے:

فقال الليلة رايت رسول	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:آج رات
الله صلى الله عليه وآله	میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
وسلم وقد مثل لی فی	دیکھا،یقیناً آپ اس کھڑکی میں جلوہ گر ہوئے اور
هذه الخوخة واشار	آپ نے اپنے ہاتھ سے مکان کے اوپر کی جانب
عثمان بيده الى خوخة	جو کھڑکی ہے اشارہ کیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
فی اعلی	وسلم نے ارشاد فرمایا:اے عثمان!انہوں نے تمہارا
داره.فقال:یاعثمان!	محاصرہ کیا ہے؟میں نے عرض کیا:ہاں۔آپ نے
حصروک؟قلت:نعم،قال	فرمایا؛انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا؟میں نے عرض
عطشوک؟	کیا:ہاں۔حضرت عثمان نے کہا:پھر آپ نے
قلت:نعم،قال:فدلی دلوا	ایک ڈول عنایت فرمایا' میں نے اسے نوش
شربت منه،فها انا اجد	کیا،میں ابتک اپنے سینہ اور شانوں کے درمیان

بـرودـة ذلـک الدلو بین ثـدیـی وبیـن کتفی ،فقال :ان شئـت افطرت عندنا وان شئـت نـصـرت عـلیهـم،فـاختـرت الفطر.نقله الاسحاقی.

اس ڈول کی ٹھنڈک کو پا رہا ہوں۔پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:اگرتم چاہوتو ہمارے پاس افطار کرواور اگر چاہوتو ان لوگوں پر تمہاری مدد کی جائے گی‘تو میں نے آپ کے ساتھ افطار کی سعادت کو چن لیا۔علامہ اسحاقی نے اس روایت کونقل کیا ہے۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی الله علیه وآله وسلم،ص85)

بروزحشر‘شانِ عثمان کاظہور

حضرات!بروزحشر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کواللہ تعالی ایسےاعزاز واکرام سےنوازے گا کہ مشرق ومغرب کے تمام لوگ رشک کریں گے،جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں ہے:

عـن ابن عباس رضی الله عـنهما قال :کنت قاعدا عند النبی صلی الله علیه وسـلم إذ أقبل عثمان بن عـفـان رضـی اللـه عنـه ، فـلـما دنا مـنـه ، قال :یا عثمان ، تقتل وأنت تقرأ سـورـة البـقــرـة ، فتـقع

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا،اچانک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے،جب آپ قریب آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:اے عثمان!تمہیں اس حال میں شہید کیا جائے گا کہ تم سورۂ بقرہ کی تلاوت کررہے ہوں گے اور

من دمک علی: (فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم)، وتبعث یوم القیامۃ أمیرا علی کل مخذول، یغبطک أھل المشرق والمغرب، وتشفع فی عدد ربیعۃ ومضر.	تمہارا خون آیت کریمہ " **فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم** " پر گرے گا، قیامت کے دن تمہیں اس شان سے اٹھایا جائے گا کہ تم ہر آزمائش میں مبتلا شخص کے سردار ہوں گے، تمہارے مقام کو دیکھ کر مشرق ومغرب کے تمام لوگ رشک کریں گے اور تم قبیلۂ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد میں لوگوں کی شفاعت کروگے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، ذكر مقتل أمير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه، حديث نمبر: 4531)

❁ نماز جنازہ میں فرشتوں کی شرکت ❁

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں آسمانی فرشتے شریک ہوں گے، جیسا کہ الریاض النضرۃ میں حدیث شریف ہے:

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: یوم یموت عثمان تصلی علیہ ملائکۃ السماء قلت یا	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: جس دن عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) شہید ہوں گے آسمانی فرشتے ان کی نماز ادا کریں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

رسول اللہ عثمان	لئے خاص ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی یہ اعزاز
خاصة أم الناس عامة	ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
قال: عثمان خاصة.	کے لئے خاص ہے۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ۔ نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس۔مختصر تاریخ دمشق)

ارشادات وفرمودات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اخیر خطبہ ارشاد فرمایا اسے علامہ مؤمن بن حسن شبلنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نورالابصار میں نقل کیا ہے:

عن يزيد بن عثمان ،قال	حضرت یزید بن عثمان سے روایت ہے، انہوں نے
آخر خطبة خطبها	کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر
عثمان: ايها الناس !ان	خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے
الله انما اعطاكم الدنيا	تمہیں دنیا اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ
لتطلبوا بها الآخرة فلم	آخرت طلب کرو! دنیا تمہیں اس لئے نہیں دی گئی
يعطكموها لتركنوا اليها	کہ تم اس کی جانب مائل ہو جاؤ۔ یاد رکھو! دنیا فنا
،ان الدنيا تفنى والآخرة	ہونے والی ہے، اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ فنا
تبقى لاتبطرنكم الفانية	ہونے والی چیز ہرگز تمہیں ناشکر گزار نہ بنائے اور
ولا تشغلنكم عن الباقية	باقی رہنے والی چیز سے غافل نہ کردے، فنا ہونے
آثروا ما يبقى على ما	والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دیا
يفنى فان الدنيا مقطعة	کرو؛ کیونکہ دنیا سفر کی جگہ ہے اور حقیقت میں سب

وان المصیر الی	کواللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرتے
اللہ،اتقوا اللہ فان تقواہ	رہو؛ کیونکہ اللہ کا خوف اس کے عذاب سے بچنے کا
جنۃ من باسہ ووسیلۃ	ذریعہ اوراس کے تقرب کا وسیلہ ہے۔اوراللہ تعالیٰ
عندہ،واحذروا من اللہ	کی صفت غیرت سے بچو! اور اپنی جماعت پر
الغیرۃ،الزموا جماعتکم	مضبوطی سے قائم رہو!(بزرگوں کے ساتھ)
لاتصیروا اخدانا،إِذْ	دوست نہ ہوجاؤاورتم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد
كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ	کرو؛جو(محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں)اس نے
قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ	تم پر فرمائی ہے !جبکہ تم دشمن تھے،تو اس نے
إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا	تمہارےقلوب میں الفت ڈال دی اورتم اس کی اس
حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ	نعمت کی برکت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے
مِنْهَا . وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ	اورتم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے،تواس
عَلَيْكُمْ	نےتمہیں وہاں سےنکالا۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، ص80)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کا ہرگوشہ اورآپ کی سیرت مبارکہ،آپ کےارشادات وفرمودات انسانی زندگی میں ایک حسین انقلاب کا موجب ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی ذات گرامی سے بے پناہ محبت کرنےاورآپ کی تعلیمات پر عمل پیراہونے کی توفیق عطافرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

○ تقاریب کومنکرات سے کس طرح بچائیں ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام !اسلام طہارت و پاکیز گی کا دین ہے، اس کی پاکیز گی محض لباس و پوشاک تک ہی محدود نہیں، اس کی طہارت اعضاء جسم تک ہی محدود نہیں، اس کی صفائی رہائش ومکان تک ہی محدود نہیں ، یہ ظاہر کی پاکیز گی ہے، اسلام ظاہری پاکیز گی سے زیادہ باطنی پاکیز گی کی تاکید کرتا ہے، اخلاق وکردار کی طہارت کی تعلیم دیتا ہے، افکارونظریات کی صفائی کا درس دیتا ہے، بداخلاقی وبدکرداری کی گندگی سے منع کرتا ہے، فاسد افکار وناپاک خیالات سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے، بے حیائی و بے پردگی سے گریز کرنے کا حکم دیتا ہے، الغرض ظاہری وباطنی ، پوشیدہ وعیاں ہر قسم کی بے حیائی وبدکرداری سے روکتا ہے۔ارشادالٰہی ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میرے پروردگار نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا جو ظاہر ہوں اور پوشیدہ ہوں۔

(سورة الاعراف،آیت: 33)

❁ بدنظری سے پرہیز اور عبادت کی شیرینی ❁

برادران اسلام! اگر کسی شخص کی نظر کہیں غیر محرم پر پڑ جائے اور وہ اُسی لمحہ نظر پھیر لے تو بارگاہ خداوندی سے اُسے عبادت میں حلاوت وشیرینی نوازی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا.

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو مسلمان پہلی بار کسی عورت کے محاسن کو دیکھے پھر اپنی نگاہ نیچی کرلے تو اللہ تعالی اُسے ایسی عبادت کی توفیق دے گا جس کی حلاوت وہ محسوس کرے گا۔

(مسند احمد ، مسند ابی امامۃالباهلی،حدیث نمبر:22938)

مسلمانوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ کسی اجنبی عورت پر نظر ہی نہ پڑے، جب کسی شخص کی نظر بے پردہ عورت پر پڑ جائے تو ایسے وقت اُسے اپنے نفس کو قابو رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد و بگاڑ کی جڑ کا ہی خاتمہ کرنے کا حکم فرمایا اور اس کی تدبیر بیان فرمائی کہ وہ جائز طور پر خواہش کی تکمیل کرے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَاكَ يَرُدُّ مِمَّا فِي نَفْسِهِ.	یقیناً عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، لہذا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسے بھلی لگے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ یہ عمل ان خیالات کو دور کر دے گا جو اس کے دل و دماغ میں ہیں۔

(مسند احمد ، مسند جابر ،حدیث :14911)

بے حیائی پیدا کرنے والی جو اہم چیز اور بڑا سبب ہے وہ بدنظری ہے ،حکمت والے پروردگار نے بے حیائی پیدا کرنے والے اس سبب پر روک لگائی۔

۞ بدنظری پر روک کے ذریعہ بے حیائی کا خاتمہ ۞

برادران اسلام! بے حیائی پیدا کرنے والے اس اہم سبب ''بدنظری'' پر اگر عملی طور پر روک لگا دی جائے جس طرح مذکورہ آیات مبارکہ واحادیث کریمہ میں حکم فرمایا گیا ہے تو یہ بعید نہیں کہ معاشرہ سے بے حیائی کا خاتمہ کرنے میں ہم کامیاب ہو جائیں ، کیونکہ سب سے پہلے مرحلہ میں نظر ہی کام کرتی ہے' پھر اجنبی لڑکا لڑکی باہم گفتگو کرتے ہیں، ایک دوسرے کی بات سنتے ہیں اور ان کے تعلقات ناجائز طور پر بڑھتے رہتے ہیں' اگر اس کے پہلے سبب کا سد باب کیا جاتا تو باہم گفتگو کا موقع نہ ہوتا اور نہ حالات مزید بگڑتے ، اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجنبی عورت کو دیکھنے والے سے متعلق سخت وعید بیان فرمائی ہے ،حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ نَظَرَ إلٰی مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَة. جوکوئی شہوت کے ساتھ کسی اجنبی عورت کے مقامات زینت کو دیکھتا ہے تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگلا کر ڈالا جائے گا۔

(ھدایہ ، کتاب الکراھیة، ج4، ص458)

ہماری آنکھ میں چھوٹا سا تنکا چلا جائے تو ہم بے چین ومضطرب ہو جاتے ہیں، اگر کوئی کیڑا یا چیونٹی آنکھ کے اندر چلی جائے تو اس کی تکلیف اور سخت ہو جاتی ہے، کیا ایسا کمزور انسان پگلے ہوئے سیسہ کو اپنی آنکھوں میں برداشت کر سکے گا' ہر گز نہیں۔

مومن کی شان یہ ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور اپنی نظروں کو محرمات وناجائز مناظر سے آلودہ نہ کرے، اس لئے کہ اگر وہ بدنظری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے خیالات وافکار کا توازن برقرار نہیں رہتا، فکر میں انتشار اور تصور میں پراگندگی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
(علامہ اقبالؒ)

منگیتر سے میل ملاپ

حضرات! لڑکا اور لڑکی کے درمیان نسبت طے پا جائے، منگنی کی رسم ہو جائے تو ہمارے معاشرہ میں ہوتا یہ ہے کہ لڑکا' لڑکی ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف بات کرنے لگ جاتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ گھومنے پھرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔

کسی لڑکی سے اگر شادی کی نسبت طے ہو جائے تو شرعی لحاظ سے یہ دراصل

نکاح کے وعدہ کی حیثیت رکھتی ہے، منگنی ہوتے ہی وہ دونوں شوہر اور بیوی نہیں ہوتے' کیونکہ محض منگنی کی وجہ سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوتا جب تک کہ گواہوں کے روبرو قاعدۂ شرعی کی روشنی میں ایجاب وقبول نہ کرلیا جائے، صرف نسبت طے ہوجانے سے لڑکا' لڑکی کا شوہر نہیں قرار پاتا اور نہ لڑکی' لڑکے کی بیوی ہوتی ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اس وقت تک اجنبی ہی رہتے ہیں جب تک دونوں کا عقد نکاح نہ ہوجائے چنانچہ نکاح سے قبل لڑکا لڑکی کا آپس میں ملنا جلنا' گھومنا پھرنا' باہم بات چیت کرنا اور بے تکلف گفتگو کرنا' جائز نہیں۔

درمختار ج5، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر والمس، ص260، میں ہے:

ولا يكلم الاجنبية إلا عجوزا عطست أو سلمت فيشمتها و يرد السلام عليها، وإلا لا انتهى .وبه بان أن لفظة لا في نقل القهستاني:ويكلمها بما لا يحتاج إليه زائدة، فتنبه.

❁ سانچق میں دولہے کی انگلی پکڑنا' مذموم رواج ❁

برادران اسلام! سانچق کی رسم میں یہ رواج ہے کہ ہونے والی سالی دولہے کی انگلی کو پکڑتی ہے اور مہندی لگاتی ہے جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ خوشی کے موقع پر اس طرح کی حرکت بُری نہیں، اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ شادی ہو یا دیگر خوشی ومسرت کے مواقع حدود شریعت میں رہتے ہوئے تقریب منعقد کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن بے پردگی کے ساتھ غیر محرم کا سامنا کرنا' اس کے سامنے بے محابہ پیش ہوجانا ،سالی یا کسی غیرمحرم سے انگلی پکڑوانا، یہ سب امورناجائز وحرام ہیں۔

غیر محرم کو چھونا اور مس کرنا سخت ممنوع ہے، اس سے متعلق احادیث شریفہ میں وعیدیں آئی ہیں چنانچہ ہدایہ میں حدیث پاک ہے:

مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ وُضِعَ عَلَى كَفِّهِ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَة . جو شخص کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو چھوئے تو بروزقیامت اسکے ہاتھ پرانگارہ رکھا جائے گا۔

(ھدایہ ،کتاب الکراھیة ،ج4،ص459)

ہاتھ پرانگارہ اس لئے رکھا جائے گا کہ چھونے کا گناہ ہاتھ ہی کے ذریعہ ہوا تھا، ہلکی سی چنگاری دردوالم سے بے قرار کردیتی ہے،جہنم کا انگارہ اگر ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو ہاتھ کی تکلیف کا کیا عالم ہوگا،اس عالم شہادت میں اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا' پھر مرد کے لئے مہندی لگانے کی ممانعت ہے،جس مقصد کے لئے ہونے والی سالی دولہے کا ہاتھ پکڑتی ہے'نہ وہ مقصد صحیح ہے اور نہ ہی دونوں کو باہم چھونے کی اجازت ہے۔

لہذا سانچق وغیرہ کے موقع پر جو غیر شرعی رسومات انجام دی جاتی ہیں وہ سب قابل ترک ہیں۔

۞ عورتوں کی خوبصورتی بیان کرنے کی ممانعت ۞

برادران اسلام! غیرمحرم کو دیکھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس کی وجہ سے مرد کا دل اجنبی عورت کی طرف مائل ہوتا ہے،اس میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے۔

تقاریب میں خواتین جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں ،تو خاتون اپنے شوہر کے سامنے اجنبی خواتین اور غیرمحارم کا ذکر کرتی ہیں، ان کے لباس کی خوبصورتی بیان کرتی ہیں،ان کے حسن وجمال کا ذکر کرتی ہیں،اگرکوئی عورت اپنے شوہر

کے سامنے کسی اجنبی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرے اور اس کی خوبصورتی بیان کرنے لگے تو مرد چشمِ تصور سے اسے دیکھنے لگتا ہے، یہاں بھی فتنہ کا امکان رہتا ہے جس طرح براہ راست آنکھ سے دیکھنے میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقاریب کے موقع پر اور ملاقات کے وقت ہونے والی اس برائی سے روکا اور شوہر کے سامنے کسی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرنے والی عورت کو دوسری عورت سے ملنے کی ہی ممانعت فرمادی۔

جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِی وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّمَا يَنْظُرُ اِلَيْهَا.

حضرت ابو وائل، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت کسی دوسری عورت سے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے اس کے محاسن کا یوں ذکر کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔

(جامع ترمذی ، فی کراھیة مباشرة الرجال الرجال ،حدیث نمبر:2716)

۞ گانا بجانا غیر اسلامی طریقہ ۞

حضرات! آج مسلمان ناچ گانے کو تقریب کا بنیادی حصہ سمجھ رہے ہیں، بطور خاص نکاح کی تقریب میں گانا بجانا، معمول بن چکا ہے، مسلمانوں کی غیرت ایمانی وحمیت اسلامی اس قدر ناپید ہوچکی ہے کہ فرائض اسلامیہ: زکوۃ وحج کی ادائی کے سلسلہ میں پس وپیش کیا جارہا ہے اور تقاریب میں اسراف اور حرام کاموں کے لئے بے دریغ

مال لٹایا جارہا ہے، کیا شادی بیاہ کے موقع پر ناچنا، گانا، بجانا، رقص وسرود کی محفلیں سجانا اسلامی عمل ہے؟ کیا آر کے اسٹرا (RK Stra) کو بلاکر حیا کی چادر کوتار تار کرنا دینی کام ہے؟ کیا مئے نوشی، آتش بازی کے ذریعہ دوسروں کے چین وسکون میں خلل ڈالنا مسلمان کا شیوہ ہے؟۔

یہ اہل اسلام کا شیوہ نہیں ہوسکتا' یہ اہل ایمان کا شعار نہیں ہوسکتا، اسلام سے وابستگی اور ایمان کی تابندگی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان تقاریب میں ان منکرات سے پرہیز کریں، خوشی وغم کے موقع پر ان گناہوں سے اجتناب کریں زندگی کے ہر نشیب وفراز میں ان مذموم حرکتوں سے باز رہیں۔

گانے بجانے کی حرمت سے متعلق امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث پاک منقول ہے:

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع.	سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گانا بجانا دل میں نفاق کواُگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کواُگاتا ہے۔

(شعب الایمان، حدیث نمبر:5100)

گانے کی ممانعت کے باوجود آدمی اس کا ارتکاب کرتا ہے، یہ عمل ہی اس کے نفاق میں مبتلا ہونے کی علامت ہے، اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عبادت میں لذت نہیں آتی اور ذکر میں حلاوت نہیں رہتی، گانے بجانے والے کے کندھوں پر شیاطین رقص کرتے

ہیں جیسا کہ تفسیرات احمدیہ ص400 میں حدیث پاک ہے:

وقال النبی صلی الله علیه وسلم ما من رجل یرفع صوته بالغناء الا بعث الله علیه شیطانین احدهما علی هذا المنکب والاخر علی هذا المنکب ولا یزالان یضربان بارجلهما حتی یکون هو الذی یسکت.	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی شخص گانے کے ذریعہ اپنی آواز کو بلند کرے اللہ تعالی اس پر دو شیطانوں کو مسلط فرما دیتا ہے، ان میں سے ایک اس کاندھے پر اور دوسرا اس کاندھے پر ہوتا ہے اور دونوں مسلسل اپنے پیروں سے مارتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ یہ شخص ہی خاموش ہو جائے۔ (تفسیرات احمدیه، ص:400)

جبکہ ناچنے والے مسلمان شخص کو نہ صرف اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے بلکہ وہ اس معبود حقیقی پر ایمان رکھتا ہے، شیطان جس کا کھلا دشمن ہے، اس دین کا ماننے والا ہے، شیطان جس سے روکتا ہے، اہل ایمان کے لئے رحمت کا وعدہ ہے اور شیطان کے لئے ابدی لعنت کی وعید اور ہمیشہ کی پھٹکار ہے، کیا یہ دانشمندی کا قرینہ ہے کہ مسلمان شخص گانے بجانے کا ارتکاب کرے اور دو شیطان اس کے کندھوں پر اپنے پیروں سے مارتے رہیں؟

درمختار، ج5، کتاب الحظر والإباحة، ص542، میں ہے:

ان الملاهی کلها حرام. تمام قسم کے لہو ولعب حرام ہیں۔

گانا بجانا' سرپرستوں کی سرپرستی پر سوالیہ نشان

برادران اسلام! جب اولاد غلطی کرتی ہے تو سرپرست ان کی اصلاح کرتے

ہیں لیکن آج یہ المیہ ہے کہ نوجوان ناچ گانے میں مصروف ہیں تو والدین اور سرپرست انہیں منع کرنے کے بجائے خوش ہوکر نوٹ لٹا رہے ہیں۔ سماج سے اس بدترین خصلت مٹانا ضروری ہے۔

نکاح کو تقدس حاصل ہے، وہ ایک جہت سے عبادت بھی ہے، اسی لئے اس میں خطبہ مقرر کیا گیا، نکاح کے موقع پر خطبہ کا مقرر کیا جانا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا احترام کیا جائے، اس کی وجہ سے دل میں خوف وخشیت پیدا ہو اور نکاح کے بعد والی زندگی تقوی وپرہیزگاری کے ساتھ گزرے، اہل اسلام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ نکاح کے موقع پر اور دیگر تقاریب میں گانے بجانے اور تمام خرافات وباطل رسومات سے احتراز کریں۔

اسلام ایک شائستہ مذہب ہے، جو ہر مسلمان کو باوقار اور باحیاء رہنے کی تعلیم دیتا ہے، لہذا ہماری ہر تقریب گناہ سے پاک اور سنت کے موافق ہونی چاہئے۔

❁ اسکول اور کالج کے فنکشن میں گانا بجانا ❁

حضرات! اسکول اور کالج جہاں نئی نسل تربیت پاتی ہے وہاں کے انتظامیہ کی جانب سے سالانہ فنکشن ہوتا ہے، 15/اگسٹ یوم آزادی ہند کے موقع پر یا 26 جنوری' یوم جمہوریہ ہند کے موقع پر فنکشن ہوتا ہے تو ٹیچرس بچوں کو ناچ گانے کے لئے پراکٹس کرواتے ہیں، آلات لہو بجانے کی تربیت کرتے ہیں، جہاں سے اخلاق عالیہ کی ترتیب ہونی چاہئے، بچوں کو وہیں گناہ کا کام سکھایا جائے تو اخلاق کی تربیت کے لئے کونسا مقام ہوگا؟

اسکول وکالج میں طلبہ کو اس بات کی چھوٹ دی جاتی ہے کہ وہ مختلف دنوں میں تقاریب کا اہتمام کریں، جیسے: یوم اساتذہ (Teachers' day) یوم طلبہ

(Students'day) استقبالیہ تقریب (freshers' day) وداعی تقریب (farewell day)وغیرہ۔

اس کے بارے میں ضرور غور کیا جانا چاہئے ! سادہ ذہن طلبہ وطالبات اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں کے ساتھ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم پر اس طرح ظلم نہ کیا جائے۔

اسکول وکالج کے انتظامیہ کو اپنے فنکشن میں ناچ گانے سے خالی اور منکرات سے پاک ومبّرا پروگرام رکھنا چاہئے ، اگر کہیں ناچ گانے والے پروگرام ہوں تو مدعو حضرات، والدین وسرپرست کو شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

اس کی وجہ سے منتظمین کی بھی اصلاح ہوگی ، ہاں ایسے پروگرامس جن میں ناچ گانا شامل نہ ہو اور تعلیمی مظاہرے پیش کئے جائیں تو ان میں شرکت کی جاسکتی ہے۔شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ، بلکہ سرپرست حضرات واولیاء طلبہ تعلیمی مظاہرے کے وقت موجود ہوں تو طلبہ کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہونے کے ساتھ ساتھ انکی مزید ہمت افزائی ہوتی ہے۔

۞ کالج میں اجنبی لڑکے سے تعلق رکھنا ؟ ۞

برادران اسلام !لڑکیاں کالج جاتی ہیں ، کالج جاکر واپس گھر لوٹنے تک کئی ایک مرتبہ لڑکیاں اجنبی لڑکوں کا سامنا کرتی ہیں ، بار بار ملاقات کی وجہ ایک دوسرے سے مانوس ہونے لگتی ہیں ، یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن گھر والوں کو پتہ نہیں چلتا۔ جبکہ مسلمان خاتون کے لئے اجنبی مرد کو دیکھنا شرعًا جائز نہیں ، اس سے متعلق احادیث شریفہ میں وعیدیں وارد ہیں ، اجنبی مرد وعورت جب اکیلے وتنہا ملاقات کریں تو وہاں تیسرا شیطان رہتا ہے جو ان دونوں کو برائی پر ابھارتا ہے اور برائی کو بہترین شکل وصورت میں لاتا ہے،

امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے :

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْخَلْوَةَ بِالنِّسَاءِ، وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ، مَا خَلا رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ إِلا دَخَلَ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمَا.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خواتین کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے بچو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی آدمی کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہیں کرتا مگر ان دونوں کے درمیان شیطان آجاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:7736)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان لڑکی کا اجنبی لڑکے سے تعلق رکھنا اللہ تعالی کے غضب کا سبب بنتا ہے اور اس کے قہر کا موجب ہوجاتا ہے، والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی لڑکیوں کو ایسے کالج میں تعلیم دلوائیں' جہاں پردہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، لڑکا اور لڑکی کا میل ملاپ نہ ہوتا ہو' اس کے ساتھ ساتھ شخصی طور پر ان کی نگرانی کریں، اُن پر نظر رکھیں، اگر تربیت میں کوتاہی کی جائے گی اور اولاد میں بگاڑ پیدا ہوگا تو والدین بھی اللہ تعالی کے پاس قابل گرفت ہوتے ہیں، بطورِ خاص ان لڑکیوں اور لڑکوں کو یہ تصور رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے، وہ ہماری ہر حرکت سے باخبر ہے اور غلطی پر گرفت کرے گا اور سخت ترین عذاب دے گا۔

❁ لَوْ میرج کا حکم ❁

برادرانِ اسلام! کالج کے ماحول میں اور ملازمت کے موقع پر اجنبی لڑکا' لڑکی

کے تعلقات ہو رہے ہیں، وہ ایک دوسرے سے میل ملاپ کرتے ہیں۔

اجنبی لڑکا لڑکی کے ناجائز تعلقات کا یہ معاملہ محض گفتگو کی حد تک نہیں رہتا بلکہ یہ لڑکا' لڑکی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں، ایک دوسرے کو چھوتے اور مس کرتے ہیں؛ جبکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اعضاء کا زنا قرار دیا، جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

حَدَّثَنَا شَدَّادُ بن سَعِيدٍ الرَّاسِبِيُّ، قَالَ :سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بن الشِّخِّيرِ، يَقُولُ :سَمِعْتُ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لا تَحِلُّ لَهُ.

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر: 16880۔ کنز العمال، کتاب الحدود، الفصل الثانی :فی التسامح والاغضاء فی الحدود، حدیث نمبر13065)

اجنبی لڑکی کو چھونا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ کسی شخص کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے تو جس قدر تکلیف ہوتی ہے، اجنبی لڑکی کو چھونے سے اس سے زیادہ تکلیف دہ عذاب دیا جائے گا، جب اُس شخص کو عذاب دیا جائے تو وہ سر میں لوہے کی سوئی چبھودئے جانے کی تکلیف کو بھی ہلکی اور اس کے لئے بہتر سمجھے گا۔

❁ دوستی (Friendship) کے نام پر جنسی تعلق ❁

حضرات ! اجنبی لڑکے اور لڑکیاں دوستی کے بہانہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں، اور اس کی انتہاء نعوذ باللہ من ذلک ناجائز جنسی تعلقات پر ہوتی ہے، نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا آپس میں جنسی تعلقات رکھنا، سخت ناجائز وشدید حرام ہے، دوستی کے نام پر قوانین اسلامیہ واحکام شرعیہ کے حدود کو نہیں توڑا جا سکتا، جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا.	اور یقیناً وہ شخص نامراد ہوا جس نے تھوڑا بھی ظلم کیا ہو۔

(سورۂ طٰہٰ، آیت: 111)

ناجائز طور پر جنسی تعلقات بدکاری وزنا ہے اور ایمان والا زنا کیسے کر سکتا ہے، اگر کوئی شخص اس برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر معلق رہ جاتا ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث پاک ہے :

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَزْنِی الزَّانِی حِينَ يَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلاَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلاَ يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جب کوئی زانی زنا کر رہا ہوتا ہے تو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔ جب کوئی شراب پیتا ہے تو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا اور جب کوئی چوری کرتا ہے تو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری ، کتاب الجمعة ،باب من انتظرحتی تدفن ، حدیث نمبر: 2475 ۔
صحیح مسلم ، کتاب الایمان ،باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ،حدیث نمبر:211)

زنا کاری کے مفاسد اور اس کی قباحت وشناعت کو ظاہر کرتے ہوئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا، ارشاد فرمایا:

ما من ذنب بعد الشرک أعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لا یحل له.	شرک کے بعد کوئی گناہ اللہ کے پاس اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں جس کو کوئی شخص کسی ایسے رحم میں رکھے جو شرعاً اس کے لئے حلال نہ تھا۔

(جامع الاحادیث للسیوطی ، حرف المیم،حدیث نمبر:20456)

❁ نکاح سے قبل باہمی تعلق ،مغربی دنیا اور اسلامی قانون ❁

حضرات ! نکاح سے قبل آپسی رضامندی کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی تائید میں مغربی دنیا کہتی ہے کہ شادی سے قبل تعلقات رکھے جائیں ،ربط وضبط بڑھایا جائے کیونکہ کثرت ملاقات کی وجہ سے ایک دوسرے کی طبیعت اور عادات واطوار سے واقفیت ہوتی ہے، ایک دوسرے کی معرفت اور مزاج شناسی کا موقع ملتا ہے، یہ محض دھوکہ ہے۔

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور!
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

(علامہ اقبالؒ)

دنیا جانتی ہے کہ مغربی دنیا کے اس حیاسوز دعوے کے کیسے سنگین نتائج برآمد

ہورہے ہیں، آپسی ناجائز تعلقات کی وجہ سے کئی عورتیں حاملہ ہوتی ہیں پھر سماج اور سرپرستوں کے خوف سے وہ اسقاط حمل کرواتی ہیں۔

آج معاشرہ میں بے حیائی اس قدر عام ہوچکی ہے کہ ناجائز تعلقات کو آزادی کے نام پر جائز قرار دیا جارہا ہے۔

ماہرین جنسیات کا کہنا ہے کہ آج پورے معاشرہ میں تمام جنسی طریقوں کے تئیں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اس کے باوجود زنا' لواطت یا کسی بھی ناجائز جنسی تعلق کے سلسلہ میں ندامت وشرمندگی کا احساس نہیں، یہ بات معاشرہ کے ہر فرد کے لئے باعث فکر ہے، معاشرہ اس وقت بدل سکتا ہے جب معاشرہ کے افراد میں انقلاب پیدا ہو۔

❁ ہم جنس پرستی بے حیائی کی انتہاء ❁

برادران اسلام ! فطری طور پر مردعورت کے درمیان جائز طور پر تعلق قائم کرنے کیلئے انسانیت میں جو طریقہ ہے وہ طریقۂ نکاح ہی ہے، اس کے لئے نکاح کی تقریب ہوا کرتی ہے لیکن اس وقت اور اس مقام پر انسانیت سسکنے لگی، جب مرد، مرد ہی سے جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے تقریب کرنے لگا، عورت، عورت ہی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی غرض سے خوشی منانے لگی، ہم جنسی تعلق کی یہ وحشیانہ حرکت انسانی کردار پر کاری ضرب ہے۔

سماجی خرابیوں اور اخلاقی برائیوں میں ہم جنس پرستی سے بڑھ کر کوئی خرابی اور برائی نہیں، معاشرہ کو پاکیزہ اقدار عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو اس اخلاق سوز خصلت سے بچانے کے لئے اس پر سخت ترین وعید بیان فرمائی ہے، مسند امام احمد میں حدیث شریف ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ...... وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ.	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:......اور اللہ تعالی اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، اللہ تعالی اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، اللہ تعالی اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے۔ (آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا۔)

(مسند الامام احمد، حدیث نمبر:2677)

ہم جنس پرستی جیسی ملعون و مذموم حرکت بلا شبہ انسانیت کو بربادی کی طرف لے جارہی ہے' ایسے وقت جبکہ دنیا ایڈز جیسے مہلک مرض سے دوچار ہے جو خطا کاروں کے ساتھ دوسروں کو بھی نگل رہا ہے' ہم جنس پرستی کو جواز کے دائرہ میں لانا' ایڈز اور اس جیسے جان لیوا امراض کو بڑھاوا دینا ہے۔

صرف اس تصور سے انسانیت دم بخود ہوجاتی ہے کہ آزادی کے نام پر جب مرد' مرد اور عورت' عورت کی شادی ہوتی ہے، تو نئی نسل کیسے باقی رہے گی؟ جبکہ قوم وملک کا مستقبل انہی سے وابستہ ہے۔

اگر فطرت کے ساتھ کی گئی اس بغاوت اور سنگین جرم کو بڑھاوا دیا جائے تو سماج میں نت نئے مسائل پیدا ہوں گے وہ معاشرہ کی بنیادوں کو ہلاکر برباد کردیں گے۔ مختلف علاقوں میں اس شیطانی فعل کی حمایت کی جارہی ہے اور اُسے آزاد خیالی وتہذیب کا نام دیا جارہا ہے اور ترقی پسندانہ اقدام قرار دیا جارہا ہے۔

صد افسوس کہ جو عمل حیوانیت میں شمار کیا جاتا ہے، جو تہذیب پر بدنما داغ ہے اس کو تہذیب اور ترقی کہا جائے تو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اخلاقی پستی وزوال کا کیا مفہوم ہوگا؟ صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل اور نسل انسانی کی افزائش وبقا کے لئے اس بدترین جرم کی بیخ کنی کرنا فطرت سلیمہ رکھنے والے کی ذمہ داری ہے۔

حیاء ایمان کی ایک عظیم شاخ

یہ ایک حقیقت ہے کہ "حیاء" انسانیت اور حیوانیت کے درمیان حد فاصل ہے انسان اپنے مقام ومرتبہ کو سمجھے اور درجۂ انسانیت سے نیچے والی صفات اختیار نہ کرے۔

ارشاد نبوی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک پچھلی نبوت کے کلام کا حصہ جو لوگوں کو ملا اس سے یہ ہے کہ جب تم حیا نہیں کرتے تو جو چاہو کرلو۔

(صحیح البخاری، باب اذالم تستحی فاصنع ماشئت، حدیث نمبر:6120)

تمام لوگوں کی بحیثیت انسان اور تمام اہل اسلام کی بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ بدنظری وبدنگاہی سے اجتناب کریں، شادی سے پہلے میل ملاپ وتعلقات سے پرہیز کریں، سانچق اور دیگر تقاریب کے خلاف شریعت رواج سے اپنے آپ کو بچائیں، خواتین شوہر کے سامنے اجنبی خواتین کی خوبصورتی بیان نہ کریں، تقریب نکاح اور دیگر تقاریب میں ناچ، گانا جیسی حرکتوں سے گریز کریں، اسکول وکالج کے فنکشنس میں اخلاقی اقدار کو ملحوظ

رکھیں، بے حیائی والی ہر حرکت اور کردار کو داغدار کرنے والے ہر عمل سے بچتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اخلاق عظیمہ کا پیکر بنایا اور تعلیمات کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور وقت آخیر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ بروز محشر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

کلامِ شیخ الاسلام بانیٔ جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ

وصلِ یار کی کس کو آرزو نہیں آتی
ہیں طلب میں ہم لیکن جستجو نہیں آتی

جنگ جو ہے بُرّاں ہے دستِ یار میں شمشیر
پر یہ عیب ہے چلکر تا گلو نہیں آتی

غیریت کا پردہ ہے پھر گلے ملیں کیونکر
تیغ بھی تو قاتل کی تاگلو نہیں آتی

رنگ تیرا ہی ظاہر گلشن جہاں میں ہے
کونسا ہے گل جسمیں تیری بو نہیں آتی

خوش بیانیاں ساری غائبانہ آتی ہیں
ایک بات بھی لب تک روبرو نہیں آتی

یوں تو ہے زباں انور بات ہی کے کہنے کو
پر زبان پر دل کی گفتگو نہیں آتی

نوٹ : خطبۂ اولی کیلئے ہر جمعہ کی مناسبت سے سابقہ بیانات میں درج کردہ احادیث شریفہ منتخب فرمالیں، سہولت کی خاطر ان پر بھی اعراب لگادیئے گئے ہیں۔

﴿......خطبۂ ثانیہ برائے جمعہ وعیدین......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا کَمَا اَمَرْ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اِرْغَامًا لِمَنْ جَحَدَ بِہٖ وَکَفَرْ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرْ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مَصَابِیْحِ الْغُرَرْ.

اَمَّا بَعْد!

فَیَاعِبَادَ اللّٰہِ! اِتَّقُوْا اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْ سَمَاعِ اللَّغْوِ وَفُضُوْلِ الْخَبَرْ، وَانْتَھُوْا عَمَّا نَھَاکُمْ عَنْہُ وَزَجَرْ، حَافِظُوْا عَلَی الطَّاعَۃْ، وَحُضُوْرِ الْجُمَعِ وَالْجَمَاعَۃْ.وَاعْلَمُوْا! اَنَّ اللّٰہَ اَمَرَکُمْ بِأَمْرٍ بَدَأَ فِیْہِ بِنَفْسِہٖ، وَثَنّٰی بِمَلَائِکَتِہِ الْمُسَبِّحَۃِ لِقُدْسِہٖ، وَثَلَّثَ بِکُمْ اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ بَرِیَّۃِ جِنِّہٖ وَاِنْسِہٖ، فَقَالَ تَعَالٰی فِیْ شَأنِ نَبِیِّنَا مُخْبِرًا وَاٰمِرًا؛

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا؛اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْقَلْبِ وَقُرَّةِ الْعَيْنْ وَعَلَى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ. فَيَا اَيُّهَا الرَّاجُوْنَ مِنْهُ شَفَاعَةً صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا؛اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْحَرَمَيْنِ وَصَاحِبِ الْهِجْرَتَيْنْ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ.فَيَاايُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ اِلٰى رُؤْيَا جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا؛

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ، لَا سِيَّمَا صَاحِبِ الْغَارِ وَالرَّفِيْقْ، اَفْضَلِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ بِالتَّحْقِيْقْ، اَلسَّابِقِ إِلَى الْإِيْمَانِ وَ التَّصْدِيْقْ، اَلْمُؤَيَّدِ مِنَ اللّٰهِ بِالتَّوْفِيْقْ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقْ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.وَعَلَى الزَّاهِدِ الْاَوَّابْ، اَلنَّاطِقِ بِالصِّدْقِ وَالصَّوَابْ، مُزَيِّنِ الْمَسْجِدِ وَالْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابْ، اَلْمُوَافِقِ رَأْيُهٗ لِلْوَحْيِ وَالْكِتَابْ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدُ

اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِىْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْاٰنِ، كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْإِيْمَانِ، ذِى النُّوْرَيْنِ وَالْبُرْهَانِ، مَنِ اسْتَحْيَتْ مِنْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمٰنِ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ، مَظْهَرِ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ، اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ، كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. وَعَلٰى ابْنَيْهِ الْكَرِيْمَيْنِ، اَلسِّبْطَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ، اَلطَّيِّبَيْنِ الطَّاهِرَيْنِ، اَلْإِمَامَيْنِ الْهُمَامَيْنِ؛ سَيِّدَيْنَا اَبِىْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنِ، رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، سَيِّدَتِنَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. وَعَلَى جَمِيْعِ الْاَزْوَاجِ الْمُطَهَّرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْبَنَاتِ الطَّيِّبَاتِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ اَجْمَعِيْنَ. وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْمُعَظَّمَيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ، اَلْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الدَّنَسِ وَالْاَرْجَاسِ، سَيِّدَيْنَا اَبِىْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ وَاَبِى الْفَضْلِ

الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. وَعَلَى السِّتَّةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةُ، وَالَّذِيْنَ بَايَعُوْهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابٰى وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارُ ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارُ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاَعْلِ كَلِمَةَ الْحَقِّ وَالدِّيْنَ، اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاخْذُلِ الْكَفَرَةَ وَالْمُبْتَدِعَةَ وَالْمُشْرِكِيْنَ، اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَ اَعْدَاءِ الدِّيْنَ، وَمَزِّقْ جَمْعَهُمْ يَا مُبِيْدَ الظَّالِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ دِيَارَهُمْ، وَزَلْزِلِ الْاَرْضَ مِنْ تَحْتِ اَقْدَامِهِمْ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامُ. اَللّٰهُمَّ كُنْ لَّنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا، وَانْصُرْنَا وَلَاتَنْصُرْ عَلَيْنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيْنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاغَايَةَ رَغْبَتِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّا يَخَافُكَ فِيْنَا وَلَا يَرْحَمُنَا، يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ. وَاكْتُبِ اللّٰهُمَّ السِّتْرَ وَالسَّلَامَةَ وَالْعَافِيَةَ عَلَيْنَا وَعَلٰى عَبِيْدِكَ الْحُجَّاجِ وَالْغُزَاةِ وَالْمُقِيْمِيْنَ وَالْمُسَافِرِيْنَ، فِيْ بَرِّكَ وَبَحْرِكَ

وَجَوِّکَ مِنْ اُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِيْنَ. اَللّٰهُمَّ حَرِّرِ الْمَسْجِدَ الْبَابَرِیّ وَالْمُقَدَّسَاتِ الْاِسْلَامِيَّةَ مِنْ اَيْدِیْ الظَّالِمِيْنَ الْمُعْتَدِيْنَ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَلِمَشَائِخِنَا وَلِمَنْ لَهٗ حَقٌّ عَلَيْنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِالدُّعَاءِ، وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، رَبَّنَا اِنَّکَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُجِيْبُ الدَّعْوَاتِ، بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ.

اُذْكُرُوْا اللّٰهَ تَعَالٰى يَذْكُرْكُمْ، وَادْعُوْهُ عَلٰى نِعَمِهٖ يَسْتَجِبْ لَكُمْ، وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَ اَوْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَهَمُّ وَاَتَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ.

خطبۂ نکاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْـحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُـرُوْرِ اَنْـفُسِـنَـا وَ مِـنْ سَیِّـئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَـلَا مُـضِـلَّ لَـہٗ وَ مَـنْ یُّضْلِلْہُ فَـلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ . مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُـوْلَـہٗ فَـقَـدْ رَشَدَ وَ مَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا .

اَمَّابَعْدُ!

فـاَعُـوْذُ بِـاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَـلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَّنِسَآءًط وَ اتَّقُوْ اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً .وَقَـالَ تَـعَـالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَرْ: یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ

تــُقٰـتِـهٖ وَ لَا تَمُوْ تُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ . وَقَالَ تَعَالٰى فِىْ مَقَامٍ آخَـرُ : يٰٓـــاَيُّهَـاالَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا 0يُّـصْلِحُ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا .

قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : " اَلنِّكَاحُ مِنْ سُـنَّتِـىْ " وَ قَـالَ عَـلَيْهِ الصَلٰوةُ وَالسَّلَامُ " فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَـلَيْسَ مِنِّى " وَ قَالَ عَلَيْهِ الصَلٰوةُ وَالسَّلَام : " تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْـوَلُـوْدَ ‘فَـاِنِّـىْ اُبَـاهِـىْ بِـكُـمُ الْاُمَـمَ " . وَ قَـالَ عَلَيْـهِ الصَلٰوةُ وَالسَّلَام " اَلـدُّنْيَـا كُـلُّهَـا مَتَـا عٌ وَ خَيْـرُ مَتَـا عِ الدُّنْيَـا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ " .

وَ نَسْـأَلُ الـلّٰـهَ تَـعَـالٰـى اَنْ يَّـجْعَلَنَا مِمَّنْ يُّطِيْعُه‘ وَ يُطِيْعُ رَسُـوْلَه‘ وَ يَتَّبِعُ رِضْوَانَه‘ وَ يَجْتَنِبُ سَخَطَه‘ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِهٖ وَ لَهٗ . وَصَـلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلـٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ وَ عَـلـٰى اٰلِـهٖ وَ اَصْـحَـابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّاتِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْرًا .

﴿دُعاء نکاح﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمٰتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ. جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيْرًا طَيِّبًا .

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَسَيِّدَتِنَا حَوَّاءَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَسَيِّدَتِنَا سَارَةَ وَسَيِّدَتِنَا هَاجَرَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا يُوْسُفَ وَسَيِّدَتِنَا زُلَيْخَا عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا مُوْسٰى وَسَيِّدَتِنَا صَفُوْرَآءَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا سُلَیْمَانَ وَسَیِّدَتِنَا بِلْقِیْسَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیِّدَتِنَا خَدِیْجَۃَ الْکُبْرٰی وَسَیِّدَتِنَا عَائِشَۃَ الصِّدِّیْقَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا.وَسَائِرِالاَزْوَاجِ الْمُطَھَّرَاتِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْن رَضِیَ اَللّٰہُ عَنْھُنَّ اَجْمَعِیْنْ

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی وَسَیِّدَتِنَا فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِلْحَاضِرِیْنَ وَلِاَھْلِ ھٰذَا الْمَجْلِسِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ . آمِیْنْ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ.

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

خطبۂ عید الفطر

نوٹ: عید کے دونوں خطبوں کا آغاز ''تکبیر'' - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - سے کرنا مسنون ہے۔ خطبہ اولیٰ کے پہلے نو ﴿9﴾ مرتبہ ''اَللّٰـہُ اَکْبَرُ'' کہا جائے اور خطبہ ثانیہ کے پہلے سات ﴿7﴾ مرتبہ۔ نیز خطبہ ثانیہ ختم کرکے منبر سے اترنے سے پہلے بھی چودہ ﴿14﴾ مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنا سنت ہے۔

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ''

اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ الْجَلِيْلِ الْاَكْبَرُ، اَلَّذِیْ لَا رَآدَّ لِمَا قَدَرُ، وَلَا دَافِعَ لِـمَا اَرَادَ مِنْ نَفْعٍ اَوْضَرَرُ ، خَالِقِ الْجِنِّ وَالْبَشَرُ ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا مَلْجَأً مِنْ دُوْنِـهٖ وَلَا مَـفَرّ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُـوْلُـهٗ وَصَـفِيُّـهٗ وَخَلِيْلُهٗ ، لُبُّ الْخَوَاصِّ وَسَيِّدُ الْبَشَرُ، بَعَثَهُ اللّٰـهُ نَبِيًّـا وَّرَسُـوْلًا، وَاصْـطَـفَـاهُ حَبِيْبًـا طَاهِرًا عَرَبِيًّا ،صَاحِبُ الْـمَـجْـدِ الْاَظْهَـرُ، وَالْجَدِّ الْاَطْهَرُ، وَالْجَبِيْنِ الْاَ زْهَرُ ، وَخُصَّ بِالشَّفَاعَةِ الْعُظْمٰى يَوْمَ الْمَحْشَرُ .

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنُ! اِعْلَمُوْا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمُ، وَ عِیْدٌ مُبَارَکٌ کَرِیْمُ ، یَوْمُ الْعِیْدِ وَیَوْمُ الْوَعِیْدُ ، عِیْدٌ لِّلَابْرَارِ وَ وَعِیْدٌ لِلْفُجَّارُ .

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ شَرِبَ وَاَکَلُ؛ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ الْعَمَلُ، لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِیْدُ ؛ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ یَوْمَ الْوَعِیْدُ ، لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ تَبَخَّرَ بِالْعُوْدُ ؛ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ تَابَ وَلَا یَعُوْدُ، لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ نَصَبَ الْقُدُوْرُ؛ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ سَعِدَ بِالْمَقْدُوْرُ، لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا ؛ اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ تَرَکَ الْخَطَایَا.

فَتَنَبَّھُوْا عِبَادَ اللّٰہُ ! وَتَذَکَّرُوْا الْمَوْتُ .

وَاعْلَمُوْا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ مُوَقَّرُ، وَ عِیْدٌ کَرِیْمٌ مُنَوَّرُ، جَزَی اللّٰہُ فِیْہِ الْاَجْرَ لِلصَّائِمِیْنَ وَاَکْثَرُ، وَافْتَتَحَ بِہٖ شَھْرَ الْحَجِّ اِلٰی الْبَیْتِ الْمُطَھَّرُ ، فَاحْمَدُوْا رَبَّکُمْ عَلٰی اِسْتِکْمَالِ صَوْمِکُمْ وَکَبِّرُوْہُ کَمَا اَمَرُ، وَانْفِقُوْا مِنْ خَالِصِ الْاَمْوَالُ ، وَاَطْیَبِ الْکَسْبِ الْحَلَالُ ، فَاللّٰہُ فِیْہِ اَمَرَ الْفِطْرَۃَ عَنْ جَمِیْعِ

الْعِيَالِ وَالْاَطْفَالْ، وَالْبَالِغِيْنَ وَالْاَرِقَّاءِ وَالْاِنَاثِ وَالذُّكُوْرِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْعَدَدِ، صَاعٌ بِصَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ خَمْسُ اَرْطَالٍ وَثُلُثُ رِطْلٍ مِنْ غَالِبِ مَا يَكْتَالُوْنَ فِي الْبَلَدِ وَيُدَّخَرُ، اِقْتِدَاءً بِسَيِّدِ الْبَشَرْ.

وَاِخْرَاجُهَا قَبْلَ صَلٰوةِ الْعِيْدِ اَزْكٰى وَاَطْهَرْ، وَمَنْ لَّمْ يُخْرِجْهَا فَلْيُخْرِجْهَا فِيْ بَقِيَّةِ هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا تُؤَخَّرْ، تَقْرِيْبًا اِلٰى رَبِّكُمْ وَتَمْحِيْصًا لِذُنُوْبِكُمْ .

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ ذَاكِرٌ لِمَنْ ذَكَرْ ، وَشَاكِرٌ لِمَنْ شَكَرْ.

وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَزَلْ صَوْمُكُمْ مُعَلَّقًا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلٰى اَنَّ اَحَدَكُمْ يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ صَوْمِهٖ، كَمَا جَاءَ فِي الْخَبَرْ. وَعَلَيْكُمْ بِصِيَامِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالْ ، مُتَوَالِيَةً وَغَيْرَ مُتَوَالِيَةٍ .

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَهٗ بِسِتَّةٍ مِّنْ شَوَّالٍ فَكَاَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ.

وَزَيِّنُوْا بَوَاطِنَكُمْ بِالتَّوْبَةِ كَمَا زَيَّنْتُمْ ظَوَاهِرَكُمْ بِالْمَلَابِسْ . وَتَذَكَّرُوْا بِاجْتِمَاعِكُمْ هٰذَا يَوْمَ الْمَحْشَرْ.وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ .

بَارَكَ اللّٰهُ ، بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمْ ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمْ ، اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَحِيْمْ وَ رَبٌّ غَفُوْرٌ حَلِيْمْ.

خطبۂ ثانیہ 1277 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ عید الاضحیٰ

نوٹ: عید کے دونوں خطبوں کا آغاز "تکبیر"-اَللّٰهُ اَكْبَرُ - سے کرنا مسنون ہے۔ خطبہ اولی کے پہلے نو ﴿9﴾ مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہا جائے اور خطبہ ثانیہ کے پہلے سات ﴿7﴾ مرتبہ۔ نیز خطبہ ثانیہ ختم کر کے منبر سے اترنے سے پہلے بھی چودہ ﴿14﴾ مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہنا سنت ہے۔

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ"

اَلحَمْدُ لِلّٰهِ الْجَلِيْلِ الْاَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. فَرَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا عَظَّمَ اللّٰهَ وَكَبَّرُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ؛ اَلَّذِىْ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْئٍ وَقتًا وَّاَجَلًا قَدَّرُ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَفْضَلُ مَنْ شَيَّدَ اَرْكَانَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ بِالْحَجِّ وَعَمَّرْ ، وَاَحَلَّ مَنْ عَيَّدَ وَنَحَرَ وَكَبَّرْ.

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ

الـرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْـكَـوْثَرَ . فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ . اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

يَـا مَـعْشَـرَ الْـمُسْلِمِيْنْ!وَاعْـلَـمُـوْا اَنَّ يَـوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ شَـرِيْفٌ ، وَعِيْـدٌ مُّبَـارَكٌ مُّـنِيْفٌ ، شَرَّفَهُ اللّٰهُ وَعَظَّمَهُ وَ فَضَّلَهُ وَاحْتَـرَمَهُ . فَسُبْحَانَ مَنْ اَوْضَحَ لَنَا السَّبِيْلُ ، وَخَصَّ اُمَّةَ حَبِيْبِهٖ صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِـالْـغُـرَّـةِ وَالتَّحْجِيْلُ ، وَامْتَحَنَ نَبِيَّهٗ اِبْـرَاهِيْـمَ الْـخَـلِيْـلَ بِـذَبْـحِ وَلَـدِهٖ اِسْمٰعِيْلُ . اَمَرَهٗ بِذَالِكَ فِي الْـمَـنَـامِ رُؤْيَا حَقٍّ لَا اَضْغَاثُ اَحْلَامُ ، فَقَالَ مُصَرِّحًا وَّمُخْبِرًا يَا بُـنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ، قَالَ : يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ، سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ .

’’مَـا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْـرَاقِ الـدَّمِ ، إِنَّهَـا لَتَـأْتِـى يَـوْمَ الْـقِيَـامَةِ بِـقُـرُوْنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَـا ، وَإِنَّ الـدَّمَ لَيَـقَـعُ مِـنَ الـلّٰـهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ ، فَـطِيبُـوا بِهَـا نَفْسًا.‘‘ كَمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَخْبَرَ بِذَالِکَ وَاَمَرَ.

وَرَوَى الشَّيْخَانِ فِىْ صَحِيْحَيْهِمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ الشَّرِيْفَةِ وَاضِعًا عَلٰى صِفَاحِهِمَا قَدَمَهُ الشَّرِيْفَهُ ، فَلَمَّا ذَبَحَ الْاَوَّلَ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْکَ وَلَکَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ ، ثُمَّ ذَبَحَ الثَّانِیَ وَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا عَمَّنْ شَهِدَنِیْ بِالْبَلاغِ وَشَهِدَتِ الْمَلائِكَةُ لَهُ بِالتَّصْدِيْقِ وَلَقِیَ اللّٰهَ لَا يُشْرِکُ بِهٖ شَيْئًا .

وَرَوَى الطَّبَرَانِیُّ فِی الْكَبِيْرِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ :مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

فَتَقَرَّبُوْا عِبَادَ اللّٰهِ فِی هٰذَا الْيَوْمِ بِضَحَايَاكُمْ ، وَاجْعَلُوْهَا مِنْ اَطْيَبِ ذَخَائِرِكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ؛ فَاِنَّهَا بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ مَطَايَاكُمْ .

اَدُّوْا الْـفَـرَائِـضَ وَالْـحُـقُوْقَ ! وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ ذَاكِرٌ لِمَنْ ذَكَرَ ، وَشَاكِرٌ لِمَنْ شَكَرَ. اَعَادَ اللّٰهُ عَلَيْنَا بَرَكَةَ هٰذَا الْعِيْدِ ، وَاٰمَنَنَا مِنْ سُوْءِ يَوْمِ الْوَعِيْدِ. وَجَعَلَنَا مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ . بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

بَارَكَ اللّٰهُ ، بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ، اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ وَ رَبٌّ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ.

خطبۂ ثانیہ 1277 پر ملاحظہ فرمائیں

a